V.G.
14

Shriman Hunumanji
Ka mukammal
jivan charitra
by
Sukh Ram das chauhan.

جملہ حقوق محفوظ

شریمان ہنومان جی
کا
مکمل جیون چرتر

جسکا

مطالعہ عوام کے لئے عموماً اور مستورات کے لئے خصوصاً مفید اور ہر دلعزیز ہونے کے باعث اس کا ترجمہ شریمان سری مہاراجہ صاحب بہادر والیٔ جموں و کشمیر کے حکم سے ہندی بھاشا میں۔ اور سری راجہ صاحب بہادر والیٔ ریاست نابھہ کے حکم سے گورمکھی میں ہوا۔ اور بہی خواہان ملک نے رفاہ عام کے لئے سندھی و دکھنی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کر کے وہاں کے باشندوں تک پہنچایا

مؤلفہ

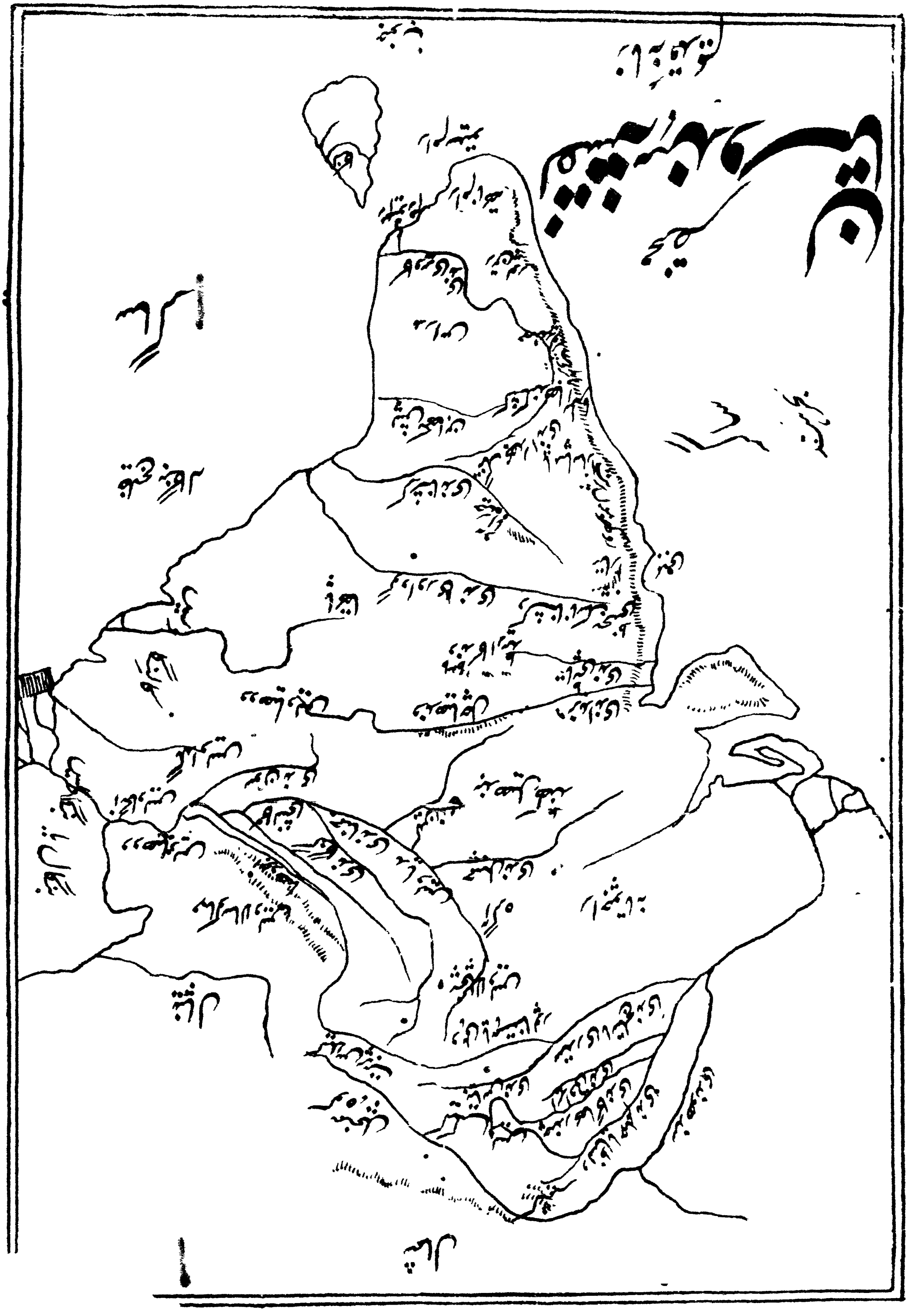
ٹھاکر سکھرام داس چوہان مصنف مکمل واقعات مہابھارت و نئی تحقیقات عرف کیا دروپدی کے پانچ خاوند تھے؟ و جیون لابھ وغیرہ

نے بڑی محنت و درستی کے ساتھ بار چہارم

سنہ ۱۹۰۷ء

بمطبع رفاہ عام سٹیم پریس لاہور میں چھپوایا

قیمت فی جلد پختہ ۸ / ۸



دیباچہ

رامائن جیسے مشہور اور مقدس اتہاس کو پڑھ کر کون شخص ہوگا جس کی طبیعت خوش نہ ہوئی ہو اور مہاراجہ رام چندر جی کی اُستتی کئے بغیر چپ رہ سکتا ہو۔ ویدک دھرم کے سچے اُتنا ہی یہی مہاراجہ ہوئے ہیں جنہوں نے تمام دنیا کی نعمتوں کو چھوڑا اور پتا کی آگیا مان کر ۱۴ برس کا بن باس اختیار کیا اور باپ کا قول پورا کر کے دنیا میں شہرت حاصل کی لیکن جب اس بہادر راجہ کے سپہ سالار کے حالات پڑھتے ہیں تو ایک حیرت انگیز نظارہ دکھائی دیتا ہے کہاں ایسا بہادر گیان وان مہاراجہ رام چندر اور کہاں اُن کا سپہ سالار **ہنومان** جو بندر کے نام سے موسوم کیا گیا ہے +

پیارے سجنو! کیا یہ تعجب اور متحیر کرنے والا نظارہ نہیں ہے! کیا **ہنومان جی** کے کام جو اُنہوں نے اپنی زندگی میں کئے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ پشو تھے؟ ہرگز نہیں! اُن سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک شور بیر۔ وِدوان اور دانا آدمی تھے۔ نہ کہ بندر۔ پھر یہ کلنک اُن کو کیوں لگایا جاتا ہے؟ کیا اُن کے والدین کے حالات ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بندر تھے؟ نہیں! مطلق نہیں! آؤ پہلے ان کے جنم کا حال زندگی کے واقعات اور مہاراجہ رام چندر جی کے خیالات دریافت کریں کہ اُن سے کیا ثابت ہوتا ہے +

اوّل۔ اگرچہ بالمیکی اور تلسی کرت رامائن متعدد باتوں میں متفق نہیں لیکن دونوں میں **ہنومان جی** کے باپ کا نام **پون** اور ماں کا نام **انجنا** بیان کیا گیا ہے۔ انجنا کا اپسرا ہو کر (حور) **کیسری**[1] بانر کی استری ہونا۔ (دیکھو تلسی کرت رامائن صفحہ ۶۵۸ کسکندھا کانڈ ترجمہ جوالا پرشاد مصر چھاپہ بمبئی) ثابت کرتا ہے کہ **کیسری** منش تھا کیونکہ یہ قدرتی بات نہیں ہے کہ جس نسل سے کوئی ہوتا ہے اُسی کو پسند کرتا ہے نہ کہ غیر کو۔ لفظ اپسرا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کی حسین عورت تھی تو کس طرح یقین ہو سکتا ہے کہ اُس نے حیوان کو اپنا خاوند بنایا ہو۔ اسی جگہ کشپ رکھی نے صاف طور پر واضح کر دیا ہے کہ **انجنا** اور **کیسری** انسان

[1] بموجب خیال عام یہ ایک بندر کا نام ہے۔

تھے کیونکہ اس نے لکھا ہے کہ "کیسری اس بن کا راجہ تھا" اور جب اُس نے ہاتھی کو مار کر زمین پر گرا دیا تو کشپ رکھی نے اُس کو "برہمن پالک" کہا اس لفظ کا صرف انسان پر ہی اطلاق ہو سکتا ہے نہ کہ حیوان پر۔ کیونکہ حیوان کو تو اپنی ہی سہایتا کرنی مشکل ہے آدمی کی پالنا کس طرح کر سکتا ہے؟ آگے چل کر مصنف نے بالکل واضح کر دیا ہے وہ کہتا ہے کہ "ہنومان کے جنم لینے سے دونوں استری پرش سکھ مان کر بہار کرنے لگے" یہ لفظ استری پُرش کا ہمارے سبھی شکوک کو بھی اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسے سہاگہ سونے کو +

دوم۔ بالمیکی راماین میں لکھا ہے (دیکھو راماین بالمیکی کسکنڈا کانڈ صفحہ ۵۷ سرگ ۶۱ مترجمہ پرمیشری دیال) کہ جب انجنا رشی کی بددعا سے بندری ہو گئی تو ساتھ ہی رشی نے اس کو اچھیا روپی سروپ دھارن کرنے کا ور بھی دیدیا تھا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انجنا نے ایک گھڑی بھی بندری کا سروپ نہ رہنے دیا ہوگا اور اسی ور کی طاقت سے فوراً استری بن گئی ہوگی کیونکہ کوئی انسان خوشی سے حیوان کا جسم پسند نہیں کر سکتا آگے چل کر لکھا ہے کہ انجنا ہار سنگھار کر کے سندر لبتر پہنے ہوئے پربت کی چوٹی پر بیٹھی تھی اور یہاں اُس کا پون دیوتا سے ملاپ ہوا +

اب غور کا مقام ہے کہ حیوانوں کو بھی ہار سنگھار یا بستروں کا شوق ہوتا ہے یا نہیں؟ جواب ہوگا ہرگز نہیں! بھلا ایک بندر کی استری یعنی بندری کو سرمہ۔ کنگھی اور داتنوں وغیرہ سولہ سنگھار کی کیا تمیز ہو سکتی ہے +

سوم۔ اگر یہ کہا جاوے کہ ہنومان جی بموجب ہر دو رامائن **پون** دیوتا کی ویرج سے اُتپتن ہوئے ہیں۔ **کیسری** کے ویرج سے نہیں تو ہم بڑی خوشی سے مان لینگے کیونکہ بموجب پورانوں کے **پون** کو دیوتا مانا گیا ہے تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ اُنکے ویرج سے حیوان پیدا ہو؟ اسیطرح شوپران میں **ہنومان** جی کی پیدائش شوجی کے ویرج سے قرار دیگئی ہے جسکو مان کر اُنکا پشو ہونا کبھی سُدھ نہیں ہو سکتا +

چہارم۔ مہاتما اگست رشی مہاراجہ رامچندر اور لچھمن جی وغیرہ سے ہنومان جی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (ہنومان) لڑکپن سے ہی ایسے چتر بدھی (تیز فہم) تھے کہ بہت تھوڑے سے عرصہ میں انہوں نے برہما سے وید اور شاستروں کو

پڑھ کر وہ کمال حاصل کیا کہ برہما (استاد) حیران رہگیا۔ اگست جی کے اس بچن کو
سنکر سری رامچندر اور لچھمن وغیرہ بسمت ہو گئے کہ ہم لوگ بھی ہنومان جی کے
آگے بچہ ہیں۔ (دیکھو اوتر کانڈ صفحہ ۳۸ سرگ ۴۰) +

پیارے ناظرین غور کیجیئے کیا ہم ایسے رشیوں کے بچنوں کو جھوٹا مانکر
ہنومان جی کو حیوان تسلیم کر سکتے ہیں؟ نہیں! ہرگز نہیں!! یہ ہماری اپنی
غلط فہمی ہے +

پنجم۔ مہاراجہ رامچندر جی نے صاف طور پر تبلایا ہے کہ ہنومان جی رگ وید۔
یجروید اور سام وید کے جاننے والے تھے اور ویاکرن بھی عمدہ جانتے تھے (دیکھو
اردو بالمیکی رامائن صفحہ ۵ کسکنڈا کانڈ مترجمہ پربدیال)، یہ بھی بیان کیا ہے کہ ہنومان جی
راون اور بالی سے زیادہ بلوان اور ورن کوبیر جمراج اور وشنو سے زیادہ بہادر
تھے۔ جو علامات پنڈت اور بدھی وان کی شاستروں میں درج ہیں رامچندر جی نے
سب ہنومان میں بیان کی ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ مہاراجہ رامچندر جی کے
قول پر اعتبار نہ کر کے ہنومان جی کو بندر قرار دیا جاوے تمام باتوں کو چھوڑ کر
صرف اسی ایک بات کو لیا جاوے تو آپ مان لیں گے کہ حیوان ہیں اور سب باتیں ہیں
لیکن وید شاستر کا پڑھنا بالکل ناممکن ہے اور کوئی بھی اس بات کو تسلیم نہ کریگا
کہ حیوان بھی اس ودیا کو حاصل کر سکتا ہے اسلیئے یہاں صاف معلوم ہوتا ہے۔
کہ ہنومان جی منش تھے نہ کہ بندر چونکہ ہمارے بہادر جرنیل ہنومان جی کا سگریو سے
بھی تعلق ہے اور ان کو بھی بندر قرار دیا گیا ہے لہذا مناسب معلوم ہوا کہ ان کے
حالات کی بھی تفتیش کی جاوے کہ آیا وہ بھی حیوان تھے یا انسان؟ اور اس شک کو
دور کرنے کے لئے رامائن سے بڑھکر اور کوئی معتبر کتاب نہیں ہو سکتی اگرچہ ہنومان
جی کی پیدائش کی طرح بالی اور سگریو کی پیدائش کا حال بھی نرالا دکھائی دیتا ہے جو
قانون قدرت کے برخلاف ہے اور معلوم نہیں کہ مصنف نے کس [illegible]
ایسا بیان کیا ہے۔ خیر کچھ بھی کیوں نہ ہو لیکن وہ دونوں [illegible]
ہیں (دیکھو رامائن بالمیکی اوترا کانڈ صفحہ ۳۵) اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ان کو

بندر مانا جاوے۔ اور اس بات کی تقویت کے لئے ذیل کے نوٹوں کو غور سے ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ جب راون بالی سے یُدھ کرنے آیا تو اسوقت بالی سندھیا کر رہا تھا (دیکھو بالمیکی رامائن اُترا کانڈ صفحہ ۳۵) کیا ایک حیوان کو سندھیا وغیرہ کے ادا کرنیکا گیان ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں (دیکھو بالمیکی رامائن کسکنڈا کانڈ صفحہ ۴۲ سرگ ۱۷) (۲) جب رامچندر جی نے بالی کو تیر مارا تو اس نے اپنے مارے جانے کی وجہ دریافت کی جس پر انہوں نے جوابدیا کہ تم نے سگریو کی استری کو گرہن کیا ہے جو دھرم شاستر کے خلاف ہے اسلئے تمہارے مارنے کا کوئی گناہ نہیں (دیکھو بالمیکی رامائن کسکنڈا کانڈ صفحہ ۲۵) ناظرین! حیوانوں کو یہ تمیز کہاں؟ ان میں عورت خاوند کا کوئی امتیازی رشتہ نہیں ہوتا دھرم شاستر کا ڈنڈ انسانوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے نہ کہ حیوانوں کے لئے۔ اگر یہ نسل انسان سے نہ ہوتے تو مہاراجہ رامچندر جی جیسے وِدوان بالی کو کبھی بھی قتل نہ کرتے اگر رامچندر جی نے حیوان سمجھکر یہ سلوک کیا تھا تو آج دنیا کے تمام حیوان قتل کے سزاوار ہیں جو ماں بہن یا لڑکی کو گرہن کر لیتے ہیں +

۳۔ جب بالی رامچندر جی کے ہاتھ سے مارا گیا تو انگد نے شاستر مریادہ سے مرتک سنسکار کرایا (دیکھو بالمیکی رامائن کسکنڈا کانڈ صفحہ ۳۷) ناظرین! کیا اب بھی بالی اور سگریو کو بندر سمجھتے ہیں؟ اگر یہی خیال ہے تو آجکل کسی بندر یا حیوان کی کریا کرم ہوتے دکھاؤ۔ اسکا ہونا ناممکن ہے کسی حیوان کو اپنے لواحق کی لاش کو دباتے یا جلاتے بھی دکھا دینا کافی ہوگا۔ مگر نہیں ان بیچاروں کو اتنی تمیز کہاں؟ جہاں کوئی مرا وہاں پڑا سڑتا رہا۔ کہاں کا جلانا اور کہاں کا دبانا؟ اور شرادھ یا کرم وغیرہ کا تو نام ہی نہ لیجئے +

۴۔ جب رامچندر جی نے لنکا پر چڑھائی کی تو اوّل انگد کو جو بالی کا بیٹا تھا ایلچی کے طور پر راون کے پاس روانہ کیا تا کہ اُنکو سمجھا کے صلح کرا دے اور جنگ تک نوبت نہ پہنچے۔ اب سوچنا چاہیئے کہ کہاں ایک حیوان قوت ناطقہ سے معذور اور کہاں سفیر کا نازک عہدہ؟ عقل چکر کھاتی ہے کہ کس طرح انگد کو حیوان قرار دے۔ موجودہ زمانہ میں جس کام کے لئے ایک لائق سے لائق تجربہ کار انسان کی جستجو کیجاتی ہے تعجب ہے۔ کہ رامچندر جی نے ایک حیوان کو روانہ کیا ہو +

۵۔ جب رامچندرجی لنکا کو فتح کر کے اجودھیا میں آئے تو دربار عام کیا۔ اسوقت ملک ملک کے راجے اور بڑے بڑے پنڈت منجملہ ہنومان بِبھیِکھن۔ جاموِنت انگد وغیرہ اُس میں شامل تھے اور دھرم چرچا ہوتا رہا (دیکھو بالمیکی رامائن اُتر کانڈ صفحہ ۹ مہاسرگ)

ناظرین! اس کا فیصلہ آپکے ذمہ ہے اگر کبھی آپ نے اپنی مجلسوں اور دھرم چرچا کے جلسوں میں حیوانوں کو شامل کیا ہے تو یہ بھی ہؤا ہوگا۔ ورنہ یہ کب ممکن ہوسکتا ہے کہ مہاراجہ رامچندرجی کا دربار اور حیوان مصاحب!!! عقل کبھی باور نہیں کر سکتی اور نہ ایسا ہؤا ہوگا۔ (۶) جسوقت مہاراجہ رامچندر لنکا فتح کر کے اجودھیا آئے تو بھرت جی سے ہنومان سگریو وغیرہ کی تعریف کر کے رامچندرجی بولے کہ یہ لوگ بڑے دھارمک اور ہمارے بھگت ہیں انکو تمام شاہی محلات کی سیر کراؤ جس سے ہمارے گرہ شدھ ہوجائیں۔ چنانچہ بھرت جی نے ایسا ہی کیا بعد ازاں وہ محل جس کے آگے ایک دلکش شاہی باغ تھا سگریو کی رہائش کے لئے منتخب کیا اور ہنومان جی کو خاص محل میں اپنے پاس رہنے کا حکم دیا (لنکا کانڈ صفحہ ۹۴۹ سرگ ۱۳۰) کیوں صاحب انصاف سے کہئے آپنے کبھی حیوانوں کی تعریف میں الفاظ سُنے یا خود استعمال کئے ہیں کہ وہ جانور بڑا دھارمک اور بھگت ہے اور اسکے چرن ڈالنے سے ہمارے گرہ (گھر) شدھ ہوجائینگے"۔ افسوس! ہم کچھ نہیں سوچتے اور اپنے شوربیروں کو پشو قرار دیتے ہیں +

۷۔ جب رامچندرجی کو راج تلک ہوگیا تو تمام بانروں کو اپنے اپنے گھروں کو روانہ کیا۔ اور ہر ایک کو درجہ بدرجہ خلعت عطا کیا عمدہ عمدہ کپڑے زیورات اور جواہرات عنایت کئے سیتاجی نے اپنے گلے کی مالا اُتار کر ہنومان کو دی (دیکھو لنکا کانڈ صفحہ ۹۴۶ سرگ ۱۳۹) مانا کہ وہ بندر تھے مگر انہیں زیور اور کپڑوں سے کیا کام؟ زر و جواہرات کی کیا قدر؟ اگر ہے تو آجکل بھی لاکھوں بندر ہیں کسی ایک کو کپڑا یا زیور پہنتے اور زر و جواہرات رکھتے دکھا دیجئے۔ پیارے ناظرین یہ ہماری ہی سمجھ کا قصور ہے حقیقت میں وہ بانر تھے نہ کہ بندر جو ایک جنگلی قوم تھی اور اُن دنوں مہاراجہ رامچندرجی کے ساتھ جنگ میں شامل تھے۔ صرف اُنکے الٹے معنے لئے گئے ہیں اسلئے آگے چل کر آپ کی دلچسپی کے لئے اسکی تشریح کی جاتی ہے +

لہ ٹاڈ راجستان میں لکھا ہے کہ سوراشٹر کے مغربی ساحل پر ایک قدیم قوم جیتوا نامی آباد ہے جسکو آجکل کماری کہتے ہیں۔ اس قوم والے کہتے ہیں کہ ہم ہنومان کی اولاد میں سے ہیں۔ اور اس قوم کے لوگوں کو مورخین نے راجپوت لکھا ہے +

خلاصہ تمہید

جب ہم رامائن کو پڑھتے ہیں تو وچار کرتے ہیں کہ لائق مصنّف بالمیک جی نے ہنومان وغیرہ کو بانر کیوں کہا؟ انکے نزدیک یہ سب پشو تھے؟ ہرگز نہیں در حقیقت رامائن سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ بالمیک جی نے انکو پشو نہیں مانا۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم کو یہ موقع کبھی نہ ملتا کہ ہم اُنکی تصنیف سے ہی نتش سدھ کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ معاملہ کچھ اور ہی ہے سنسکرت کے کوش میں بانر اسکو لکھا ہے جو بن میں رہے اور اپنی عمر کا تمام حصّہ جنگلی پھلوں پر گزارے۔ درحقیقت وہ لوگ کسی زمانہ میں اسیطرح زندگی گزارتے تھے۔ بھیل اور گونڈوں کی طرح رہتے تھے (دیکھو ہسٹری آف انڈیا مصنفہ مسٹر اسٹ صفحہ ۱۶۹ و ۲۹۱) اور مابین دریائے کیوری اور رامناتھ یا ہندوستان کے ان پہاڑوں پر جو ناسک سے بمبئی کی طرف ہوتے ہوئے ستارہ سے گزر کر علاقہ نظام دکن کی طرف چلے گئے ہیں آباد تھے۔ اور بانر کے خطاب سے مشہور تھے چونکہ اُس زمانہ میں یہ عام لفظ تھا۔ بالمیک جی نے اسکی تشریح کرنی مناسب نہ سمجھی[لہ] چنانچہ جب سیتا جی نے ہنومان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں ذات کا بانر ہوں۔ جو صاف ظاہر کرتا ہے کہ اُس زمانہ میں ایک مشہور فرقہ تھا۔ اور یہ سوال صرف انسان سے ہی کیا جاتا ہے نہ کہ حیوان سے کیونکہ اسکی شکل دیکھنے سے ہی تمیز کر سکتے ہیں کہ یہ فلاں قسم کا حیوان ہے (دیکھو بالمیکی رامائن سندر کانڈ صفحہ ۲ سرگ ۳۴) جب جہالت کا زمانہ شروع ہوا اور بوجہ تجارت یا سیر و سیاحت دوسرے ملکوں میں آنا جانا بند ہو گیا۔ اور نہ کوئی تاریخ ہمارے حصّہ میں آئی تو ہم نے اصلی حالات سے ناواقف ہو کر بانر کے ارتھوں کو بندر سمجھ لیا اور اس پر دل کھولکر حاشیہ چڑھایا جو من میں آیا وہی دھر دبایا۔ اُنکے کارناموں کو بیچار کرنا تو درکنار اپنی ہی تحریر کی سُدھ نہ رہی کہ پہلے کیا لکھا ہے اور اب کیا لکھ رہے ہیں۔ غرض اُن بہادروں کے کارنمایاں کو نظرانداز کرکے حیوان کا رُتبہ عنایت کر دیا۔ لہٰذا مذکورہ بالا مضمون کی تائید کے واسطے ایک مثال درج کیجاتی ہے جس سے آپ جہالت کی چالاکی بخوبی سمجھ جائینگے۔ مثلاً آجکل لالہ رامداس سوری یا جمنا داس بیل ایک مشہور و معروف

لہ بطور مثال کے لفظ ’’آشا‘‘ کو لیجئے زمانہ حال میں اگر کسی کے مُنہ سے لفظ ’’آشا‘‘ نکلتا ہے۔ تو ہم فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ کوئی افغانستان کا باشندہ ہے ✤

وکیل ہیں اور انکا نام اعلےٰ درجہ کے وکیلوں کی فہرست میں درج ہے اور ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ کھتری ہیں۔ سُوری اور بیل صرف انکی ذات کا خطاب ہے جو انکے نام کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ عرصہ دراز کے بعد جب پنجابی بھاشا کا رواج نہ ہو۔ اور نہ کوئی تاریخ ہو جس سے معلوم ہو سکے کہ سوری اور بیل کھتریوں کی ایک شاخ کا خطاب ہے تو اس فہرست کو دیکھ کر بلا لحاظ کرنے انکی لیاقت وغیرہ کے ہر کوئی تعجب سے کہیگا کہ کسی زمانہ میں پنجاب میں سور اور بیل کی قسم کے حیوان بھی وکالت کرتے تھے۔ بعینہ یہی حالت ہمارے بانر لفظ کی ہو گئی ہے لیکن یہ سب اوِدّیا کی مہربانی ہے۔ ہائے جہالت تو کب ہمارا پیچھا چھوڑیگی؟ اب تو رحم کر! افسوس تیری مہربانی سے ہم اپنے بہادروں کو حیوان بنا کر خوش ہو رہے ہیں اگر کوئی سچ کہے تو اُلٹے صلواتیں سناتے ہیں جب ہماری خود یہ حالت ہے تو غیر قومیں جسقدر تمسخر اُڑائیں مناسب ہے +

پیارے ناظرین! پیشتر اسکے کہ ہم ہنومان جی کی سوانح عمری پر قلم اُٹھائیں۔ اوّل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے والدین کے حالات بھی مشرح بیان کئے جائیں کیونکہ جبتک اُنکے والدین کا مفصل حال معلوم نہ ہو ہمارا اصلی مقصد ظاہر ہونا نہایت دشوار نظر آتا ہے گو اس سوانح عمری کا ڈھنگ ایک نرالا ڈھنگ معلوم ہوگا لیکن بجز اسکے کوئی چارہ بھی نہیں لہذا ہم اپنے معزز ناظرین سے معافی مانگ کر اپنے بہادر جرنیل ہنومان کی سوانح عمری کا سلسلہ اُنکے والدین کے حالات سے ہی شروع کرتے ہیں جو کتب ہائے زبان گجراتی میں سے ایک عرصہ کی چھان بین کے بعد حاصل ہوئے ہیں +

ہمارا ارادہ تھا کہ سیدھی سادہی عبادت میں ہدیہ ناظرین کریں۔ لیکن رفتار زمانہ اور احباب کی کثرت رائے کو مدنظر رکھکر ناول کی طرز اختیار کی گئی ہے۔ اگرچہ مضمون کی دلچسپی کے لحاظ سے عبارت آرائی سے کام لیا گیا ہے لیکن تاہم اصلی واقعات کو نظرانداز نہیں کیا گیا +

۵ یہ وہ قصہ نہیں جس میں بناوٹ کی ہوں کچھ باتیں
بیان پُر درد ہے جرنل بہادر کی کہانی کا
ٹھاکر سکھرام داس چوہان لاہور

باب - ۱

مہندر پور

ہمارے ناول کا سلسلہ اُس زمانہ کے واقعات سے شروع ہوتا ہے جسکو اب سے تقریباً آٹھ لاکھ[۱] برس گزر گئے ہیں اور رامائن کا زمانہ کہلاتا ہے اُسوقت راجہ مہندر[۲] رائے ایک چھوٹی سی ریاست پر جسکا دارالخلافہ[۳] مہندپور ہے حکمران ہے +

صبح کا سہانا وقت ہے آفتاب طلوع ہوا چاہتا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے راجہ مہندر رائے کی راج دُلاری انجنا دیوی سکھی سہیلیوں کے ہمراہ اپنے دلکشا و فرحت افزا باغ کے اندر گلگشت کر رہی ہے۔ قدرتی دلچسپیوں کو نہایت شوق سے دیکھتی ہوئی جا رہی تھی کہ ناگاہ اس کی نگاہ اُس خوشنما پودے پر پڑی جسپر خوش رنگ لہلہاتے ہوئے پھول نظر آ رہے ہیں۔ نہ جانے اس کے دل میں کیا خیال گزرا۔ کہ دیر سے ٹکٹکی لگا کر ان پھولوں کی طرف دیکھ رہی تھی اور اب کچھ سوچ کر بسنت بالا سے مخاطب ہوئی ہے +

انجنا دیوی۔ سکھی! دیکھ یہ کیسے پُر فزا دل لبھانے والے پھول کھلے ہیں۔ اور غنچے سبز نقاب میں کسی حسین گلعذار کے سُرخی مائل ہونٹوں کی دلفریب مسکراہٹ کا نظارہ دکھا رہے ہیں۔ جنکے دیکھنے سے نظر سیر ہونے میں

---

[۱] دیکھو تواریخ دُنیا حصہ دویم صفحہ ۲۳ مصنفہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر +

[۲] دیکھو انجنا سیتون راس بزبان گجراتی +

[۳] یہ شہر ہندوستان کے اُس جنوبی حصہ پر جو بانز دیپ کے نام سے مشہور تھا دیکھو نقشہ منسلکہ کتاب ہذا مابین دریاے تنگ بھدرا اور کاویری کے آباد تھا یہاں کے باشندے مثل بھیل گونڈ اور کول کے تھے دیکھو پکچرز آف اِنڈین لائف مصنفہ مسٹر ارکسٹ صاحب صفحہ ۱۶۹ و ۱۷۰) +

نہیں آتی اور ایشور کی قدرت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر ساتھ ہی اُن کو بھی دیکھنا جو نیچے نالی میں پڑے ہوئے بجائے فرحت کے عفونت پیدا کرتے ہیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ یہ بھی ایسے ہی خوش رنگ اور دل پسند تھے۔ لیکن اب تو اِن کے دیکھنے سے بھی طبیعت بیزار ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کی زندگی بھی تین حالتوں میں منقسم ہے یعنی لڑکپن۔ جوانی اور پیری۔ مگر پیاری سکھی! سب سے افضل اور اعلےٰ حالت جوانی ہے جس میں انسان سرمایہ دینی و دُنیوی مہیّا کر سکتا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ جسوقت انسان عالم جوانی میں ہوتا ہے نفسانی خواہشیں انتہا درجہ کی بڑھ جاتی ہیں۔ مگر بہادر وہی ہے۔ جو ان کو مغلوب کر کے خود غالب آئے ورنہ انسان اور حیوان میں فرق ہی کیا ہے؟ انسان کو لازم ہے کہ جوانی کی حالت کو غنیمت جانکر توشۂ عاقبت و سرمایہ پیری جمع کرے۔ جہانتک ہو سکے نیکی کرے۔ دوسرے کو ایذا نہ پہنچاوے ورنہ اُسکو اُن سڑے ہوئے پھولوں کی طرح بڑھاپے میں نکما ہو کر پچھتانا پڑیگا۔ دُکھ سُکھ سر کا بھوگ جانکر جو ایشور پر بھروسا رکھتا ہے وہی اِس دُنیا میں خوش و خرم رہتا ہے +

بسنت مالا کچھ کہنے کو تھی کہ اندر منی بول اُٹھی۔

اندر منی۔ راج دولاری! تم تو بڑی گیان وان ہو؟ ہاں کیوں نہ ہو۔ ماتا کا گھر ہے۔ پتا کا راج ہے۔ کل یہ گیان کہاں جو آج ہے جب سُسرال میں جاؤگی تب یہاں کی قدر پاؤگی وہاں اپنی خوشی سے چلنا پھرنا مشکل ہوگا۔ باغ کی سیر اور گیان تب یاد آئیگا جب نند کی بولیاں اور ساس کی دھمکیاں ہوش اُڑا دینگی۔ پیاری! استری کا مان زیادہ تر خاوند پر ہوتا ہے۔ سو دیکھیں کیسا ملے۔ چین سے رکھے یا دُکھ دے۔

انجنا دیوی۔ جب وہ دن آئیگا دیکھا جائیگا قسمت کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے نصیبوں میں خوشی ہے تو غمی نہیں ایشور پر یقین ہے اور کی آس نہیں اسی طرح کی باتیں کر رہی تھیں کہ راجہ اور پردھان وغیرہ باغ کی طرف آتے ہوئے دکھائی دیئے انجنا دیوی جلدی سے سہیلیوں کو ساتھ لے کر محل کو چلی گئی۔

راجہ (لڑکیوں کو جاتے دیکھکر) پردھان! یہ کون ہیں -

پردھان- مہاراج وہ آگے آگے راج دُلاری سکھی سہیلیوں کے ساتھ جا رہی ہے -

راجہ - کیا وہ راج دُلاری ہے؟

یہ کہا اور سر جھکا کر دریائے فکر میں غرق ہو گیا - قدرے سکوت کے بعد بولا - ٥

دربرایت ہوئی انجنا سنو مِتر پردھان - بیٹھ بچارو بر بھلا جو راکھے کل کی آن

دھرم کرم میں ہو جتی اور ادتم ودوان - بر گھر ایسا تب ملے جو ہو کرپا بھگوان

باب-۲

بر کی تلاش

آفتاب تو حسرت بھری آخری نگاہوں سے دُنیا کو دیکھتا ہؤا مغرب کو جا رہا ہے اور ہم اپنے خیال کو لئے گوداوری ندی کے جنوب میں جو ایک سلسلہ پہاڑوں کا رو گھاموں کے نام سے رامائن میں بیان کیا گیا ہے - آ رہے ہیں +

ابھی ہم اُن پہاڑوں کی سیر کرتے اور قدرتی نظاروں کو دیکھتے ہوئے جا رہے تھے کہ چند عالیشان بلند عمارتیں دائیں طرف نظر پڑیں جنکے دیکھنے کے شوق نے ہم کو یہاں تک پہنچا ہی دیا - گو یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے - مگر آبادی کے لحاظ سے اِن تمام پہاڑی شہروں سے کئی درجہ اچھا ہے گلی کوچے مُصفّا اور مکانات سوائے اُن چند محلّوں کے جو دُور سے دکھائی دیتے ہیں - یک منزلہ ہیں اگرچہ شام کی تاریکی کے باعث وہ چند عالیشان عمارتیں اچھی طرح نظر نہیں آتیں - تاہم شمع کافوری[1] کی روشنی جو سُرخ اور سبز شیشوں سے نمودار ہو رہی ہے - بتلا رہی ہے کہ یہ ضرور یہاں کے راجہ کے محل ہیں - جنکے دیکھنے کے اشتیاق میں ہم اُس طرف کو بڑھے +

اسوقت راستہ میں ہجوم کی یہ حالت ہے کہ بازار میں چلنا دشوار ہو رہا ہے -

[1] زمانہ قدیم میں اُمرا و رؤسا بجائے چراغوں کے شمع جلایا کرتے تھے +

دیہاتی لوگ تو کثرت سے ہیں۔ کوئی آٹا لے رہا ہے کوئی دال کا نرخ پوچھ رہا ہے۔ غرض جوں توں کر کے ہم ایک چوک میں پہنچے یہاں جو کیفیت نظر آئی وہ یہ ہے کہ اس جگہ کھڑے ہونے سے دیکھنے والے کی نگاہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب کو بغیر لحاظ کسی رکاوٹ کے صاف نکل جاتی ہے۔

چونکہ پیشتر اس قسم کا چوک ہماری نظر سے نہیں گزرا تھا۔ اسلئے ہم بڑے شوق سے وہاں کھڑے ہو کر دیکھنے لگے اتنے میں ہٹو بچو کی آواز آئی چنانچہ ہم بھی ایک طرف کو دبک گئے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ پردھان بدرپرکاش کی سواری آ رہی ہے جو راجہ مہندر رائے کے محل کو جا رہا ہے +

آہا! یہ تو مہندر پور ہے جس کے نام سے ناظرین بخوبی واقف ہیں۔

راجہ مہندر رائے کا نام سنکر ہمارا شوق بھی جوش جنوں کی طرح بڑھا اور ہم اس سواری کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ ابھی تھوڑی دور گئے ہونگے کہ ایک بڑا آہنی پھاٹک دکھائی دیا جسکے دونوں طرف دو سپاہی ننگی تلواریں ہاتھوں میں لئے پہرہ دے رہے ہیں۔ پردھان کو دیکھتے ہی پھاٹک کھولا گیا! اور اسکی سواری اندر داخل ہوئی۔ ہم بھی سائے کی طرح سپاہیوں کی نظروں سے اپنے آپ کو بچائے ہوئے ساتھ ہی نکل آئے +

اندر جانے سے اعلےٰ درجہ کی عمارتیں دکھائی دیں مگر انکے دیکھنے کا اتفاق ہی کچھ نہ ہوا اور پردھان کے ساتھ دائیں طرف کے دالان میں جسکی چار دیواری سنگ مرمر کی طرح صاف اور ستھری بنی ہوئی ہے اور نیچے ایک بیش قیمتی قالین بچھا ہے چلے گئے! اس دالان میں ایک جھاڑ لٹک رہا ہے جسکی جگمگائی ہوئی روشنی نے قدرتی اجالے کو شرمندہ کر رکھا ہے۔ اور سرخ قالین پر ایک سبز مخمل کا گدیلا پڑا ہے جس پر مہندر رائے گاؤ تکیہ کا سہارا لئے بڑی آن بان سے بیٹھا منتری سے گفتگو کر رہا ہے پردھان کو دیکھتے ہی بولا +

راجہ۔ آئیے پردھان جی! ابھی آپ کو یاد کر رہے تھے۔

پردھان (آداب بجا لاکر) بندہ بھی حاضر ہے -

یہ کہکر چند تصویریں نکال کر آگے رکھیں اور ان میں سے دو اٹھا کر راجہ کے ہاتھ میں دے کر کہا -

پردھان - مہاراج ! اگرچہ بہت سے راجکماروں کی تصویریں منگائی گئی ہیں مگر اُن سب میں سے میری نظر تو ان دو پر ٹھہرتی ہے آئندہ حضور مالک ہیں (باقی تصویروں کو ذرا آگے کرکے) انکا بھی ملاحظہ کیجئے -

راجہ (سرسری نظر ڈال کر) ان کو رہنے دو -

یہ کہا اور پھر اُن دونوں تصویروں کو اُٹھا کر دیکھنے لگا - بہت سی قیل و قال اور اونچ نیچ کی پڑتال کے بعد سوچتا ہؤا وہاں سے اُٹھا اور رانی بیگ موہنی کے پاس لے گیا +

راجہ - پریہ جی ! آپ ان دو میں سے کس کو انجنا دیوی کے لائق خیال کرتی ہیں ؟ یہ جو تیمبری دھوتی پہنے ہے ہرن نیات ودّیادھر کے لڑکے دودیرب کی ہے - اور یہ دوسری پربلا دودیادھر کے لڑکے پون کی ہے +

رانی بیگ موہنی پہلے تو دیر تک دونوں تصویروں کو دیکھتی رہی بعد میں کہنے لگی +

بیگ موہنی - سوامی جی ! میرے نزدیک تو دونوں اچھے ہیں صرف اتنا فرق ضرور ہے کہ جس کو آپ دودیرب کے نام سے بتلاتے ہیں - بدن کا کچھ کمزور ظاہر ہوتا ہے - مگر اسکے چہن چکروں سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا بھاگوان اور ودّوان ہوگا اور دوسری جو پون کی ہے یہ ایک شور بیر اور ودوان دکھائی دیتا ہے +

راجہ - نہیں ! پریہ جی ! ایک اور بات ہے جسکو بتلانا میں بھول گیا وہ یہ ہے کہ دودیرب کی بابت منتری وغیرہ کا خیال ہے کہ اگرچہ یہ بہت ہی اچھا اور خوبصورت لڑکا ہے مگر جوتش ودّیا سے معلوم ہوا ہے - کہ اس کی عمر بہت کم ہے - اسلئے مجھ کو شک پڑ گیا ہے - ورنہ میری نگاہ تو اس پر تھی +

سلہ دیکھو سامائن زبان گجراتی باب تیسرا سطر ۱۲ +

رانی۔ سوامی جی! اگر یہ بات ہے تو اسکا نام ہی نہ لیجئے کیونکہ جس بات میں شک پڑ جاوے۔ اس کا نتیجہ اکثر اچھا نہیں ہوتا ÷

راجہ۔ پریہ جی! کیا میں نادان ہوں؟ میری ایک ہی لڑکی ہے۔ جب تک اپنی تسلی نہ کر لونگا! نام نہ لونگا۔

رانی۔ مہاراج! بیشک یہ معاملہ بڑا نازک ہے انجنا دیوی کی آئندہ زندگی کا مدار اسی وقت کے سوچنے پر منحصر ہے۔ ہماری تو چند روز کی خوشی ہے اور اُس کی تمام عمر کا تقاضا ہے۔

راجہ۔ پریہ جی! بیشک! تم نے درست کہا یہ معاملہ بڑا نازک ہے اچھا پون کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟ میری رائے میں اُس کے ساتھ انجنا دیوی کا ناطہ کیا جاوے تو اچھا ہے؟

رانی۔ مہاراج! ظاہرا تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اگر آپ کو اطمینان ہے تو شگون بھیجدو۔ مگر منتری کو پھر بھی تاکید کر دینا کہ پہلے اندرونی و بیرونی کل حالات دریافت کر لے اور بعد میں شگون دے۔

راجہ۔ پریہ جی! ایسا ہی ہوگا۔ آپ تسلی رکھیں۔

راجہ یہ کہکر پردھان جی کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ صبح ایک لائق منتری کو انجنا دیوی کی تصویر دیکر رتن پور روانہ کرنا۔ اور تاکید کر دو کہ اوّل سب باتوں میں تسلی کر لے۔ بعد میں شگون دے آوے ÷

باب ۳

وُہ تو ایک ہونہار جوان ہے

"بارش ہو کر تھمی تھی کہ ایک مسافر رتن پور کے بازار میں دکھائی دیا"

ناظرین! سفر کو جو سقر کہتے ہیں۔ درست ہے دیکھو! وہ گھوڑے پر

ایک سفید ریش۔سفید پوش سوار جاڑے کے مارے کیسا سکڑا بیٹھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دور دراز کے سفر سے آیا ہے۔اگرچہ بہت سے گرم کپڑے زیب تن ہیں اور دوشالا بھی اوڑھے ہے۔لیکن تاہم سردی محسوس کر رہی رہا ہے۔اُف! سردی بھی حد درجہ کی ہے؟ یہ وہ ماگھ کے دن ہیں جیپر بارش نے اور بھی غضب کر دیا ہے۔ٹھنڈی ہوا کے جھوکے تیر کی طرح بدن میں لگتے ہیں۔اس بوڑھے پر کیا منحصر ہے جوان بھی ابھی تک بستروں میں لحاف اوڑھے دبکے پڑے ہیں +

آہا! پھر مینہ برسنے لگا۔مگر بوڑھے نے بھی گھوڑے کو تیز کر دیا ہے ابھی دو چار ہی قدم گیا ہوگا کہ ایک سیاہ کتے نے جو جاڑے کی شدت سے راستے میں اینٹھا پڑا ہے۔تم ہی کر دیا۔یونہی گھوڑا اس کے قریب پہنچا جان کندنی کی حالت میں پاؤں پھیلا کر سر کو حرکت دی بس پھر کیا تھا! گھوڑا ڈر کر بھاگا اور بے بس ہو گیا اور بوڑھا گردنی کھاتا ہوا زمین پر آ رہا۔تمام کپڑے برساتی مہندی (کیچڑ) میں لت پت ہو گئے اگرچہ بہتیرے ہاتھ پاؤں مار کر اُٹھنے کی کوشش کر رہا ہے مگر افسوس وہی دوشالا جو اس کو سردی سے بچا رہا تھا بدن کے ساتھ ایسا لپٹا ہے کہ اُٹھنے کی اجازت نہیں دیتا +

یہ حالت دیکھ کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے اُس کی امیرانہ وضع۔عمر کا تقاضا اور سردی کی شدت پر افسوس کر رہے تھے کہ ایک شخص نے جو نا معلوم کون ہے آگے بڑھ کر سب کو پیچھے ہٹا جلدی سے اُس بوڑھے کو اُٹھا کر کہا۔

وہی شخص۔اُف! منتری جی! کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔

آہا! یہ تو وہی منتری ہے جو مہندر پور سے انجنا دیوی کی نسبت کو روانہ ہوا تھا۔جونہی اس کے کان میں یہ آواز پہنچی۔بولا۔

منتری۔(سر کو اُٹھا کر) آہ ہری جس! (بڑی اُکتاہٹ سے بولا)

ہری جس۔مہاراج! آپ کی عمر اب اس لائق نہیں کہ سفر کی تکالیف برداشت کر سکے یہ تو ایک خاص موقع بارش کا ہے جو جوانوں کو بھی تھرتھرا رہا ہے

پھر آپ کو اس کی برداشت کس طرح ہو؟
یہ کہکر ہری جس منتری کو اپنے مکان میں لایا۔ اور بعد دو تین پہر کے جب وہ امن چین سے بیٹھا تو اُس نے کہا۔
ہری جس۔ منتری جی! وہ کونسا ایسا ضروری کام ہے۔ جس نے آپ کو آنے پر مجبور کیا؟
منتری۔ دوست کیا کہوں وہ کام ہی جلدی کا ہے۔
ہری جس۔ کیا وہ کوئی ایسی بات ہے جو ظاہر کرنے کے لائق نہیں؟
منتری۔ نہیں! تم سے پوشیدہ کیا ہے۔ ہمارے راجہ کی لڑکی جوان ہو گئی ہے۔ اور پون جی پر سب کی نگاہ ہے سو اُن کی بابت میں کچھ دریافت کرنے آیا ہوں۔
ہری جس (خوش ہوکر) آہا! پون! وہ تو ایک ہونہار نوجوان ہے۔ جو حقیقت میں پون[1] ہی کی سمان ہے جیسے ہوا منش کے پرانوں[2] کا ادھار ہے اسی طرح رعایا کے واسطے پون کمار ہے غریب لوگوں کا دہی دیا بھنڈار[3] ہے پردیسی کے لئے بھوجن داتا اور مددگار ہے جو گھوڑے کی سواری میں دیکھو تو پورا شہسوار ہے۔ جنگ میں دشمن کا سر اور اسکی تلوار ہے جیسے تارا منڈل میں چاند اپنا جلوہ دکھا کر اُن کو مات کر دیتا ہے۔ ویسے ہی پون کمار سبھا میں بیٹھا سب کے دل ہر[4] لیتا ہے۔ مہاراج! میری طاقت کہاں جو اس کی صفت کروں۔ ایشور اسکی عمر دراز کرے +
ہری جس کی باتیں سُنکر منتری کا دل باغ باغ ہو گیا۔ تمام تکالیف اپنی کامیابی کو دیکھکر بھول گیا۔ اور صبح ہوتے ہی راجہ پرہلاد وویا دھر کے پاس گیا۔ اتفاق سے اس وقت راجہ اکیلا بیٹھا تھا۔ اسکو دیکھتے ہی گویا ہوا۔
راجہ۔ آؤ منتری! بڑی مدت کے بعد تمہارا آنا ہوا؟ راجہ مہندر سرائے تو اچھے ہیں؟
منتری۔ مہاراج سب آپ کی عنایت ہے۔

[1] پون بمعنی ہوا [2] یعنی جیسے ہوا انسان کی زندگی کی جڑ ہے [3] یعنی مہربان تاخزانہ [4] ہر یعنی جیت لینا ہے +

اتنے میں پون کمار آیا اور آداب بجا لا کر بیٹھ گیا۔
راجہ۔ منتری جی! چند روز گزرے ہیں کہ تمہارے راجہ نے (پون کی طرف اشارہ کر کے) تصویر منگائی تھی اسکا کیا نتیجہ نکلا؟
منتری۔ مہاراج! مبارک ہو میں اُسی کام کے واسطے آیا ہوں (یہ کہا اور انجنا دیوی کی تصویر پون کے ہاتھ میں دیدی)
پون نے تصویر کو دیکھتے ہی ہاتھ سے رکھ دی اور شرم سے مُنہ نیچے کر لیا۔
پھر کیا تھا چاروں طرف سے مبارکباد کی دھوم مچگئی اور منتری نے ایک طلائی تھال میں زر و جواہرات کیسر وغیرہ اُس زمانہ کے حسب رواج پون جی کی نذر کیا۔
اسی وقت شادیانے بجنے لگے اور گھر گھر منگلا چار ہونے لگا تین چار روز تک بڑی دھوم دھام سے خوشی منائی گئی اور بہت سا دان غریبوں کو دیا اور بیاہ کا دن مقرر کر کے منتری کو وداع کیا۔

باب ۴

کیا یہ در حقیقت وُہی ہے؟

شام کا وقت ہے کمرے میں شمعدان جل رہا ہے اور اُس کے نزدیک ہی ایک زرنگار چوکی پر پون جی ایک تصویر ہاتھ میں لئے بڑی سوچ میں سر جھکائے بیٹھے ہیں اور رہ رہ کر اس کو شمعدان کے نزدیک کر کے بڑے غور سے دیکھنے لگ جاتے ہیں بعد میں نیچے رکھ متحیّر ہو کر سوچ میں پڑ جاتے ہیں اور کئی طرح کے خیالات پیدا ہو کر اُنکے دل میں چٹکیاں لیتے ہوئے حیران کر رہے ہیں۔ اور یہ دل ہی دل میں یوں کہہ رہے ہیں "کیا یہ تصویر

جسکو میں دیکھ رہا ہوں۔ حقیقت میں اُسی کی ہے؟ ایسی خوبصورت استری تو پہلے اس دیپ میں کوئی نظر سے نہیں گزری ۔" کبھی سوچتا میں کیسا خوش نصیب ہوں کہ ایسی حسین عورت سے میری شادی ہوگی +

مگر جب تصویر کی طرف دھیان آتا تو گھنٹوں اسی وہم میں رہتا۔ کہ "پہلے تو کبھی اس شکل کی عورت کا ذکر نہیں سُنا اور نہ دیکھنے میں آئی ہے۔ ضرور کسی اپچھرا (حور) نے جنم لیا ہے یا مصور کا خیال تصویر کھینچتے وقت کسی اور طرف ہو گیا ہے۔ پھر کہتا نہیں! نہیں!!! ایسا بھی ہونا ناممکن ہے کیونکہ مہندر پور کا مصور بڑا ہوشیار ہے وہ ہرگز ایسی غلطی نہ کرتا اور اگر کرتا تو فوراً درست کر لیتا۔" غرض اسی طرح کے وہمی خیالات پیدا ہوکر اسکے دل کو بے چین کر رہے تھے آخر جسکا نتیجہ یہ ہؤا کہ مہندر پور جانے کا مصمم ارادہ کر کے پلنگ پر لیٹ گیا۔ نہایت ہی بےچینی سے رات بسر کی۔ اور صبح ہوتے ہی منتری کو بُلا کر کہنے لگا +

پون۔ منتری ایک ضروری امر درپیش ہے۔ اسلئے میں آج ہی مہندر پور جانا چاہتا ہوں۔ اور تم بھی میرے ساتھ چلو۔

منتری۔ بہت اچھا عالیجاہ!

یہ کہا اور سفر کا سامان درست کر کے دونوں چل پڑے۔ دوسرے روز شام ہوتے ہی مہندر پور پہنچ گئے اور بڑی احتیاط کے ساتھ شہر کی سیر کرنے لگے تاکہ کوئی پہچان نہ سکے اور بہت کوشش کی گئی کہ انجنا دیوی کو دیکھکر اپنے بیقرار دل کو تسکین دے۔ مگر سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہؤا اور جب تین روز اسی سرگردانی اور پریشانی سے گزرے تو منتری سے کہنے لگا۔

پون۔ منتری! افسوس دل کا ارمان دل ہی میں رہا جسکی خاطر اسقدر تکلیف اُٹھائی۔ اور دور دراز کا سفر اختیار کیا۔ اُسکے دیکھنے کی تو کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ میں نہیں جانتا میرے دل کو کیا ہو گیا ہے جو اس تصویر کو دیکھکر دیوانہ سا بنگیا ہے۔ مجھ کو عورتوں سے سخت نفرت تھی مگر اُس

حُسن کی دیوی کو دیکھ میرے تمام وصف خاک میں مل گئے۔ جو نا عاقبت اندیشوں کی طرح در بدر پھر رہا ہوں آہ! کوئی دیکھ لیگا تو کیا کہیگا۔ ہائے! شرم وحیا کو بھی تو بالائے طاق رکھ دیا۔ منتری! تم سے تو کوئی بات پوشیدہ نہیں۔ (تصویر دکھاکر) ذرا اس کو دیکھ کر تم ہی انصاف کرنا کہ پہلے کبھی ایسی استری اِس بانر دیپ میں دیکھی ہے"

یہ کہا اور اُس کے مُنہ کی طرف دیکھنے لگا (تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد خود ہی) "میری بےچینی کوئی بوجہ نہیں وہ کون ہے! جو اس کے حُسن کی داد نہ دیگا؟ جبتک میں اسکو دیکھ نہیں لیتا۔ تسلی نہیں ہوتی"

منتری۔ جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے۔ اگر دنیا میں کوئی چیز بےنظیر ہے تو یہی ہے ورنہ ہمہ صفت موصوف ہوئے ہیں تو کوئی شک نہیں۔ مگر آپ کا زیادہ دیر یہاں ٹھہرنا بھی واجب نہیں۔ ایسا نہ ہو راز فاش ہو جائے۔ آپکی بےچینی برعکس نتیجہ پیدا کرے اور تمام آرزوئیں خاک میں مل جائیں

پون کچھ دیر سوچکر۔ جو کچھ آپ نے کہا درست ہے (آہ سرد کھینچکر) اچھا محروم دید ہی جانا پڑا کل چل دیں گے!!!

ناظرین! شام کے وقت پون جب منتری کو ساتھ لیکر سیر کو نکلا تو اتفاق سے اُس کا گذر اُس مکان کے نیچے سے ہوا جو راجہ کے محل کی دیوار بدیوار مشرق کی طرف واقعہ تھا۔

اِس عالیشان مکان کی دیواروں پر کاریگروں نے گزشتہ بہادروں کی تصویریں اور بیل بوٹے اس خوبی کے ساتھ منقش کئے ہوئے تھے کہ دیکھنے والا چاہے کتنی دیر کیوں نہ دیکھے مگر سیر نہ ہوتا۔ اور پھر آنے کی آرزو رکھکر وہاں سے واپس جاتا۔ جب پون کی نظر ان تصویروں پر پڑی وہیں کھڑا ہو گیا۔ اور بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ آخر دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ انجنا دیوی کا محل یہی ہے۔

اِس وقت جو خوشی پون کو نصیب ہوئی۔ اس کا حال تحریر کرنے

سے قلم عاجز ہے فوراً چہرے کی رنگت بدل گئی۔ دل میں خیال پیدا ہُوا کہ آج کسی نہ کسی طرح ضرور اس کو دیکھوں گا۔ اور انہیں خیالوں کو لئے اُس دیوار کی طرف دیکھ رہا تھا کہ چند لڑکیوں کی آواز سُنائی دی۔ جب غور سے سُنا تو معلوم ہوا کہ کوئی کہہ رہی ہے کہ "وہ دیپ بڑا عالم اور خوبصورت جوان ہے وہ عورت بڑی خوش قسمت ہوگی جس کو ایسا خاوند ملیگا"۔ دوسری بولی "اے سکھی! عمر کا بھی تو خیال ہے۔ کیا یون ویسا نہیں؟" تیسری جو خوش طبع تھی بڑی نزاکت سے بولی آمرت کا ایک گھونٹ اچھا ہے بہ نسبت زہر کے سمندر کے۔

آہ! اس اخیر کے فقرے نے تو غضب ہی کر دیا جونہی یون کے کانوں میں یہ آواز پہنچی۔ تمام بدن میں سناٹا پڑ گیا۔ فوراً وہ خوشی کے خیالات غضب میں تبدیل ہو گئے۔ انہیں آنکھوں سے جو خوشی خوشی کسی کی جستجو میں اِدھر اُدھر جھانک رہی تھیں۔ غصّہ کے مارے شعلے نکلنے لگے اور بدن تھر تھر کانپنے لگا۔ تلوار نیام سے نکال کر منتری سے بولا۔

یون۔ منتری! کچھ سُنا راج دُلاری نے کیا کہا ہے؟

منتری۔ مہاراج! ہاں! کسی نے کہا ہے کہ "امرت کا ایک گھونٹ ہی اچھا ہے بہ نسبت زہر کے سمندر کے"، مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ کس نے کہا۔ اور کون تھی؟

یون۔ کیا تم تمیز نہیں کر سکتے کہ جو پہلے مختلف قسم کی آوازیں سُنائی دی ہیں۔ وہ ایسی سلیس نہ تھیں۔ جیسا کہ آخر میں ایک بڑی دلچسپی اور نزاکت کے ساتھ فقرہ کہا گیا ہے۔ دوسرے کو کیا واسطہ جو اس قسم کی گفتگو کرے اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ راج دُلاری ہی تھی جس نے اپنے حُسن کے غرور میں آکر مجھ کو زہر کے سمندر سے مثال دی ہے (تلوار کو دکھا کر) اسی سے اُس کا خاتمہ کئے بغیر کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ وہ کیا یاد کریگی کہ اس طرح میں نے ایک بہادر کی نسبت ایسا لفظ کہا۔ اور اس کا اجر نہ ملا۔

منتری (ہاتھ پکڑ کر) اُف! ایسا غضب نہ کرو۔ شانتی اور دھیرج سے کام لو جلدی کا نتیجہ خراب ہوتا ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ کہ آپ نے کیونکر یقین کر لیا کہ وہ انجنا دیوی ہی کی آواز تھی یا کسی اور کی۔ کیونکہ آپ اس کی آواز شناخت ہی نہیں کر سکتے۔ ناحق ایک بیگناہ کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگو!!!

پون (کانپتا ہؤا) منتری! تم کیا خیال کرتے ہو کہ میں نادان ہوں ؟ نہیں! مَیں نے اپنی تسلی بخوبی کر لی ہے کہ یہ انجنا ہی تھی۔ بھلا! خیال تو کرو جب ابھی سے اُس کے یہ خیال ہیں تو آئندہ کب بہتری کی امید کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک اعلےٰ درجہ کی حسین ہے لیکن اتنا بھی غرور کیا کہ دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھے!!!

منتری (کچھ دیر سوچکر) اوّل تو یقیناً کہہ ہی نہیں سکتے کہ یہ کسکی آواز تھی اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جاوے جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو بھی اس کی زندگی کا خاتمہ کرنا آپ جیسے دھرماتما کو زیبا نہیں اور انسانیت سے بھی بعید ہے کہ آپ اس بات پر گناہ عظیم کے مرتکب ہوں۔

پون۔ نیچے سر جُھکا کر سوچتا رہا اور دل ہی دل میں یہ پرتگیا کر کے کہ بیاہ سے بارہ برس تک اس سے ہمکلام نہ ہونگا بولا اچھا! سرد سانس لی۔ اور رتن پور کو روانہ ہؤا۔ مصنف ؎

کرم بڑے بلوان ہیں کئے نہ برتھا جا+ بوئے پیڑ جو آک کے آم کہاں سے کھا

بعض نکتہ چین اعتراض کرینگے کہ پون نے باوجود اِس قدر دانا اور عالم ہونے کے اصلیت کو تحقیق کئے بغیر کیوں ایسی پرتگیا کی؟

ناظرین! یہ کسی کے اختیار کی بات نہیں۔ یہ سب اپنے اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ جب تکلیف کے دن آتے ہیں۔ اچھی بات بھی بُری معلوم ہوتی ہے بڑے بڑے چاتر بھی چترائی بھول جاتے ہیں۔ ایک کیا ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ تھوڑی دیر غور کرنے سے آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں نے اس تقدیر کے آگے سر جُھکا یا۔ بہتیری کوشش

کی۔ مگر آخر کچھ بن نہ آیا۔ اس پر ایک ہندی شاعر نے کہا ہے ؎

سما کرے نر کیا کرے سما بڑا ابلوان
بھیلان ڈولا لٹیا وہی ارجن وہی بان

باب۔ ۵

شادی

شام کا وقت ہے آفتاب کے غروب ہونے سے تمام جہان میں تاریکی چھا گئی ہے۔ وہی گلزار جس کے دیکھنے سے تفریح طبع ہوتی تھی اور ایشور کی قدرت نظر آتی تھی کہ کس طرح اُسنے ایک سبز پودے سے خوشنما دل لبھانے والے رنگ برنگے پھول پیدا کر کے اپنی شان کا اظہار کیا ہے اسوقت وہ بھی ڈراونی شکل بنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی جگہ ایسی نہیں۔ جہاں اندھیرے نے اپنا دخل نہ کیا ہو۔ ہاں آبادی میں روشنی نظر آرہی ہے۔ وہ بھی کہیں زیادہ کہیں کم۔ لیکن مہندر پور کی بہار جو اسوقت دکھائی دیتی ہے عجیب ہے چراغاں سے تمام شہر بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ جا بجا جھاڑ اور فانوس لٹکے دکھائی دیتے ہیں۔ راجہ کے محل کی طرف تو دھیان کیجئے بڑے بڑے جھاڑ مختلف وضع اور شکل کے جن پر بڑی نفاست سے کام کیا گیا ہے۔ روشن ہیں۔ ان کا اُجالا دیکھ کر قدرتی روشنی بھی ہیچ معلوم ہوتی ہے۔ گھر گھر منگلاچار ہو رہا ہے۔ شادیانے بج رہے ہیں چھوٹا بڑا امارے خوشی کے پھولا نہیں سماتا۔ امیر اور وزرا عمدہ عمدہ پوشاکیں زیب تن کئے آگے آگے ہیں۔ اور تماشائیوں کا ہجوم اُن کے پیچھے پیچھے شہر کے جنوبی دروازے کو جا رہا ہے۔

آہا! آج کیا ہے؟ انجنا دیوی کی شادی ہے۔ اور برات کی

پیشوائی کو یہ لوگ جا رہے ہیں۔

وہ دیکھئے برات آگئی! آگے آگے چند سوار گھوڑے دوڑاتے راستہ صاف کرتے ہوئے آ رہے ہیں۔ ان کے بعد سُکھ پال میں پون جی کیسری کپڑے پہنے سر پر جڑاؤ مُلٹ (تاج) جس پر بیش قیمتی ہیرے جڑے ہوئے جگمگا رہے ہیں۔ رکھا ہے۔ پرہلادوتی بادھر اور اُس کے اراکین دربار بڑی سج دھج سے گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار ہیں اور ان کے پیچھے بیشمار پیدل عمدہ عمدہ نفیس پوشاکیں پہنے برات کی زینت کو بڑھاتے ہوئے آ رہے ہیں۔ تماشائیوں کا ہجوم حد سے زیادہ ہے۔ ہر ایک اسی کوشش میں ہے کہ سب سے آگے بڑھ کر دولہا کو دیکھے۔ چاروں طرف سے مبارکباد اور واہ واہ کی آواز آرہی ہے شادیانوں اور جھانجھ نوبت وغیرہ کی آوازوں سے آسمان گونج اُٹھا ہے۔ جس سے سامعین کی قوت سامعہ زائل ہو گئی ہے۔ اب دیکھئے اشاروں سے گفتگو کا کام لے رہے ہیں +

جب یہ برات اس شان و شوکت کے ساتھ شہر کے چوک میں پہنچی تو راجہ مہندر رائے جو پہلے ہی سے پردھان وغیرہ کو ساتھ لئے انتظار کر رہا تھا۔ رسم ملنی ادا کرنے کے لئے آگے بڑھا۔

آہا! یہ کیسا عمدہ نظارہ ہے دیکھئے دونوں راجے کس تپاک سے ایک دوسرے سے مل کر خیر و عافیت پوچھ رہے ہیں جب اس رسم کو ادا کر چکے تو بڑی عزت کے ساتھ برات کو جنواسے کے مکان میں اُتارا اور سب کے ہاتھ پاؤں دُھلا کر مرچیان[ل] پلا رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حلوا پوری کچوری اور لذیذ مٹھائیوں کے تھال ہر ایک براتی کے آگے رکھے گئے۔

جب سب نے سیر ہو کر کھانوں سے ہاتھ کھینچا تو پان الائچی تقسیم کیا گیا۔ اور بعد ازاں سب نے اپنے بستروں پر جا کر لیٹ گئے۔

جب لگن کا وقت ہوا تو پون جی کو لا کر بیدی کے نیچے شاہانہ مسند پر بٹھایا ہی تھا کہ پنڈتوں نے وید منتر پڑھ کر ہون کرنا شروع کیا اور سکھی سہیلیوں

ل برات کے ٹھکانے کے بعد جو پانی یا شربت پلایا جاتا ہے۔ اسکو مرچیان کہتے ہیں +

نے انجنا دیوی کو نہلا دُھلا عروسانہ لباس پہنا جڑاؤ زیورات سے آراستہ کر یون جی کے دائیں طرف لا بٹھایا اور گٹھ جوڑا کیا۔

آہ! جسوقت انجنا دیوی نے پون جی کے گلے میں جے مالا ڈالی۔ اُن کا چہرہ مارے غصہ کے سُرخ ہوگیا۔ دل میں وہی خیال پر تگیا کا پیدا ہوا اور کانوں میں وہی آواز بھر گئی۔ دل ہی دل میں کہنے لگے "عورتوں کا چرتر دیکھیے باطن میں تو اپنے حسن کا اسقدر غرور کہ مجھ کو زہر کا سمندر جانتی ہے اور ظاہرا جے مالا ڈال کر زوجیت کا دم بھرتی ہے۔ میں تو ایسی سینہ سیاہ عورت سے شادی کرنے سے باز آیا"

ناظرین! اس طرح کے خیالات پون جی کے دل میں گزر رہے تھے کہ اتنے میں پنڈتوں نے وید کا وہ منتر پڑھا جسکے معنے یہ تھے کہ جب تک میں اپنی عورت کے کسی ایک دوشن (عیب) کا پورے طور پر اطمینان نہ کرلوں تبتک یقین نہ کروں گا اور اسی طرح استری کے واسطے بھی ہدایت تھی۔

اس مذکورہ بالا منتر کو سن کر پون جی کے خیالات نے پلٹا کھایا اِدہر اُدھر عورتوں کے دلکش راگ اور پنڈتوں کا یک زبان ہوکر آخر میں ایک خوش آیند آواز سے لفظ "سواہا" ادا کرتے ہوئے ہون کُنڈ میں سامگری ڈالنا اور انجنا دیوی کی سکھی سہیلیوں کا پھولوں کی برکھا کرکے دولہا کو مسکراتی ہوئی نظر سے گھورنا سونے میں سہاگہ کا کام دے گیا۔ گو پون جی کے دل کو انتہا درجہ کے رنجیدہ خیالات اور طرح طرح کے توہمات تخمین کر رہے تھے۔ لیکن اسوقت وہ سب بالائے طاق پڑے ہوئے نظر آتے ہیں۔

دیکھئے! کیسے خوشی خوشی ہون کنڈ میں سوگندہت سامگری[1] ڈال رہے اور وید منتروں کو پڑھکر عورت خاوند کے حقوق کو تسلیم کرتے ہوئے عہد و پیمان کر رہے ہیں۔

جب پنڈتوں نے بیاہ سنسکار کو ختم کر کے شانتی پاٹھ پڑھا تو چاروں طرف سے مبارک بادکی آواز آنے لگی۔

[1] خوشبودار چیزیں۔

سکھی سہیلیاں انجنادیوی کو محل میں لے گئیں اور پون جی اوتارے کے مکان میں آ گئے۔

راجہ مہندر رائے کا انتظام قابل تعریف تھا کسی کو شکایت کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ جس چیز کو طلب کیا فوراً مہیا کی گئی۔

تین روز تک برات وہاں رہی چوتھے روز بیشمار جہیز دیکر وداع کرنے لگے تو راجہ مہندر رائے اور رانی بیگ موہنی کے چہروں پر اُداسی کی گھٹا چھا گئی اُدھر عورتوں کے الوداعی گیتوں نے سب کے دلوں کو ہلا دیا۔ راجہ مہندر رائے باچشم نم ہاتھ جوڑ پرہلاد ودیادھر سے کہنے لگا۔

راجہ مہندر رائے

دھن دیوس[1] مم آجکو پورن بھئی مراد + کر جوڑ[2] کروں بنتی سُن ودیادھر پرہلاد
ہے انجنا دیوی بالکا[3] نہ جانے جگ مریاد + دیا درشٹی[4] راکھیو کر یکما ابر پرادھ[5]

ناظرین! جسوقت راجہ مہندر رائے نے دلخروش آواز سے مذکورہ بالا دوہے کو کہا سب حاضرین کے آنسو آنکھوں میں بھر گئے۔ اور اس کی عاجزی پر عش عش کرنے لگے۔

راجہ پرہلاد ودیادھر (مہندر رائے کا ہاتھ پکڑ کر)

ایشور کا دھنباد ہے سنو مہندر را + کروں ادھک[6] یوں ہے پیار میں مت برتھا گھبرا
آنند منگل چار سے ہیں دہ لہن دولہا + آیو کریں[7] وتیت یہ کُن ایشور کا گا

جسوقت برات وہاں سے وداع ہوئی۔ ہر ایک کے چہرے پر اداسی چھا گئی۔ سکھی سہیلیاں ابر نوبہار کی طرح آنسو بہا انجنادیوی کے سکھ پال کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھتی رہیں۔ اس کے لڑکپن کی بھولی بھولی باتیں یاد کر کے رونے لگیں۔ جب حد نظر نے جواب دیا تو مایوسانہ صورت بنا کر سب واپس آئیں۔

جب دوسرے روز برات رتن پور پہنچی تو تمام نگر میں دھوم مچ گئی عورت مرد سب انتظار کی تاب نہ لا کر دوڑ پڑے۔ دولہا اور دلہن کو دیکھکر

[1] زبان [2] ہاتھ [3] نادان [4] اس پر مہربانی کی نظر رکھنا۔ [5] اگر کوئی قصور ہو تو معاف کرنا [6] زیادہ [7] اپنی عمر ایشور کی بھگتی میں گذاریں +

نہایت خوش ہوئے
آہا! چھوٹے چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں کیسے دیکھنے کے جوش میں بھاگے جاتے ہیں کہ گرنے کا بھی خوف نہیں۔
دیکھئے وہ لڑکی گر پڑی مگر جھٹ اوڑھنی کو سنبھال کر پھر بھاگی جارہی ہے۔غرض بڑے جاہ و جلال اور مسرت کے ساتھ برات شہر میں داخل ہوئی۔ چاروں طرف سے مبارکباد کی آوازیں آنے لگیں۔
جب شاہی محل کے دروازے پر پہنچے تورانی کیتومتی نے دولہا اور دلہن کو دیکھ کر ایشور کا دھنیاد کیا۔
ناظرین! رانی کیتومتی انجنا دیوی کا حسن دیکھکر ایسی فریفتہ ہوئی۔ کہ بار بار اُس کے مُنہ کی طرف دیکھتی اور سیر نہ ہوتی۔غرض بڑی محبت اور خاطر تواضع سے پیش آئی۔
انجنا دیوی نے ان باتوں کو غنیمت سمجھا اور ایشور کے حضور میں سر جھکا کر شکریہ ادا کیا +

باب-٦

دل کے ارمان دل میں رہے

صبح کاذب کا سہانا وقت ہے آسمان پر تارے ابھی جھلملاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں کہ انجنا دیوی بستر خواب سے اُٹھی۔ اور ضروریات سے فارغ ہو کر اشنان کر نت کرم کرنے بیٹھ گئی۔
جب سندھیا اُپاسنا کر چکی تو اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی بسنت مالا کے ساتھ اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے ہنس رہی تھی کہ کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی۔ دل میں یہ خیال گزرا کہ پون جی آتے ہیں یہ سوچکر

دونوں خاموش ہو گئیں۔

اتنے میں ایک عورت پست قد۔ فربہ گردن۔ گول چہرہ۔ سانولا رنگ۔ سر کے بال بکھرے ہوئے۔ بسنتی دوپٹہ اوڑھے۔ ساڑھی پہنے آئی اور پرنام کرکے کھڑی ہو گئی۔

بسنت مالا۔ (بڑی ملائم آواز سے) بہن بیٹھ جا۔

پست قد عورت۔ مجھ کو کچھ بہوجی سے عرض کرنی ہے۔

انجنا دیوی۔ بہن! بیٹھو تو سہی۔

پست قد عورت۔ بہت اچھا۔

انجنا دیوی۔ کہو! کیا حکم لائی ہو؟

پست قد عورت۔ کنور جی نے آپ کے لئے پالکی بھیجکر فرمایا ہے کہ آپ دوسرے محل میں جو یہاں سے قریب ہی ہے جاکر رہیں۔

اس بات کو سُنکر انجنا دیوی تو حیران سی رہ گئی۔ مگر بسنت مالا چٹکی لیکر مُسکرا کر بولی۔

بسنت مالا۔ انجنا دیوی! میری طرف خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ پون جی کی محبت میں آکر مجھ کو بھول جاؤ۔ میں نے تو تمہاری خاطر ماں باپ کو چھوڑ کر پردیس اختیار کیا ہے۔

انجنا دیوی۔ کیا تم میرے ساتھ وہاں نہ جاؤ گی؟ اپنے قول کو پورا نہ کرو گی؟ تم تو کہتی تھی کہ جب تک جسم میں جان ہے تم کو نہ چھوڑوں گی چاہے کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ تم سے مُنہ نہ موڑوں گی پیاری! ابھی سے ایسی باتیں سُنا کر کیوں ڈراتی ہو۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ تم کو چھوڑ کر میں اکیلی جاؤں؟

یہ کہا اور دونوں پالکی میں سوار ہو گئیں۔

بیچاری انجنا دیوی نہیں جانتی تھی کہ جو سامان خوشی کے تھے آج آج تمام ہوئے۔ اور رنج وغم کچھ عرصہ کے لئے میری سیوا[۱] کرنے کو آئے ہیں +

[۱] یعنی خدمت

پیارے ناظرین آپ کو معلوم ہوگا کہ جو پرتگیا پون جی نے کی تھی۔ اس کو اب پورا کرنے کا وقت آیا ہے۔

جب انجنا دیوی اس محل میں آئی تو سوائے دربانوں کے جو دروازہ پر کھڑے تھے کسی کو نہ پایا۔ دل میں خیال گذرا کہ شاید سوامی جی تھوڑی دیر کے بعد آئینگے چنانچہ اُسی انتظار میں شام ہوگئی بسنت مالا نے شمعدان روشن کیا۔ اور انجنا دیوی نت نیم کرنے لگی۔ جب فارغ ہوئی تو بھی سوائے بسنت مالا کے کسی کو نہ دیکھا۔ مختلف خیال دل میں جاگزیں ہو کر گھبراہٹ پیدا کرنے لگے۔ کئی طرح کے فرضی گھوڑے اس بات کی اصلیت معلوم کرنے کو دوڑاتی۔ مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا۔ آخر جب آدھی رات گزر گئی۔ تو بسنت مالا سے بولی۔

انجنا دیوی۔ سکھی! کیا تو بتلا سکتی ہے کہ سوامی جی کیوں نہیں آئے؟ اور مجھ کو اس محل میں کیوں رکھا گیا ہے؟

بسنت مالا۔ انجنا دیوی! کیوں گھبرا رہی ہے انکو کچھ ضروری کام ہو گیا ہوگا اسلئے وہ نہیں آسکے! اور یہ اکثر راجکماروں کا دستور ہے کہ شادی ہونے کے بعد ماں باپ سے علیحدہ رہنا پسند کرتے ہیں۔ شاید انھوں نے بھی یہ سوچکر تمہارے لئے یہ محل تجویز کیا ہو۔

انجنا دیوی۔ میرا خیال تھا کہ میں بڑی خوش قسمت ہوں جو ایسی ساس ملی ہے۔ جسکے ملنے سے ایک ہی روز میں وہ پریم جو میں اپنی والدہ کے ساتھ برسوں سے رکھتی تھی بھول گئی۔ کیا اچھا ہوتا اگر ان کے ہی پاس رہتی پیاری! اس بات کو سوچ کر کہ جب سے میں آئی ہوں۔ سوامی جی نے تو میرے ساتھ بات تک نہیں کی اور نہ ابتک یہاں آئے ہیں۔ میں تیرے قیاس کو کیونکر درست مان سکتی ہوں کہ انہوں نے یہ محل اپنے رہنے کے واسطے پسند کیا ہے۔ سکھی! اس میں ضرور کچھ نہ کچھ بھید ہے +

یہ کہا اور نہ جانے کیا خیال دل میں گزرا کہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور نہایت بے چین ہو گئی۔

بسنت مالا نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح یہ تھوڑی دیر آرام کرے۔ مگر آرام کس کو! دل تو اس کا ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا ہے۔ آنکھیں بے صبری سے انتظار کر رہی ہیں۔ بُرے بُرے خیالات پیدا ہو کر دماغ کو پراگندہ کر رہے ہیں۔ اور سنسان مکان ڈرا رہا ہے نیند آئے تو کیونکر غرض انجنا کبھی تو پلنگ پر لیٹ کر کچھ سوچتی ہے۔ جب وہاں سے دماغ نے چکر کھایا تو جھروکے میں جا بیٹھی وہاں سے اٹھی تو بسنت مالا سے جا بولی "پیاری! سوامی جی تو اب تک نہیں آئے۔ ہائے کس سے پوچھوں؟"

غرض انہی باتوں میں رات بسر کی جب صبح ہونے کو ہوئی تو اشنان کرنے کے سندھیا کی کہ اتنے میں وہی پست قد عورت جسکا نام شاید للتا ہے آئی۔ جسکو دیکھ کر انجنا دیوی بڑی غمگین آواز سے بولی "بہن آج کیا حکم لائی ہو؟"

للتا۔ نہ کو بار ہی ہوں۔ آپکے دیکھنے کے لئے آ گئی۔

بسنت مالا۔ بہن پون جی کہاں ہیں؟

للتا۔ سندھیا کرنے ابھی باہر کو گئے ہیں۔

بسنت مالا (بڑی رسیلی زبان سے) پیاری! بہن کیا تو بتا سکتی ہے۔ کہ کنور جی نے انجنا دیوی کو اس محل میں علیحدہ کیوں رکھا ہے؟ اور خود کیوں نہیں آتے اور نہ رانی جی نے خبر لی ہے انجنا دیوی تو کل سے رو رو کر حیران ہو رہی ہے۔

للتا نے انجنا دیوی کی طرف دیکھ کر سرد سانس لی اور کچھ جواب دیا۔ للتا کی یہ حرکت دیکھ کر انجنا دیوی کا ماتھا ٹھنکا اور بسنت مالا کے ہوش اُڑے اور کہا "ہائے غضب ہوا۔ ایسی کیا بات ہے؟

بسنت مالا (للتا کے گلے میں دونوں ہاتھ ڈال کر) بہن! سچ بتلا۔ کیا بات ہے؟

للتا۔ کیا بتلاؤں؟ (ماتھے کو ہاتھ لگاکر) انجنا دیوی کی قسمت پھوٹ گئی! کنور جی نے کسی بات پر جس کو وہ بتلانے سے گریز کرتے ہیں پرتگیا کی ہوئی ہے کہ بیاہ سے بارہ (۱۲) برس تک انجنا سے بات نہ کریں گے۔ بلکہ اسکی شکل دیکھنے کے بھی روادار نہ ہونگے اور اپنی ماتا کو بھی بات کرنے سے قطعی ممانعت کردی ہے۔

یہ کہکر للتا تو چلتی ہوئی اور انجنا دیوی کے ہاتھ پاؤں بھول گئے۔ آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ بولنے کی طاقت باقی رہی۔ اور بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑی بسنت مالا یہ حالت دیکھکر اپنے دل کو سخت کر کے انجنا دیوی کا سر اپنے زانوں پر رکھکے بولی۔

بسنت مالا (انجنا دیوی کے سر کو حرکت دیکر) انجنا دیوی! انجنا دیوی! پیاری کیوں نہیں بولتی؟

جب اُس نے کچھ بھی جواب نہ دیا تو بہت گھبرائی اور چیخ مار کر بولی۔ ہائے! انجنا دیوی کو کیا ہوگیا؟ اب میں کیا کروں؟" اور تھوڑا سا پانی لاکر اُس کے مُنہ پر چھینٹا دیا۔ قدرے ہوش آیا تو یہ کہا "ہائے! دل کے ارمان دل ہی میں رہے" اور خاموش ہوگئی۔

تب پھر بسنت مالا نے اس کے سر کو ہلاکر کہا "پیری سکھی! کیوں اسقدر بے چین ہو رہی ہے؟ تیری یہ حالت دیکھ کر میرا جی گھبراتا ہے۔ سینہ چاک ہوا جاتا ہے۔ یہاں ہمارا غمخوار کون ہے۔ جو پون جی کو جاکر کچھ سمجھائیگا۔ یا ہمارے ہی حال پر ترس کھاکر ہم کو تسلی دیگا۔ میں جانتی ہوں کہ تو بے گناہ ہے لیکن کیا کروں میری کون سنتا ہے!! اب تو سوائے ایشور کے کوئی سہارا نہیں۔ اسقدر غم کرنے سے تو کچھ فائدہ نظر نہیں آتا۔"

پیاری! تم خود دانا ہو زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ ذرا بچار تو کرو! میں کیا کر سکتی ہوں؟ بجز اس کے کہ تم کو اس حالت میں دیکھ کر آنکھوں سے آنسو بہاؤں" یہ کہا اور پانی مُنہ میں ڈالا اور سر کو ہاتھ سے ہلایا۔ جب **انجنا دیوی** نے آنکھ کھول کر اس کی طرف دیکھا تو **بسنت مالا** نے کہا۔ پیاری! دل کو مضبوط کرکے ایشور پر بھروسہ رکھ۔ دیکھ گیانی وہی ہے جو مصیبت میں دھیرج رکھے۔ کیا تجھ کو اپنے مہندر پور کے باغ کی وہ بات جو میہ کرتے وقت اکثر کہا کرتی تھی یاد نہیں۔ جو دُکھ سُکھ سر پر کا بھوگ جان کر ایشور پر بھروسا رکھتا ہے۔ وہی سُکھ پاتا ہے" یہ سُنکر **انجنا دیوی** نے بڑی نرم آواز سے کہا "میں سب کچھ جانتی ہوں۔ لیکن دل نہیں مانتا من کو بہتیرا حوصلہ دیتی ہوں کہ یہ کسی کا دوش نہیں۔ میرے ہی کرموں کا پھل ہے مگر جب اس داسی کی بات یاد آتی ہے۔ بے اختیار جی گھبرانے لگ جاتا ہے +

اور تو کچھ فکر نہیں صرف خیال ہے تو یہ ہے کہ وہ کونسی ایسی بات ہے۔ جس نے اُس پران پیارے کو میری طرف سے بدظن کرکے ایسی پرتگیا پر آمادہ کیا۔ جہاں تک میں سوچتی ہوں۔ یہاں کیا ماں باپ کے گھر بھی تو کبھی میں نے زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں نکالا۔ جو دوسرے کے ملال کا باعث ہوا ہو! اور خاص کر سوامی جی کے ساتھ یا ان کی بابت گفتگو کرنے کا تو موقع بھی نہیں ملا۔ ان کو رنج ہُوا تو کیونکر؟ ہائے! کچھ سمجھ میں نہیں آتا اصلیّت اس کی کیا ہے؟

بسنت مالا۔ جو کچھ تم نے کہا درست ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ تم بیگناہ ہو لیکن گھبرانے سے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

انجنا دیوی (سرد سانس لے کر) کیا گھبرانا ہے۔ یہ پچھلے جنم کے کرموں کا پھل ہے۔ کسی کو دوش نہیں!

یہ کہا اور ٹپ ٹپ آنسو آنکھوں سے گرنے لگے۔

جب اس طرح دن رات کی آہ وزاری اور بے قراری میں کچھ عرصہ گذرا تو ایک روز سندھیا کر کے ایشور سے پرارتھنا کر رہی تھی کہ رو کر اس طرح کہنے لگی +

دوہا

گون اوگیا میں کری دین بندھو بھگوان ۔ نہ میری اور نہار تے میرے پریتم پران
بدھنا کیا توئے بیر تھا جو لکھا مندر لیکھا ۔ ایسے پریتم چیتر نے دیا موہے براگ
پریتم میرے پیارے کھماں کر دا پرادھ ۔ تیرے درس کو ترستے مورے نین اسا بد
بسنت مالا میری پیارڑی تم کچھ کرو اپاو ۔ جا بدر بجیں پون جی کر یو وہ ہی بنا
کہے داس سن انجنا مت بر تھا گھبرا ۔ نہیں دوس کسی کو پیارڑی کرم لکھیا لیا پا

یہ کہا اور پریشانی کی حالت میں پھر کچھ سوچنے لگ پڑی۔ بہت دیر تک عالم سکوت میں بیٹھی رہی۔ لیکن جب یہ خیال دماغ نے چکر کھاتا ہوا زبان پر آیا "اُف! بارہ سال کی پڑ گیا" تو سینہ غم سے تھرتھرایا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور پون جی کو مخاطب کر کے یوں کہنے لگی "اے پران پیارے! میرے حال پر رحم کرو۔ بغیر آپ کے میرا یہاں کون ہے؟ مہاراج آپ اس داسی سے کیوں ایسے بدگمان ہو گئے جو ایسی سخت پڑ گیا کی؟ میں نے تو ابھی تک آپ کے درشن بھی اچھی طرح نہیں کئے! میرے نین تو چکور کی طرح آپ کا چاند سا مکھڑا دیکھنے کو ترستے ہیں۔ میں ابھی تک آپ کی خدمت کرنے نہیں پائی ہوں کہ اس میں کچھ پیش و پیش ہوا ہو۔ ہائے! سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ میری طرف سے بدظن کیوں ہو گئے؟ ؎

کھما کر دا پراد ناتھ میں دکھیا بھاری ۔ مات پتا کو چھوڑ آئی میں شرن تمہاری
بناں آپ مہاراج کون میرا ہتکاری ۔ دیا کا ہے براگ پتی میں داس تمہاری

ناظرین! انجنا دیوی نے ان مذکورہ بالا فقروں کو ایسی دردناک آواز سے روتے ہوئے زبان سے نکالا کہ جن کو سن کر پون جی کا دل جو حسن اتفاق سے اُس وقت اُسی محل کے نیچے سے گزر رہے ہیں۔

پاش پاش ہوگیا۔

اگر ان نقروں کو سحر سامری کہیں تو بجا ہے جنہوں نے ان کے کانوں میں پہنچتے ہی آگے بڑھتے ہوئے قدم کو وہیں روک لیا اور انجنا دیوی کے پاس جانے پر آمادہ کر دیا ہے۔

جس وقت پَوَن جی نے آخر کا دوہا سُنا تب تو بے اختیار ہو کر لوٹ ہی پڑے۔ مگر ایک دو قدم چلنے کے بعد ٹھٹک کر وہیں کھڑے ہو کر دل ہی دل میں کہنے لگے "اُف میں نے تو بارہ سال کی پرتگیا کی ہوئی ہے ابھی تو گیارھواں برس گذرا ہے" (پھر خود ہی) اگر میری پرتگیا راستی پر نہ ہوئی تو مجھ سے بڑھ کر بے رحم اور کم عقل کون ہوگا؟ جس نے ایک آواز کو سُن کر بغیر تحقیق اور تسلی کرنے کے ایسی سخت پرتگیا کی۔ افسوس! مجھ سے بڑی نادانی ہوئی! بے شک بڑی بڑی نادانی ہوئی!!! کوئی بھی عقلمند ایسا نہیں کرتا۔ جیسا کہ میں نے کیا ہے" !!!

آہ! اگر اسی طرح گریہ وزاری کرتے کرتے یہ مر گئی۔ تو بس قیامت ہی ہے۔ میں تو دین کا رہا نہ دنیا کا (کچھ سوچ کر) کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اب تو ضرور پران پیاری سے مل کر اُسکا حال دریافت کرونگا۔ ورنہ ناحق اُسکا خون میری گردن پر ہوگا" یہ سوچ کر قدم اٹھا کر آگے بڑھا۔ مگر پھر جھجک کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا۔ "افسوس میں کیسا بیوقوف ہوں کہ ایک دفعہ ناعاقبت اندیشی سے تو اب تک پشیمان ہو رہا ہوں۔ دوسرا ایک اور دھبہ اپنی زندگی پر لگانے کو تیار ہوا ہوں اس سے تو قیامت تک رہائی مشکل ہے۔ کیونکہ جب یہ بات عام مشہور ہو جاویگی کہ پَوَن نے پرتگیا کر کے اس کا پالن نہیں کیا۔ تو تمام جہان میں میری رسوائی ہوگی۔ ہر ایک سے مُنہ چھپانا پڑیگا۔ ورجو پرتگیا کر کے اُس کا پالن نہ کریگا نہ ہی مجھ کو بطور مثال کے پیش کریگا۔ آہ! ایسا کام تو میں کبھی نہیں کرونگا" یہ کہہ کر نیچے نظر کئے سوچتا ہوا وہاں سے چلا گیا ⁘

باب ۔
کشش دل

دن کے تیسرے پہر کا وقت ہے جبکہ راجہ پرہلاد وریادھر کے دربار میں ایک سناٹا سا چھا رہا ہے کسی کی آواز سنائی نہیں دیتی کیا یہاں راجہ صاحب تشریف نہیں رکھتے اور اہلکار چلے گئے ہیں۔ جو یہ عالم سکوت ہے؟ نہیں صاحب! وہ دیکھو راجہ پرہلاد وریادھر اور پون جی دونوں چلنے کو تیار کھڑے ہیں! اور درباری اہلکار اپنے اپنے کاغذات سنبھال کر منتظر اس بات کے دکھائی دیتے ہیں۔ کہ کب دروازے سے باہر قدم رکھیں اور ہم چلتے پھرتے نظر آئیں۔ جونہی راجہ وہاں سے چلنے لگا۔ ایک سپاہی فوجی وردی پہنے دروازہ سے داخل ہوا اور جھک کر آداب کرتے ہی ایک خط جیب سے نکال راجہ کو دیا اور آپ الگ کھڑا ہو گیا۔ راجہ خط ہاتھ میں لیکر پہلے تو کھڑا ہی کھڑا پڑھتا رہا۔ مگر بعد میں متفکر صورت بنا کر مسند پر بیٹھ گیا اور بڑی حیرانگی سے کبھی تو خط کی طرف دیکھتا اور کبھی سر جھکائے سوچنے لگ جاتا ایشور جانے اس خط کا مضمون کیا ہے۔ جسکو راجہ پڑھکر دیر سے سر جھکائے سوچ رہا ہے۔ ہاں کبھی کبھی پون کی طرف بھی دیکھ لیتا ہے۔ راجہ کی یہ حالت دیکھ کر حاضرین دربار بڑی حیرت میں ہو کر راجہ کے منہ کی طرف دیکھنے لگے مگر کسی کو جرأت نہ پڑی کہ زبان سے کچھ کہے بالآخر تھوڑی دیر کے بعد راجہ نے پردھان سے مخاطب ہو کر کہا۔

راجہ۔ مہاراجہ راون لکھتا ہے کہ دورمتی نگر کے راجہ ورن سے کچھ عرصہ ہوا ہے کہ جنگ ہوئی تھی۔ جس میں وہ غالب آ گر کھر اور دوکھن کو قید کر کے لے گیا ہے اب اُن کے رہا کرنے کی غرض سے جنگ کا ارادہ ہے۔ اسلئے تمام

راجاؤں کو جو ماتحت لنکا کے ہیں طلب کیا ہے۔ چنانچہ ہم کو بھی لکھا ہے۔

اب میں سوچتا ہوں کہ وہاں خود جاؤں یا پون کو بھیجوں۔ پر وہاں کچھ جواب دینے کو تھا کہ پون جی نے آگے بڑھکر یوں کہا۔

پون جی۔ مہاراج اگرچہ آپ کے نزدیک یہ کچھ اہم معاملہ نہیں لیکن میری موجودگی میں آپ کا جانا گویا میری بہادری کو دھبہ لگانا ہے۔ اس لئے عرضِ وِنتی التماس ہے کہ مجھ کو جانے کی اجازت دیجاوے۔

جب پون جی نے اس طرح کہا تو پردھان نے اس بات کی تائید کی منتری وغیرہ نے زور دیا۔ ان کی باتیں سُن کر پہلے تو راجہ کچھ دیر تک نیچے نظر کئے سوچتا رہا۔ بعد میں پردھان سے بولا۔

راجہ۔ اچھا! فوج کی تیاری کا حکم دیدو تاکہ پون کل صبح ہی یہاں سے روانہ ہو جائے۔ پردھان نے یہ سنتے ہی فوراً فوجی افسروں کو بلا کر سب سامان درست کرنے کے واسطے تاکید کی۔

صبح ہوتے ہی پانچ سو جنگی جوان ننگی تلواریں کاندھوں پر رکھے ترکشوں کو تیروں سے پُر کئے رتن پور کے جنوبی دروازے کے باہر کسی کے انتظار میں دکھائی دیئے۔

جسوقت پون جی سر پر مکٹ[1] رکھے زرہ بکتر پہنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے وہاں آئے تو سب نے جنگی قاعدہ کے مطابق سلامی دی۔

تھوڑی دیر کے بعد ناقوس بجا جس کی آواز سنتے ہی وہ سپاہی جو آگے پیچھے ہو کر صفیں باندھے قدم ملائے منتظرِ حکم کھڑے تھے۔ بڑی تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے نظر آئے۔ جنکے پاؤں کی یکساں آواز کانوں میں پہنچکر کیا سہاونی معلوم ہوتی ہے۔

سب سے آگے پون جی منتری کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے جا رہے ہیں اور ان سب کے پیچھے سیناپتی دُھند بسر بڑے آن بان سے گھوڑے کو ایڑی دیتا ہُوا کبھی دائیں طرف کو نکل جاتا ہے۔ کبھی بائیں طرف ذرا کسی کا

[1] جو ایک تاج کی قسم کا ہوتا ہے +

قدم اِدھر اُدھر ہُوا کر وُھند ہیر نے وہیں ڈانٹا۔

اسی طرح بڑی شان و شوکت کے ساتھ جا رہے تھے۔ کہ آفتاب نے اپنی شوخ کرنوں کو شفقی نقاب میں چھپا کر مہتاب کے خوف سے مغرب میں پناہ لی تو ان دلاوروں نے عمدہ جگہ دیکھ کر ایک ندی کے قریب ڈیرہ جمایا۔

سب لوگ تو سوائے اُن سپاہیوں کے جو رات کی حفاظت کے واسطے مامور کئے گئے ہیں۔ سو گئے ہیں۔ مگر پون جی اور انکا منتری ابتک باتیں کرتے سُنائی دیتے ہیں۔

کچھ ذکر کر رہے تھے کہ ایک جانور کی دردناک آواز سنائی دی پون جی نے حیران ہو کر منتری سے پوچھا "یہ کون جانور ہے جو اس وقت بول رہا ہے۔ پہلے تو کبھی ایسی آواز سُننے کا اتفاق نہیں ہُوا"۔

منتری۔ مہاراج اس کو چکوی کہتے ہیں۔ یہ اکثر پانی میں رہتی ہے دن بھر تو نر اور مادہ اکٹھے رہتے ہیں۔ مگر رات کو قدرتاً الگ ہو جاتے ہیں۔ یہ مادہ ہے جو نر کے دیوگ میں بول رہی ہے۔ گویا اُسکو بلا رہی ہے۔

پون جی (حیران ہو کر) کیا یہ رات کو دونوں ایک جگہ نہیں رہ سکتے؟

منتری جی نہیں۔ قدرتاً ہی ایسا ہے کہ یہ رات کو ایک دوسرے سے نہیں مل سکتے۔

پون جی۔ ایں! صرف رات کی جدائی میں ایسی بول رہی ہے!!

منتری۔ جی ہاں! آپ اسقدر حیران کیوں ہوئے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔

پون جی۔ اس کی آواز سنکر مجھکو ادر ہی خیال پیدا ہو گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ہم نے شادی کرتے ہی انجنا دیوی کو علیحدہ مکان میں رکھا ہُوا ہے اور آج تک اسکی شکل بھی نہیں دیکھی۔ جب اس حیوان کا یہ حال ہے تو وہ بیچاری کیوں نہ بے چین ہوتی ہو گی؟ گو ظاہر نہ کرتی ہو مگر دل ہی دل میں کُڑھتی ضرور رہتی ہو گی!!!

منتری (تعجب کے لہجہ میں) کیوں؟ آپنے ایسا کیوں کیا؟

پون جی۔ کیا تم کو وہ مہندر پور کی بات یاد نہیں؟ جب ہم تم شادی کرنے پہلے گئے تھے تو انجنا دیوی نے کیا کہا تھا؟ بس اسی بات پر ہم نے پرتگیا کی ہوئی ہے کہ شادی سے بارہ برس تک اس کے ساتھ ہم کلام نہ ہونگے۔
منتری (بڑی سنجیدگی سے) اگر آپ نے اسی بات پر عمل کر کے ایسی سخت پرتگیا کی ہے۔ تو غضب ہی کر دیا۔ کیونکہ وہ بات قابل یقین نہ تھی۔ اور میں نے اسوقت بھی یہی عرض کی تھی۔ مگر افسوس! آپنے کچھ توجہ نہ کی۔ اور ناحق اُس دیوی کو اتنک پریشان رکھا! انجنا دیوی نے میری استری سے جو اکثر اسکے پاس جایا آیا کرتی ہے کبھی اس بات کا ذکر بھی نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی قسم کی شکایت زبان پر لائی ہے۔ اُس کے وواہ ہونے پر تو تمام عورتیں عش عش کر رہی ہیں اُسے بارہ سال ہو گئے!! مگر آپ نے پہلے کبھی ذکر نہیں کیا!! ورنہ کب ممکن تھا کہ میں آپ کو اس گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونے دیتا۔ آہ یہ بات سُنکر میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ آپنے بڑا ظلم کیا! حقیقت میں ظلم کیا!!! ایسے پاک خیالوں کے رکھنے والی وہ دیوی! اور اُسپر یہ جور و جفا ستم! ستم! آپ بڑے بے رحم ہیں۔

ناظرین! منتری کی باتیں پون جی کے بدن میں بجلی کی طرح اثر کر گئیں اسپر یہ خوب موزوں ہے کہ "جادو وہ جو سر چڑھ بولے"۔ پون جی نے بغیر کسی بات کا جواب دینے کے یوں کہا۔ ؎

دُکھ کے کارن میں بھو سنتاپی تج نار
شیل وتی پیاری انجنا کچھ نہ کیا بچار

جب پون جی نے اس طرح کہا تو منتری بولا۔

منتری۔ مہاراج جو اسوقت گذر گیا وہ تو ہاتھ نہیں آتا لیکن اب بھی رتن پور نزدیک ہے۔ آپ جاکر اُسکی تشفی کر آویں اور میں سینا کو لیکر رام ناتھ پر آپکا انتظار کرونگا۔

پون جی۔ (کچھ دیر سوچنے کے بعد) منتری جی! بڑی خوشی کی بات یہ ہوئی کہ آج بارہ سال پرتگیا کے بھی پورے ہو گئے۔

منتری - تو اب آپ دیر نہ کریں کیونکہ رات پہلے ہی بہت گزر چکی ہے۔
پون جی - خیر اس بات کی تو کچھ فکر نہیں۔ لیکن اگر میں اسوقت واپس گیا تو پِتا جی خیال کرینگے کہ میں لڑائی سے ڈر کر واپس آگیا ہوں اور یار دوست ہنسینگے
منتری - آپ کو کسی سے ملنے کی ضرورت ہی کیا؟ صرف انجنا دیوی تک جائیے اور ایک دو روز رہکر واپس آجائیے۔

پون جی کو منتری کی تجویز پسند آئی - فوراً گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور گھوڑے کو ایڑ ہی لگانے کی دیر تھی کہ یہ جا! وہ جا! آخر نظر سے غائب ہو گئے۔

باب - ۸

حصول مراد

ایک پہر سے کسیقدر زیادہ رات باقی ہے کہ انجنا دیوی جو اس سے پہلے تمام رات پون جی کے وِیوگ میں جاگتی رہی تھی۔ اسوقت بیہوش ہو کر سو گئی اور سوئی بھی اس نیند میں۔ جسکو بیفکری کی نیند کہیں تو بجا ہے کیونکہ جب سے یہ سُسرال میں آئی تھی یہ میٹھی نیند تو اس سے کوسوں دور رہتی تھی۔ ہاں سرد آہیں اور گردش ایام کی شکایتیں اِس کی ہمدم اور رفیق تھیں۔ آج معلوم نہیں کیا باعث ہے کہ باوجود سندھیا کا وقت ہونے کے بھی یہ اب تک بیہوش سو رہی ہے۔

جب معمول سے زیادہ وقت ہو گیا اور انجنا دیوی نے کروٹ بھی نہ بدلی تو بسنت مالا بہت انتظار کے بعد انجنا دیوی کے کمرے میں دبے پاؤں آئی - اُس نے دیکھا کہ وہ بے خبر سو رہی ہے اور شمعدان روشن ہے۔

چونکہ پہلے بسنت مالا نے مدت سے اس کو اس حالت میں کبھی نہ دیکھا تھا - اسلئے گھبرا گئی - اور ہاتھ بڑھا کر بیدار کرنے کا ارادہ کیا - مگر جھجک کر

اس خیال سے رہ گئی کہ بڑی مدت کے بعد اسکو یہ نیند نصیب ہوئی ہے۔

اگرچہ انجنا دیوی خواب غفلت میں بیہوش سو رہی ہے۔ لیکن اس کے لبوں سے کچھ تبسم کے آثار پائے جاتے ہیں نہ صرف یہی بلکہ آہستہ آہستہ حرکت بھی کر رہے ہیں۔ گویا یہ خواب میں کسی سے باتیں کر رہی ہے۔

بسنت مالا۔ بڑی حیرانگی سے بہت دیر تک اس پیاری صورت کو دیکھتی رہی اور کئی طرح کے خیالات اسکو حیران کرتے رہے۔

جب سندھیا کا وقت گزرنے لگا۔ تو بسنت مالا کی بے چینی حد سے بڑھی زیادہ صبر کی تاب نہ لا کر بولی۔

بسنت مالا۔ پیاری سکھی! سندھیا کا وقت ہو گیا اور تم اب تک سوتی ہو۔ کیا آج اُٹھنے کو دل نہیں چاہتا یا کچھ دشمنوں کی طبیعت ناساز ہے۔

انجنا دیوی نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور پھر بند کر لیں بسنت مالا انجنا دیوی کی یہ حرکت دیکھ کر تعجب میں ہوئی اور بولی۔

بسنت مالا۔ سکھی! آج یہ کیوں! کیا! میری شکل تم دیکھنا نہیں چاہتی! اگر کہے باہر نکل جاؤں؟

انجنا دیوی۔ مسکراتی ہوئی اُٹھی اور بولی ؎

بسنت مالا میں سپن دیکھے ہیں بھرتار - اتی انند میں من وکھے رہی گھڑی دو چار

دھن دن پیاری آج کا جو دیکھا سپن یار - تب سے مگن ہے من میرا جو ر الکھیں کرتار

بسنت مالا کچھ کہنے کو تھی کہ دروازہ کھٹ کھٹانے کی آواز آئی۔ دوڑ کر جھروکے سے جا کر دیکھا تو پون جی کو پایا ہنستی ہوئی آئی اور یوں کہا ؎

اُٹھ دیکھ پیاری انجنا کیوں ہوئے بے چین - سوامی کھڑے دوار پر سیتل کر اُٹھ نین

انجنا دیوی۔ سکھی! کیوں دل لگی کرتی ہے۔ کبھی تو ایشور کرپا کرینگے کبھی تو بھلے دن آئینگے۔ انجنا دیوی یہ کہتی رہی کہ بسنت مالا نے جا کر دروازہ کھولا۔ اور پون جی کو ساتھ لائی۔

جونہی انہوں نے قدم دالان میں رکھا کہ انجنا دیوی کو اپنے پاؤں پر پایا

اور یہ کہتے سُنا یُدھن ہے آج کا دن جو آپکے درشن ہوئے مہاراج! میرے
نین تو چکور کی طرح آپکے درشن کو ترس رہے تھے۔ معلوم نہیں آپ میری طرف
سے کیوں ایسے بدگمان ہو گئے۔ جو آج تک خبر ہی نہ لی۔ سوامی جی! اب آپکے
اور کوئی سہارا نہیں۔ میرے حال پر رحم کرو۔ میں بیگناہ ہوں۔ ماں باپ کو
چھوڑ آپ کی شرن میں آئی تھی۔ سو آپ نے من سے ایسے تیاگ دیا۔ جیسے
سِدھ دھن وھام کو اور نش[۵۱]ل کو۔ یہ کہا اور زار زار رونے لگ پڑی۔

یون جی۔ پریہ جی! میرا قصور نہیں۔ یہ تمہارے ہی ابھمان کا پھل ہے۔
کیا تم کو یاد نہیں۔ شادی سے کچھ روز پہلے شام کے وقت سکھی سہیلیوں
کے ساتھ اپنے محل میں بیٹھے ہوئے اپنی خوبصورتی کے ابھمان میں آ کر
ہم کو زہر کے سمندر سے مثال دی اور دودیرب کی تعریف کر رہی تھیں
اس بات کو سُنکر **انجنا دیوی** تو حیران ہو کر **یون جی** کے مُنہ کی طرف
دیکھنے لگی مگر **بسنت مالا** نے جواب دیا۔

بسنت مالا۔ مہاراج! جو کچھ آپ نے فرمایا۔ درست ہے لیکن اس
بیچاری کو تو کچھ خبر نہیں۔ یہ تو چندر مکھی ایک منتری کی لڑکی تھی جو دل لگی
سے باتیں کر کے ہنس رہی تھی۔ سوائے اس کے وہاں اور بہت سی لڑکیاں
موجود تھیں کیا! یہ ہی بات تھی جس نے آپکو اس سخت پرتگیا پر آمادہ کیا تھا؟

یون جی (آنکھ جھکا کر) ہاں! بات تو یہی تھی۔

بسنت مالا:- افسوس! آپ نے کچھ بھی خیال نہ کیا۔ بھلا یہ تو بتلایئے کہ آپکو
یقین کیونکر آیا کہ وہ **انجنا دیوی** کی آواز تھی یا کسی اور کی۔ آپ نے پہلے تو
کبھی اس کی آواز نہیں سُنی تھی تو پہچان کیسے لیا کہ یہ اسی کی آواز ہے فرض کرو
کہ اُس وقت آپ نے کسی سبب سے دھوکھا کھا بھی لیا تھا تو یہ بڑی آسان بات تھی
کہ شادی کے بعد آپ راج دُلاری کی آواز کی پریکشا کرتے تو بھی سچ جھوٹ
کا نرنے ہو جاتا۔ مگر ہائے افسوس! آپ کی اس طرف توجہ ہی نہ ہوئی۔ یہ اسی[۵۲] کرموں کا
کھیل ہے۔ آپکا کیا دوش[۵۳]۔ یہ کہا اور دونوں رونے لگ گئیں ÷

[۵۱] ل یعنے گندی چیز کو [۵۲] یعنی غرور کا نتیجہ [۵۳] یعنی آزمائش ÷

پون جی (کچھ دیر تک سوچنے کے بعد سرد آہ بھر کر) پریہ جی! بیشک میں نے غلطی کی! غلطی بھی سخت!! معلوم نہیں اُس وقت مجھ کو کیا ہو گیا۔ کہ بغیر سوچے سمجھے ایسی پرتگیا کر لی۔ آہ پیاری! تم کو بہت تکلیف ہوئی ہے۔ مجھ کو معاف کرو۔ میں تمہارا قصوروار ہوں۔

انجنا دیوی (ہاتھ جوڑ کر) سوامی جی! ایسی باتیں کر کے مجھ کو شرمندہ نہ کرو اس میں آپ کا کچھ قصور نہیں۔ یہ کیول میرے ہی کرموں کا پھل ہے۔ میں آج کے دن کو نہایت ہی مبارک خیال کرتی ہوں جو آپ کے درشن ہوئے۔ بسنت مالا نے نادانی سے دو تین باتیں بے ادبی کی کہی ہیں۔ سو اُن کے واسطے میں آپ سے معافی مانگتی ہوں۔

اتنے میں بسنت مالا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بسنت مالا۔ سکھی! کیا آج سندھیا نہیں کرو گی؟

یہ سنتے ہی پون جی اور انجنا دیوی نے اشنان کر کے سندھیا کی اور بعد میں اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے دل کی کلفتیں دور کرنے لگے۔

اِس وقت انجنا دیوی کا وہی چہرہ جو زمانہ کی گردش سے رنج و غم میں مبتلا رہ کر زرد اور ڈراونا معلوم ہوتا تھا۔ سرخ اور دل لبھانے والا دکھائی دے رہا ہے پون جی کے نہ دیکھنے سے وہ خون جو رگ رگ میں جم گیا تھا۔ جوش زن ہے۔ بات بات پر تبسم آ رہا ہے! اور خوشی سے چہرہ دمک رہا ہے آج وہی محل جو ایک عرصہ سے دن رات کی سرد آہوں کو سنتا ہوا ماتم سرا بن رہا تھا خوشی کے قہقہوں سے گونج رہا ہے۔ دیکھو وہی پرند جو مولسری کے درخت پر اکثر بیٹھ کر انجنا دیوی کی غمزدہ حالت پر رویا کرتے تھے خوشی چہچہاتے ہوئے سنائی دیتے ہیں۔ اُسی پھلواڑی سے جس کو دیکھنے سے کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ آج بسنت مالا پھولوں کے ہار پرو کر انجنا دیوی اور پون جی کے گلے میں پہنا رہی ہے اور ایک گلدستہ بھی آگے رکھا ہے سچ ہے جی سے جہان ہے۔ اگر دل خوش ہوا تو سب چیزیں بھائیں۔ ورنہ سب

وہاں جان ہیں۔ جب تین روز گذر گئے تو **پون جی** چلنے کو تیار ہوئے تب **انجنا دیوی** نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

انجنا دیوی۔ سوامی جی! کیا آپ اپنے والدین کی طرف نہ جائیں گے؟

پون جی۔ پریہ جی! اس وقت تو میں نہیں جاسکتا یدہا **رام ناتھ** کو جاؤنگا۔

انجنا دیوی۔ مہاراج! جسوقت یہ خبر ان کو ہوئی تو وہ دل میں خیال کرینگے کہ میں نے آپ کو اُن کے ملنے سے باز رکھا ہے۔ اسلئے آپ ضرور اُنکے پاس جائیں۔

پون جی۔ پریہ جی! اسوقت اُن کے پاس جانے سے میری ہنسی ہوگی۔ وہ یہی خیال کرینگے کہ لڑائی سے ڈر کر میں واپس آگیا ہوں۔ ورنہ جانے میں **مجھ** کو کوئی عذر نہیں۔

انجنا دیوی۔ اگر آپ خود نہیں جاسکتے تو کسی کو بھیج کر ہی اُن کو اطلاع دیں نہیں تو میرے لئے یہ بہتر نہ ہوگا۔ کیونکہ رتوکال[1] میں آپ سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے اور میں اُمید رکھتی ہوں کہ ایشور ضرور اُس آرزو کو جو خاص مدعا شادی کا ہے اور جسکا اعلےٰ سے ادنےٰ خواستگار ہے پوری کرینگے۔

پون جی (ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر) پریہ جی! یہ انگوٹھی پاس رکھو انکو دکھلا دینا۔ وہ تمہاری بات پر کبھی بھی شک نہ کرینگے۔ اور میرے آنے پر یقین لائینگے۔

اگرچہ اس وقت **پون جی** کا دل **انجنا دیوی** کی باتیں سُنکر ہرگز نہیں چاہتا کہ ایک منٹ کے لئے بھی جُدا ہو۔ لیکن یہ موقعہ نازک جان کر گھوڑے کو سرپٹ ڈالے جا ہی رہا ہے۔ **رام ناتھ** سے اپنی سپاہ کو ساتھ لے **لنکا** میں پہنچا۔ جب سب راجہ لوگ جن کو طلب کیا گیا تھا آگئے تو **ورن** پر فوج کشی کی گئی اُدھر سے **ورن** بھی مقابلہ میں نکلا۔

پانچ روز تک لڑائی کا بازار گرم رہا۔ آخر **ورن** دل چھوڑ کر میدان سے بھاگ گیا۔ اور **راون** کھراور دوکھن کو چھوڑ کر **لنکا** میں واپس آیا۔

پون جی نے ہرچند کوشش کی کہ واپس **رتن پور** کو جائیں لیکن بباعث چند ضروری امور کے **راون** نے اجازت ہی نہ دی ✢

---

[1] رتوکال جسو ا ہونے کے تین روز بعد۔

باب ۔ ۹

میں بے گناہ ہوں

جب پون جی لنکا کو روانہ ہوئے تو **انجنا دیوی** محل پر چڑھی جہانتک نگاہ نے کام دیا۔ دیکھتی رہی۔ جب نظر نے جواب دیا۔ تو مایوس ہوکر نیچے آکر **بسنت مالا** سے کہنے لگی۔

انجنا دیوی۔ دیکھیں! سوامی جی کب واپس آتے ہیں؟ میری آنکھوں میں تو ان کی من موہنی صورت ایسی سمائی ہے کہ جدھر دیکھتی ہوں۔ وہی نظر آتے ہیں۔ کانوں میں انہیں کی دلنشین آواز گونج رہی ہے۔ سیج کی طرف جو نظر پڑتی ہے۔ تو وہی بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔ پیاری! میرا دل میرے قابو میں نہیں۔ یہ جانتی ہوں کہ وہ لنکا کو چلے گئے ہیں۔ لیکن جلد اس بات کو بھول کر یہی وہم سا ہو جاتا ہے۔ کہ وہ یہاں موجود ہیں۔ مگر جب اپنی بات کا جواب نہیں پاتی تو دیوانی سی ہو جاتی ہوں۔

بسنت مالا (مسکرا کر) سکھی! تین ہی روز میں تیرا یہ حال۔ نہ جانوں اگر زیادہ ٹھہرتے تو کیا ہوتا۔ چندے صبر کرو۔ تھوڑے دنوں میں آجائینگے۔

انجنا دیوی۔ (شرما کر) بہن! کیا کروں میرا دل میرے بس میں نہیں۔ یہ چنچل من مانند اس بھونرے کے جو پھول کی جستجو میں ادھر ادھر بھٹکتا پھرتا ہے ہر وقت ان کے درشن کی خواہش میں رہتا ہے۔

یہ کہا اور سرد سانس لے کر دلیں کہنے لگی "معلوم نہیں سوامی جی کی محبت بھری آنکھوں نے خود رفتگی کا مجھ پر کیا جادو کر دیا ہے۔ کہ ذرا چین نہیں آتا طبیعت کو بہتیرا سنبھالتی ہوں لیکن کسی طرح نہیں سنبھلتی۔ ہائے مجھ کو کیا ہو گیا۔ یہ کہا اور پلنگ پر جا کر لیٹ گئی۔

جب اسطرح یون جی کی یاد میں انجنا دیوی کو پانچ مہینے گزر گئے۔ تو ایک روز باتیں کرتے کرتے بسنت مالا نے کہا۔

بسنت مالا۔ سکھی! اگو تو ظاہر نہیں کرتی۔ مگر یہ بات کبھی چھپانے سے بھی نہیں چھپتی۔ میں تجھ میں حمل کے آثار پاتی ہوں۔ کیا یہ میرا خیال درست ہے؟

انجنا دیوی (نیچے سر جھکا کر) آج کیا دل لگی سوجھی ہے جو اس طرح کی باتیں کرتی ہو۔

بسنت مالا۔ نہیں نہیں! میں دل لگی نہیں کرتی۔ میرا اصل مدعا پوچھنے کا صرف یہ ہے کہ اگر واقعی میرا قیاس راستی پر ہے اور رالنشور کرے کہ ایسا ہی ہو۔ تو اس حالت میں تم کو کسی قسم کا رنج یا فکر کرنا واجب نہیں۔ کیونکہ اس کا اثر مستان پر خراب پڑیگا۔

انجنا دیوی۔ نہیں! بہن مجھ کو تو کوئی رنج نہیں لیکن اتنا خیال ضرور رہتا ہے کہ اگر رانی (ساس) نے سوامی جی کی انگوٹھی دیکھ کر یہاں آنے کا یقین کر لیں تو بہتر ورنہ پھر بڑی بھاری مصیبت کا سامنا نظر آتا ہے۔

بسنت مالا۔ اس بات کا ناحق فکر کرتی ہو۔ انگوٹھی سے بڑھکر اُن کے آنے کا ہم اور کیا ثبوت پیش کر سکتی ہیں۔ اگر نہ اعتبار کریں تو اُن سے پوچھ منگائیں۔ تم کیوں ڈرتی ہو۔

ناظرین یہ تبلا دینا بھی کچھ غیر ضروری نہیں ہے کہ انجنا دیوی فیاض اور رحم دل اوّل درجہ کی ہے۔ دیکھئے بہت سے حاجت منداس کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور یہ مختلف قسم کی خیرات کر رہی ہے۔ کوئی روٹی لیکر خوش ہو رہا ہے۔ کوئی روپیہ مانگ رہا ہے اور کوئی کپڑے کا سوال کر رہا ہے۔

انجنا دیوی تو اس وقت غریبوں کی ہمدردی میں مصروف ہے۔ آئیے! جب تک ہم رانی کیتومتی کے محل کو چلیں ایک تو مدت سے اُسے دیکھا نہیں دوسرا معلوم کریں کہ انجنا کی نسبت اُس کا کیا خیال ہے۔

رانی کیتومتی کا محل بھی نہایت عمدہ دکھائی دیتا ہے۔ زیب و زینت کے سامان جا بجا ہو رہے ہیں۔ نفیس چلمنیں دروازوں پر پڑی ہیں۔ سرخ قالین کا

فرش کیا ہوا ہے۔ اور ایک خواص دست بستہ باادب کھڑی ہے۔ اس کو تو ہم پہچانتے بھی ہیں۔ شاید اسکا نام للتا ہے جسکو پہلے انجنا دیوی کے پاس دیکھا تھا۔ بیشک وہی ہے۔ وہ دیکھو! رانی کیتومتی بھی بڑی آن بان سے زرق برق کی پوشاک پہنے بیٹھی ہوئی اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر تیور بدل کہہ رہی ہے۔

رانی۔ کیا یہ سچ ہے کہ انجنا بھاگ جانے کا ارادہ رکھتی ہے اور تمام سیم و زر بے دریغ لٹا رہی ہے۔

للتا۔ جی ہاں میں نے ایسا ہی سنا ہے۔

یہ سنتے ہی رانی کا چہرہ غصہ کے مارے تمتا گیا۔ اور دماغ چکر میں آیا۔ تو سر کو ہاتھ سے تھام نیچے جھکا تھوڑی دیر سوچتی رہی۔ بعد ازاں غصہ کے لہجہ میں للتا کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

رانی۔ جاؤ۔ ہمارا سکھپال لانے کے واسطے حکم دو۔

للتا۔ بہت اچھا۔

یہ کہا اور بھاگ گئی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد آکر کہنے لگی۔

للتا۔ ماتاجی! سکھپال آگیا ہے۔

رانی اسیوقت سکھپال میں بیٹھ کر انجنا کے محل کو گئی۔ جونہی اس نے دالان میں قدم رکھا اور انجنا کی نگہ اس پر پڑی بھاگ کر رانی کے قدموں میں جا گری اور بولی۔

انجنا۔ شکر ہے کہ اتنی مدت کے بعد آپنے درشن دیا۔ آج کا دن میرے لئے نہایت مبارک ہے جو آپنے بھی اس طرف کا رُخ کیا۔

رانی بجائے اس کے کہ اس کی عاجزانہ گفتگو کا کچھ جواب دے۔ ناک مُنہ چڑھا تیور بدل غضبناک ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ اور جونہی حمل کے آثار پائے آگ بگولا ہو کر کہنے لگی۔

رانی۔ کیا تو گربھ وتی (حاملہ) ہے یا کوئی روگ (بیماری) ہو گیا ہے؟

انجنا (شرم سے مُنہ نیچے کر لیا)

رانی (پیٹ کی طرف اشارہ کرکے) اری یہ کیا ہوا ہے؟ تیرا خاوند لڑائی پہ گیا ہوا ہے۔ یہ تو نے . . . . تو بڑی بے حیا نکلی۔

ان لفظوں کو سنتے ہی انجنا ہکا بکا سی رہ گئی۔ چہرہ سفید پڑ گیا۔ نازک دل پر سخت چوٹ لگی سر پر غم کا پہاڑ گرا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے دھڑکتے ہوئے دل اور گھبرائی ہوئی طبیعت کو سنبھال کر دست بستہ بولی ؎

ماتا سنو میری بینتی میں نر دوش نار ۔ نہیں اور کسی کو جانتی بنا ایک بھرتار
کرپا کی جگدیش نے جا مہماں ایرم پار ۔ سوامی آئے گرہ میرے کر کچھ سوچ بچار
دن تین وہ یہاں رہے کرتے ہت سے پیار ۔ گئے رتو دان دے یدھ دکھم پریتم پران آدھار

ماتا جی جس وقت وہ واپس جانے لگے میں نے بہت منت خوشامد کی کہ آپ اپنے والدین کی قدمبوسی حاصل کریں تاکہ وہ آپ کے آنے کے حال سے آگاہ ہو جاویں۔ ورنہ دوسری صورت میں وہ میری طرف سے بدگمان ہو جاویں گے لیکن انہوں نے یہی کہکر ٹال دیا کہ اس وقت ہمارے جانے سے اُنکے (والدین) دل میں خیال گزریگا کہ ہم لڑائی سے ڈر کر واپس آگئے اسلئے ہمارا جانا اس حالت میں اچھا نہیں (انگوٹھی دکھا کر) یہ انگوٹھی اپنے ہاتھ سے اُتار کر مجھ کو دی تاکہ آپ کو دکھا کر اُن کے آنے کا یقین دلاؤں۔

انجنا ابھی کہہ ہی رہی کہ **رانی** پھر غضبناک ہو کر بولی ؎

جھوٹھ نہ بول ری پاپنی ایسا نہیں کمار ۔ یدھ دکھے میرا سورما ہے جس کی تو نار
یہ انرتھ ہے تیں کیا ہو تجھ کو دھکار ۔ کاہے مری نہ تجی دھرگ جیون سنسار
کھوٹا کرم ہے تیں کیا کچھ نہ کری وچار ۔ ہوں کس کی میں پتری کس ساجن کی نار
گربھ بھیو کاہو اور سے دھر تو نام کمار ۔ جا دور ہو میری نظر سے چنچل چتر تو نار

کمبخت! جب سے تیری شادی ہوئی اُس نے (پون) تیری شکل تک نہ دیکھی! ہمکلام ہونا تو درکنار رہے۔ اب راستہ میں سے لوٹ کر تیرے ملنے کو آیا! گھڑی نہیں۔ دو گھڑی نہیں تین روز یہاں رہا۔ اور بغیر ملے ہمارے چلا گیا؟ بھلا کوئی

بھی عقلمند تیری اس بات کو مان سکتا ہے؟ کہ پون نے ایسا کیا ہو۔ ہائے تو بڑی چالاک ہے۔ اس طرح کہتے ہوئے شرم تو نہیں آتی۔ انگوٹھی دکھا کر پاک دامن بنتی ہے۔ نیکبخت اور پارسا ہونے کا دم بھرتی ہے۔ تیری پارسائی ظاہر ہوگئی جا! میری آنکھوں سے دور ہو بے حیا تجھ کو موت بھی نہ آئی۔

ناظرین! رانی کے منہ سے یہ سخت الفاظ تیر کی طرح نکل نکل کر انجنا دیوی کے پاک دل کو جو سامنے اس کے سر جھکائے ایک گنہگار کی طرح بیٹھی ہے زخمی کر رہے ہیں۔ اور اُسکی آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیلتا جاتا ہے۔ کان جنہوں نے کبھی ایسے ترش الفاظ نہ سُنے تھے اپنی طاقت کو زائل کر رہے ہیں۔ دل میں کاتب تقدیر کی رو رو کر شکایت کر رہی ہے۔ ہائے اب کیا ہوگا۔ کیا کروں۔ کدھر جاؤں۔

جب رانی کا غضب کم ہوا تو ایک مرتبہ کچھ یونہی سی اوپر نظر کر کے دیکھا اور اپنی دائیں طرف بسنت مالا کو پایا۔ آہ اس وقت اسکی پاک دامنی اور غیرت کہہ رہی تھی کہ بس اب تیرا دنیا میں رہکر مُنہ دکھانا اچھا نہیں۔ لوگ کیا کہینگے۔ اُف۔ اس خیال کے آتے ہی جسم کی تمام قوتوں نے از خود رفتہ ہو کر تھوڑی دیر کے لئے اپنا اپنا کام چھوڑ دیا۔ اور سکتے کے عالم میں ہوگئی اور جب کچھ افاقہ ہوا۔ تو ہاتھ جوڑ کر بولی۔

انجنا۔ ماتا جی میں بے گناہ ہوں۔ سوامی جی کے آنے پر آپ کو روشن ہو جاویگا اس وقت معاف کرو۔

انجنا دیوی کی عاجزی بجائے اس کے کہ رانی کے دل کو نرم کرتی اُسکے غصّہ کی آگ پر تیل کا کام دے گئی۔ سُرخ آنکھیں نکالکر پر غضب ہو کر بولی۔ تیرے **رانی**۔ تیرے دل میں خیال ہوگا کہ یہاں رہکر اُنکے خاندان کو دھبہ لگا کر پون کے نام کو بدنام کروں۔ بھلا میں ایسا کب کرنے دونگی (داسی کیطرف اشارہ کر کے) جاؤ۔ جلدی پالکی رتھ لاؤ میں اس کا ابھی فیصلہ کردوں۔

انجنا (کانپتی ہوئی) ماتا جی جب تک سوامی جی جنگ سے واپس نہیں آتے مجھ کو

لہ یہ ایک قسم کی سواری تھی جسکا تمام سامان سیاہ ہوتا تھا۔ جس میں اُس عورت کو جو بدچلن ثابت ہو۔ بٹھا کر شہر بدر کیا جاتا تھا +

یہاں رہنے کی اجازت دو۔ میں آپ کی لونڈیوں کی طرح خدمت کرونگی۔ ماں باپ کے گھر جانے سے میری بے عزتی ہوگی۔

رانی۔ خوب کہی۔ بڑی چتر ہے ماں باپ کے گھر جانے سے تو تیری بیعزتی ہوگی۔ اری بے حیا یہ اُس وقت سوچا ہوتا۔ تیرے یہاں رہنے سے جو ہمارے خاندان کو دھبّہ لگیگا۔ اُس کو تو نہیں بچارتی۔ جا دور ہو۔ زیادہ بکواس نہ کر۔

اتنے میں لونڈی نے آنکر کہا۔ ماتا جی پالکی رتھ دروازہ پر موجود ہے اور یہ پوشاک (انجنا کی طرف اشارہ کرکے) اس کے لئے لائی ہوں۔ یہ کہا اور انجنا کے آگے رکھکر پہننے کا اشارہ کیا۔

آہ۔ جسوقت لونڈی نے سیاہ کپڑے لاکر انجنا کے آگے رکھے اور پہننے کے واسطے کہا بہت ہی گھبراگئی۔ زبان سے تو کچھ بولا نہیں جاتا مگر آنکھوں سے آنسو جھم جھم گررہے ہیں۔ یا گردن پھیر کر ادھر اُدھر دیکھ رہی ہے گویا اس بات کی خواستگار ہے کہ کوئی اس کے حال پر رحم کرے۔ اور رانی کے غصہ کی آگ کو فرو کرکے اُسکو سمجھا دے کہ یہ بے قصور ہے۔

مگر افسوس یہاں کوئی بھی ایسا نہیں۔ جو اسوقت آگے بڑھکر رانی کو اسکے ارادے سے باز رکھے یا یہی کہے کہ پہلے **پون** سے اس بات کی اصلیت معلوم کرلو۔ اور بعد میں **انجنا** کو سزا دو۔

ناظرین! یہاں اس وقت سوائے اُس بدذات لونڈی یا بیچاری **بسنت مالا** کے اور کوئی نہیں۔

آہ سیاہ کپڑے دیکھ کر **بسنت مالا** نہایت بے چین ہوگئی اور صبر کی تاب نہ لاکر دوڑ کر رانی کے پاؤں پر جاگری اور بولی۔

بسنت مالا۔ ماتا جی! ایسا ظلم نہ کرو۔ **انجنا** بیقصور ہے۔ جبتک **پون جی** نہیں آتے سچ اور جھوٹھ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ اسکو یہاں رہنے دو۔ باہر جانے سے نہ صرف اسکی آبرو جاویگی۔ بلکہ آپ کا نام بھی زیادہ بدنام ہوگا۔ اور **پون جی**

سنکر بہت قلق کریں گے۔ اُس وقت سوائے پچھتانے کے اور کچھ نہ بن پڑیگا
بسنت مالا کی باتیں سُن کر رانی کا غصّہ اور بھی بڑھا جھنجھلا کر بولی۔

رانی۔ چل دور ہو۔ حرام زادی۔ دلالہ۔

یہ کہا اور پاؤں سے جھٹک کر پیچھے پھینک دیا اور سکھیاں میں ٹھکر اپنے محل کو آئی اور راجہ سے ایک خط مہندر رائے کو اس مضمون کا لکھوا کر اُسی وقت روانہ کیا کہ جس کو پڑھ کر بجائے اِسکے کہ وہ اپنی ظلم رسیدہ لڑکی کے حال پر رحم کی نظر سے دیکھے۔ اُس کے خون کا پیاسا ہو جائے +

باب - ۱۰

جلاوطنی

مادر یہ خیالیم فلک در چہ خیال ــ کارے کہ خدا کند فلک را چہ مجال

موسم گرما ہے اور دن کے پچھلے پہر کا وقت ہے جبکہ انجنا دیوی روتی اور بلبلاتی ہوئی پالکی رتھ میں بیٹھ کر بسنت مالا کو ساتھ نے رتن پور سے روانہ ہوئی آہ! اسوقت کے دردناک سین کو دیکھ کر بہت سے مرد۔ عورت جمع ہو گئے مگر ان میں سے ایسا کوئی بھی نہیں جسنے آنکھوں سے آنسو بہا کر اسیر ظلم ہونیکی شکایت نہ کی ہو۔ اگرچہ ظاہراً ہر ایک کا منہ رانی کے خوف سے مقفل ہے۔ مگر باطن میں سب رانی کے جور و جفا کا شکوہ پرمیشور سے کر رہے ہیں۔

ان لوگوں کو انجنا دیوی نیچے سر جھکا کر حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی جا رہی ہے۔ اور کئی طرح کے خیالات دماغ سے دل اور دل سے دماغ میں آرہے ہیں۔ خود ہی اُنکی تائید کرتی ہے۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد تردید کرنے لگ جاتی ہے۔ کبھی سوچتی ہے کہ اور جگہ جانے سے ماں باپ کے گھر جانا اچھا ہے۔ کیونکہ وہ میرے حال پر ضرور رحم کر کے دردشریک ہونگے مگر جب وہ مجھے

اس سیاہ لباس کا سبب دریافت کرینگے تو کیا بتاؤں گی؟ جسم پر نظر ڈال کر آہ!
میں تو اُن کے پاس جانے کے لائق ہی نہیں۔ ہائے الزام بھی تو مجھ پر وہ لگایا
گیا ہے جس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے ایسی زندگی سے موت اچھی ہے
کیونکہ دنیا میں وہی عورت مبارک ہے جسکی زندگی حرمت اور آبرو سے گزرے
ورنہ ایسی بے حرمتی کا جینا نہ جینا برابر ہے بس اب میرا مرنا ہی واجب ہے (انگوٹھی
کی طرف دیکھکر) یہی ہیرا میرا کام تمام کرنے کے لئے کافی ہے (خود ہی) نہیں
نہیں! میرا یہ بھی خیال درست نہیں۔ ایسا کرنے سے زیادہ بدنام ہونگی
گو سوامی جی اپنی والدہ کی بات پر یقین نہ کرینگے لیکن دنیا کو کون سمجھائیگا اور
یہ داغ جو میری عصمت پر لگایا گیا ہے۔ ہمیشہ کے لئے رہجائیگا۔ اُف! میں نے
پچھلے جنم میں کیسے بُرے کرم کئے تھے۔ جنکے عوض مجھ کو آج یہ دن دیکھنا نصیب
ہُوا۔ اچھا ماں باپ کے گھر جاکر کیا کرونگی۔ کہیں اور ہی جاکر اپنی زندگی کے
دن بسر کروں (تھوڑی دیر سوچنے کے بعد) ہاں "بیشک یہی درست ہے اب
اُنکے پاس نہ جاؤں گی (پھر خود ہی) نہیں نہیں یہ بھی ٹھیک نہیں۔ ایسا کرنے
سے سچ اور جھوٹھ کا فیصلہ کیونکر ہوگا۔ ماں باپ کے زیر سایہ ہی رہنا اچھا
ہے۔ کیونکہ میں بے قصور ہوں (خود ہی) مگر اس کا میرے پاس ثبوت ہی کیا ہے
وہی ایک انگوٹھی کا جسکو رانی جی نے یہ کہکر روک دیا ہے کہ انکی نہیں اور میں فریب
کرتی ہوں سلئے لاکھوں قسمیں کھاؤں لیکن میری بات کا اس حالت میں کون یقین کریگا۔

یہ کہا اور چھم چھم آنسو آنکھوں سے گرنے لگے پڑے **بسنت مالا** (جو سر جھکائے
اُس کی مصیبت زدہ حالت پر کچھ سوچ رہی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر کہنے لگی)

بسنت مالا۔ انجنا کیوں روتی ہے سکھی! رونے سے تو کچھ حاصل نہیں۔
صبر کر ایشور پر بھروسہ رکھ وہی سب کے دُکھوں کو دُور کرکے سُکھ کے دینے والا ہے۔

انجنا دیوی۔ بہن! تم میرے رونے کا خیال نہ کرو ابھی غم کا پہاڑ گرا ہے تازہ
صدمہ ہے اب ایکبارگی تو میں دلکو پتھر نہیں بنا سکتی۔ خود ہی سنبھلتے سنبھلتے سنبھل جائیگا
جو مقسوم کا لکھا ہے قہراً و جبراً ماننا پڑیگا۔ **بسنت مالا** سوچ تو سہی۔ کہاں دل میں

یہ خیال دامنگیر تھا۔ کہ کب سوامی جی واپس آئیں۔ اور میں اُن کو یہ خوشخبری سناؤں اور کہاں آج! اپنی یہ دُردشا (خراب حالت) دیکھ رہی ہوں۔ بتلا۔ روؤں نہ تو کیا کروں؟ معلوم نہیں۔ ابھی کیا کیا مصیبت میری قسمت میں لکھی ہے۔ ماتا پتا میرے ساتھ کیا سلوک کرینگے؟ آہ مہندرپور کا نام یاد آتے ہی کلیجہ مُنہ کو آتا ہے۔

بسنت مالا ۔ حوصلہ رکھ۔ گھبرانا اچھا نہیں۔ تو تو خود دانا ہے۔ ماں باپ کے گھر جانے میں کوئی عیب نہیں۔ وہ تیرے حال پر ضرور رحم کرینگے اور کوئی ایسی ویسی بات کہنے نہیں دینگے۔

ناظرین! انجنا تو اپنی مصیبت کے دُکھڑے روتی ہوئی مہندرپور کے نزدیک منزلیں طے کرتی ہوئی آ گئی ہے جن کو سُنکر ہماری طبیعت بھی بے چین ہوئی جاتی ہے اسلئے آؤ انکو یہیں چھوڑ کر ہم آگے بڑھکر دیکھیں کہ آیا راجہ پرہلاد ودیادھر کا خط یہاں پہنچ گیا ہے یا نہیں؟ اور اُس کی والدہ اُس پر کیا سوچتی ہے۔

اُف! رانی بیگ متی تو انجنا سے بھی بڑھکر بے چین ہو رہی ہے وہ دیکھو راجہ مہندر رائے چوکی پر غمگین صورت بنائے ہاتھ میں ایک کاغذ لئے (شاید یہ وہی خط پرہلاد ودیادھر کا ہے) پڑھ رہا ہے۔ اور رانی پلنگ پر بیٹھی کیسی حسرتناک ہوکر راجہ کے منہ کی طرف دیکھ رہی ہے اور طرح طرح کے خیالات اُسکے دل سے دماغ تک چکر کھا کر اُسکو پریشان کر رہے ہیں۔ حواسوں میں اختلال ہوتا جاتا ہے اور خفقان ہونے کا اندیشہ ہے۔

رانی (گھبراہٹ کے لہجہ میں) مہاراج ہائے! **انجنا** کو کیا ہُوا۔ وہ تو بڑی عقلمند تھی۔

راجہ۔ پریہ جی! میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔ ایشور جانے کیا معاملہ ہُوا ہے جو راجہ پرہلاد ودیادھر انجنا کے برخلاف اس قدر سخت لکھتا ہے۔

رانی۔ ذرا پھر اس خط کو تو دیکھو اور راجہ کے دستخط پہچانو۔ کسی دشمن کا لکھا تو نہیں **انجنا** تو اس الزام کے لائق نہ تھی۔

راجہ (خط کو دوبارہ دیکھ کر) پریہ جی! یہ دیکھو (خط کو آگے کر کے) اُسی کے ہاتھ کا تو لکھا ہُوا ہے۔ راجہ پرہلاد ودیادھر کوئی معمولی سمجھ کا آدمی نہیں۔ اس نے

بھی تو خوب چھان بین کر کے ایسی تحریر کا حوصلہ کیا ہوگا۔ ورنہ وہ ہرگز ایسی جرأت نہ کرتا۔ کیا اسکو اپنی آبرو کا خیال نہیں ہے؟ آہ اب تو میں کسی صورت سے انجنا کا دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اُس کو پناہ دینے کے لئے تیار ہوں۔ (آنسو بہا کر) اور تم کو بھی تاکید کرتا ہوں کہ اسکو یہاں ہرگز نہ آنے دینا۔ اور نہ ہی کوئی بات کرنا۔ اُسنے ہماری عزت خاک میں ملا دی۔ یہ کہا اور رومال سے آنسو پونچھتا اور سرد آہ بھرتا ہوا باہر چلا گیا! ادران فقروں کو راجہ کے مُنہ سے سُنکر رانی کا رنگ فق ہو گیا۔ دل بیٹھ گیا۔ سر جھک گیا۔ اور سینکڑوں سرد آہیں نکلنے لگیں۔ رنج وغم کا ابر ولپر چھا گیا۔ اور آنکھوں سے آنسو ابر نوبہار کی طرح برسنے لگے اور انجنا کے لڑکپن کی باتیں یاد آکر اُسکے دل کو بے چین کرنے لگیں۔

آہ! انجنا کی بھولی بھالی باتیں سکھی سہیلیوں کے ساتھ ہنس ہنس کر کھیلنا یہ سب لڑکپن کا سین رانی کی آنکھوں کے آگے پھر رہا تھا۔ کہ یک لخت یہ خیال دماغ سے اُتر کر زبان سے آنکلا۔ آہ! آج اُسی پیاری انجنا کو جسکو ایک پل بھر نہ دیکھنے سے راجہ بے چین ہوتا تھا۔ آج دیکھنا نہیں چاہتا یہ کہا تو سر چکر کھا گیا اور آنکھوں کے آگے سرسوں پھول گئی۔ بیہوش ہو کر گر پڑی۔

لونڈی نے بھاگ کر دوپٹے کی آنچل سے ہوا کی اور گلاب اور کیوڑا چھڑکا تو آنکھیں کھول کر لیٹے لیٹے دل ہی دل میں کہنے لگی ہا ہائے۔ کیا یہ سچ ہے کہ انجنا .... "ہائے۔ میں اُس پیاری بیٹی کے حق میں کیسا خراب لفظ زبان پر لائی ہوں جسکو اپنی جان سے عزیز جانتی تھی۔ آہ! میری یہ زبان جل جائے جس نے یہ کلمہ نکالا۔ وہ تو اس لائق نہیں ہے۔ وہ تو ایک صاحب عصمت اور پارسا لڑکی ہے جو لڑکپن کے زمانہ میں بھی ایشور کی بھگتی سے غافل نہ تھی۔ لوگ اُس کو حیا اور شرم کی دیوی کہتے تھے۔ اُف! اب اُس کو کیا ہو گیا؟

اتنے میں ایک لونڈی نے دبی ہوئی زبان سے آکر کہا انجنا دیوی آئی ہے۔

رانی (تعجب کے لہجہ میں) ہیں کیا کہا؟ انجنا آئی۔ کہاں؟

یہ کہا اور اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور لونڈی سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی کہ انجنا دوڑ کر

رانی کے گلے سے جا چمٹی اور زار زار رونے لگ پڑی پہلے تو رانی نے بھی رو کر اُس کی مصیبت کی داد دی۔ مگر بعد میں جو کچھ خیال آگیا تو بولی۔

رانی۔ انجنا! (اس کے لباس کی طرف اشارہ کرکے) یہ کیوں؟ تجھ سے تو ایسی امید نہ تھی۔ تو کیوں ایسی بے شرم ہوگئی۔ دھتکار ہے تیری اس زندگی پر تجھ کو موت بھی نہ آئی یہاں آنے سے زہر کھا کر مرجاتی تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ آہ! میں ایسی اولاد ہونے سے بانجھ کیوں نہ ہوئی۔ تاکہ آج کا دن تو دیکھنا نہ پڑتا کمبخت تو نے کچھ خیال نہ کیا۔ باپ اور بھائی کی عزت کو خاک میں ملا دیا۔ جا۔ جہاں تیرا دل چاہے چلی جا۔ لیکن ہمارے دیش میں نہ رہنا۔

ان باتوں کو سُنکر انجنا کے بدن میں سناٹا سا چھا گیا۔ خون جہاں حرکت کر رہا تھا۔ وہیں جم گیا۔ آنکھیں پتھرا گئیں۔ چہرہ کو پہلے ہی سے زرد ہو رہا تھا مگر صرف ایک یہاں کی امید باقی تھی۔ جس نے ابھی تک اسکو ڈراونا نہیں بنایا تھا جیسا کہ اب دکھائی دیتا ہے۔ وہی موٹی موٹی آنکھیں جنکو دیکھ کر ہرن بھی شرم سے منہ چھپاتے تھے اندر کو گھس گئی ہیں وہی چہرہ جو کسیوقت دمکتے ہوئے کندن سے تشبیہ دیا جاتا تھا۔ اُسوقت گوشت تو نام کو نہیں رکھتا۔ ہاں اُستخوان بیشک موجود ہے اسکا چلا چلا کر رونا بھی بند ہوگیا ہے خواہ اُسکی وجہ یہ ہو کہ اب دنیا میں اُسکو اپنا کوئی غمخوار نظر نہیں آتا جو اس کی گریہ وزاری کو سُن کر رحم کرے اسلئے اُنہوں نے اندر کو رُخ کرکے پرمیشور کے حضور میں جو بموجب خیال اہل ہنود سب کے اندر موجود ہے۔ انجنا کی داد کی فریاد کرنی شروع کردی ہے یا یہ کہو کہ ان حیرت انگیز باتوں کو جنکا اسکو خواب خیال نہ تھا سُنکر اُسکے دل کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ اور اُس کی حیرانگی کی وجہ سے سینے ہی میں جذب ہوگئی ہیں خیر کچھ ہی کیوں نہ ہو دیر تک انجنا کھڑی ہوکر ماتا کی طرف دیکھتی رہی اور آنکھوں سے گرم گرم آنسو گرا اُسکے سکوت کو دور کرنے میں کوشاں رہے۔ آخر جوں توں کرکے بڑی عاجزی سے بولی۔

انجنا۔ ماتا جی! میں بے قصور ہوں۔ بھلا میں آپ کو چھوڑ کر کہاں جا سکتی ہوں

میرا اور کون غمخوار ہے جہاں مصیبت کے دن بسر کروں۔ عورت کا زیادہ زور خاوند پر دوسرا والدین اور ساس سُسر پر ہوتا ہے۔ ایک میں ایسی بدنصیب ہوں کہ خاوند کے پردیس جانے سے سب کوئی دشمن ہوگیا۔ ماتا! میں سچ کہتی ہوں کہ ساس کی باتیں سُنکر میں اسقدر نہ گھبرائی تھی۔ جیسا کہ اب مجھکو یقین تھا کہ آپ ضرور سچ اور جھوٹھ کا فیصلہ کر کے میری داد دینگی۔ مگر ہائے شعبدہ باز فلک نے آپکے کومل دل کو بھی پتھر بنا دیا!!!

یہ کہا اور زمین پر بیہوش ہوکر گر پڑی۔ رانی نے جلدی سے ہوش میں لانے کی تدبیریں کیں۔ اور رو رو کر خود بیحال ہوگئی۔

جب انجنا کو قدرے ہوش آئی تو بولی۔

انجنا۔ ماتاجی۔ جب تک سوامی جی واپس نہیں آتے مجھ کو یہاں رہنے کی اجازت دیجئے۔ اُن کے آنے پر آپ کو سب حال روشن ہوجائیگا۔ اُس وقت جو دل میں آئے سو کیجئے۔

رانی۔ انجنا! میرے کچھ اختیار نہیں۔ بے بس ہوں۔ اگر کوئی اور بات ہوتی تو اپنی جان پر کھیل جاتی۔ لیکن تجھ کو اس حالت میں باہر جانے ہرگز نہ دیتی مگر ہائے تم نے وہ کام کیا۔ جسکو بیان کرنے سے شرم آتی ہے وہی تیرا باپ جو تجھ پر جاں نثار کرتا تھا۔ آج تیرا نام سُننے سے بیزار ہوجاتا ہے۔ اگر تجھ کو یہاں رہنے کی خواہش ہوتی۔ تو ان باتوں سے نفرت کرتی۔ جا۔ یہاں سے جلد چلی جا۔ کہیں میری بھی دُردشا نہ کرانا۔

انجنا۔ آہ! میرے ہی کرموں کا پھل ہے۔ جو آپ جیسی شیل دنتی کا دل بھی پتھر ہوگیا۔ اور کسکا کیا کہنا ہے۔

رانی (باہر کی طرف دیکھ کر) بس زیادہ باتیں نہ بنا۔ جلدی چلی جا۔ اگر سوامی جی آگئے۔ تو میری بھی شامت آجائیگی۔

رانی کے مُنہ سے یہ بات نکلنے کی دیر تھی۔ کہ دو تین لونڈیوں نے روتی ہوئی انجنا کو گھر سے باہر نکال دیا۔ اگرچہ اس نے بہت کوشش کی کہ ایک دفعہ پھر

قسمت آزمائی کرے لیکن افسوس لونڈیوں نے کچھ بھی نہ سنا اور ایک اُن میں سے بولی

لونڈی سے

کہے داسی سن انجنا یہاں تیرا کیا کام۔ کیا ساس سُسر ماں باپ کو جگ میں تیں بدنام
تم کل مہاراج کی دھول بلایا نام۔ دور ہو جا دُرا چارنی اور نہ کر بدنام

لونڈی کی یہ باتیں سُنکر انجنا دیوی کے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ اور تو کچھ پیش نہ گئی۔ رو کر اتنا کہا

سے

بول قبول نہ بول ری پتی برتا ہیں نار۔ کٹھور بچن کیوں بولتی داسی جیسے سمجھار
بیت دہوئی میں پھروں نردوس ہوں نار۔ کرم ریکھ پیاری نہ مٹے جو لکھا کرتار

والدہ کا آخری حکم سُن کر انجنا روتی ہوئی دروازہ سے نکل کر تھوڑی دور پر گئی ہوگی کہ ایک شخص جسکی عمر چالیس پچاس سال سے کم نہیں اور عمدہ لباس بھی زیب تن ہے ملا۔ جسکو دیکھتے ہی انجنا کی چیخیں نکل گئیں اور بے اختیار ہو کر اس کے گلے لپٹ کر رونا شروع کر دیا اس کی آہ وزاری کو سُنکر وہ شخص بھی از خود رفتہ سا ہو گیا۔ اور آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ دیکھئے ایک ہاتھ تو اس کے سر پر رکھا ہے دوسرا کمر پر ہے اور زبان سے کہہ رہا ہے کیوں رو رو کر پریشان ہوتی ہے اب رونے سے تو کچھ حاصل نہیں ہوتا اور ساتھ ہی ادھر اُدھر بھی دیکھ لیتا ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ کسی کا خوف بھی اسکو ضرور ہے

ناظرین! آپ حیران ہونگے کہ یہ شخص کون ہے جو انجنا دیوی کی مصیبت زدہ حالت پر آنسو بہا رہا ہے؟ آیئے ہم آپ کو بتلاتے ہیں یہ انجنا کا بھائی ہے۔ جو اتفاق سے اسکو اس جگہ مل گیا ہے۔ سنیئے کیا کہ رہا ہے؟

پرسن کیرتی۔ انجنا! تیری مصیبت کو دیکھ کر میرے دل کو سخت صدمہ پہنچا ہے اور جگر پاش پاش ہو گیا ہے مگر اس حالت میں تیری کسی طرح دستگیری نہیں کر سکتا کیونکہ تجھ سے نہایت . . . . قصور ہوا ہے۔ جس کے باعث تجھ سے بات کرنے میں عار معلوم ہوتی ہے (دل میں) اُف اپتا جی دیکھ لینگے تو کیا کہینگے؟ انجنا! کچھ کہنے کو تھی کہ **پرسن کیرتی** جلد جلد قدم اُٹھاتا ہوا اپنے محل کی طرف

چلا گیا۔ اور انجنا دیوی اچنبا سا رہ گئی۔ دفعتًا وہ خیالات جو دل میں پیدا ہوکر کچھ کچھ تسکین دینے لگے تھے ناامیدی میں بدل گئے طبیعت یکبارگی تقدیر کی طرح بگڑ گئی۔ دنیا نظروں میں تیرہ و تار ہو گئی۔ ہوش و حواس اُڑ گئے۔ اور بیخودی کے عالم میں سر چکر کھا گیا تو سر کو ہاتھ سے پکڑ ایک دیوار کے سہارے کھڑی ہو گئی ہے۔ تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد پہلے جو اسکے مُنہ سے بات نکلی وہ یہ ہے۔ اے ایشور میں نے ایسا کیا گناہ کیا ہے کہ جس کے عوض اپنے بیگانے ہوتے جاتے ہیں۔ ہائے افسوس اس دنیا میں کوئی ہمدرد نظر نہیں آتا۔ ایشور یہ ماجرا کیا ہے؟ سمجھ میں نہیں آتا۔ آپ پر بھی الزام نہیں دے سکتی۔ کیونکہ انصاف خاص آپ کا ہی وصف ہے تو پھر یہ کیونکر...... (تھوڑی دیر سوچنے کے بعد) اف! یہ میرے ہی پورب[1] جنم کے کرموں کے پھل ہیں اور کسی کو کیا دوش[2] دوں؟

ناظرین! اسوقت بہت سی عورتیں اور نوعمر لڑکیاں انجنا دیوی کے گرد کھڑی ہیں مگر سب کی سب آنسو بہا کر افسوس کر رہی ہیں جنہوں نے اسکے لڑکپن کا زمانہ دیکھا ہوا ہے وہ تو متحیر ہو کر انگشت بدنداں ایام گردش کی شکایت کر کے لڑکپن کی تعریف کر رہی ہیں مگر جنکو ابھی تک اس کے دیکھنے کا موقعہ ہی نہیں ملا انکے منہ سے آنچل اُٹھا کر صورت کو دیکھکر ہاتھ مل مل کر افسوس کر رہی ہیں اور طرح طرح کی باتیں کر کے ہمدردی ظاہر کرتی ہیں۔

آہ! اسوقت انجنا دیوی کے دل میں ہزاروں خیال سراسیمگی کے پیدا ہو کر طبیعت کو اُلجھا کر دل کو بگاڑ کر رہے ہیں۔ اور یہ بیچاری قسمت کی ماری زیادہ سُننے کی تاب نہ لا کر آہستہ آہستہ قدم رکھتی ہوئی آگے کو بڑھتی چلی جاتی ہے +

باب -۱۱

ہائے اب کدھر جاؤں

وہی دن ہے۔ اور اُسی دن کا پہلا پہر گذر چکا ہے جبکہ انجنا دیوی

[1] پچھلے جنم کے اعمال [2] الزام +

دل کی افسردگی سے گردن جھکائے اور پھر خود ہی سر اُٹھا کر حسرت بھری نگاہیں مہندر پور کے مردوزن در و دیوار پر ڈالتی اور روتی ہوئی بسنت مالا کو ساتھ لئے شہر سے باہر نکلا اس پگڈنڈی سے جو کھیتوں میں سے ہوکر شمال کو جاتی تھی جا رہی ہے ابھی دو تین کوس ہی گئی ہوگی کہ تین راستے مختلف سمتوں کو جاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ انکو دیکھ کر انجنا بہت گھبرائی اور دل میں کہا کہ اب کونسا راستہ اختیار کروں پہلے دائیں طرف کو دیکھتی رہی اور پھر بائیں کو۔ مگر ان دونوں میں مسافروں کی کثرت سے آمدورفت دیکھ اور اپنے لباس پر نظر کر۔ نہ جانے کس سوچ میں پڑ گئی کہ پلک تک نہیں جھپکتی اور پریشان ہوکر کھڑی ہے تھوڑے سے سکوت کے بعد آسمان سے نظر ملا کر یہ کہا۔ ہائے اب کدھر جاؤں؟ پھر سرد سانس لیکر یوں کہنے لگی ؎

دیا ساس سُسر نے تیاگ پتی نے سدھ بساری + کریں سبھی دھتکار نگر کے نر اور ناری
ہوئے نراس اُداس آئی میں شرن تمہاری + بنا آپ بھگوان کون میرا ہتکاری۔
کون کرے ستکار پربھو جب تم رسیا[۱] ؤ + میرے اوگن بیشمار پربھو جی نہ چت لاؤ
کس پر کروں پکار نہیں کوئی اور ٹھکانا + ٹھکرا مات پتا پر زور سوئی میں چھوٹھا جانا
بھائی نے دینی تراہ دیکھ کر بپت کا بانا + ہائے کہیں داسی بر یار ستا میں اپنے کانا
اور نہ دو سنتا پربھو میں ات دُکھیاری + نہیں جینے کی چاہ مجھے اب موت پیاری
کر دکھا ہے اب دیر جلد تم دوت پٹھاؤ + ہو کر بال دیال پربھو میرا دُکھ مٹاؤ
ہیں ایسے مند بھاگ موت نہ میری آوے + کیا جانو کیا رنگ ابھی بدھنا دکھلاوے
ہے مجھکو بشواس نہیں پربھ اینا کاری[۲] + ہونی ہے بلوان اُسی کی کھیل ہے ساری
دوس نہیں کچھ ساس سُسر کو نہ پتا اور مائی + داس دوس ہے پورب کرماں بدھنا بد بنائی

یہ کہا اور ان دونوں راستوں کو چھوڑ اور سامنے کا راستہ جہاں سے کوئی بھی گذرتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ اور نہ ہی زیادہ آمدورفت کے آثار پائے جاتے ہیں اختیار کیا ہے۔

آہ! پیاری انجنا تو کہاں کو جا رہی ہے؟ اس طرف تو کوئی ٹھکانا نہیں

[۱] رسیا دخفا ہونا [۲] بے انصاف +

جہاں بیٹھکر اپنا غم غلط کریگی یا کسی کو اپنا درد سُنا بنائیگی۔ تیری شادی کیا ہوئی جی کا جنجال ہوگئی کہ دنیا کی تمام تکلیفوں نے تجھ کو آگھیرا۔ آئے دن کی غم مصیبت کا بوجھ تیرے نازک دل کو آدباتا ہے۔ اُف! دکھ کا تو ایک دن بھی پہاڑ دکھائی دیتا ہے۔ تجھ کو تو تیرہ سالوں سے اسی کا سامنا ہے۔ پہلے بارہ سال تو سوامی جی کی جُدائی میں گذرے اور تیرھواں سب سے بڑھکر منحوس نکلا۔

انجنا! بتلا تو سہی اب کدھر کو جائیگی؟ جنگل کی طرف کیوں جا رہی ہے؟ اس طرف تو خونخوار درندے پھرتے ہونگے جنکی شکل دیکھ کر تیرا ننھا سا دل گھبرا جائیگا۔ کیونکہ تو نے پہلے کبھی اُنکو نہیں دیکھا۔ دیوی یہ راستہ چھوڑ دے اور دائیں ہاتھ کا راستہ اختیار کر جو آبادی کو جا رہا ہے! افسوس وہ کچھ نہیں سُنتی! اور بسنت مالا کو اسی طرف جانے کے لئے مجبور کر رہی۔ اگرچہ وہ بہت سمجھاتی ہے! اور اس طرف کے جانے میں کئی طرح کی مصیبتیں بتلا کر جان کا خوف جتلاتی ہے۔ لیکن یہ ایک نہیں مانتی۔ کیا اسکو آبادی سے نفرت ہے؟ جو اُسکو چھوڑ کر جنگل کو جا رہی ہے۔ ہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھول گئے؟ ساس سُسر کی بدسلوکی۔ ماں باپ کی بے پرواہی۔ لونڈیوں کے طعنے! اور شہر کی عورتوں کی باتوں کو سُنکر اُسکے دل نے آبادی سے جنگل کو ترجیح دی ہے اور یہ سچ بھی ہے۔ جہاں کوئی اپنا غمخوار اور پرسان حال نہ ہو وہاں جانے سے سوائے رنج کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ افسوس اسکا کوئی بھی ہمدرد نہیں جو اُسکی مصیبت زدہ حالت کو دیکھ کر آنسو بہا اسکے پژمردہ دل کو تسلی دیوے یا یہی کہے کہ پیاس نے تجھکو بیاکل[1] کر رکھا ہے اس چشمہ سے جو نزدیک ہی ہے پانی پی لے۔ نہیں نہیں۔ وہ دیکھئے اس کی پرانی غمخوار جسنے دنیا کی تمام نعمتوں کو چھوڑ کر لذتوں سے مُنہ موڑ کر لڑکپن ہی اس کا ساتھ دے رکھا ہے۔ برابر کہہ رہی ہے۔ مگر انجنا یہی جواب دیتی ہے کہ دل نہیں چاہتا۔

ناظرین! انجنا ابھی چند ہی کوس گئی ہوگی کہ پہاڑوں کی بلند چوٹیاں درختوں میں سے دکھائی دینے لگیں۔ اور آفتاب کا رنگ بھی تبدیل ہو گیا ہے اُس کی شوخ کرنیں اب مدھم پڑ گئیں اور بجائے اُسکے کچھ زردی سی چھائی ہوئی معلوم ہوتی

[1] بے چین +

یہ حال دیکھتے ہی ٹھہر کر بسنت مالا نے انجنا دیوی سے کہا۔

بسنت مالا۔ سکھی! آفتاب غروب ہوا چاہتا ہے۔ اور سنسان ویران جنگل ہی جا بجا نظر دکھائی دیتا ہے۔ ذرا قدم کو تیز کرو تاکہ پناہ کی جگہ دیکھ کر رات گزرنے کی تجویز کریں۔

انجنا۔ پیاری! اس آفتاب کے غروب ہونے سے تو کچھ فکر نہیں۔ میں تو اپنے مقدر کے مہتاب کو رو رہی ہوں جو آج کئی دن سے غروب ہو چکا ہے جسکے معدوم ہونے سے ہر ایک کے دل پر میری طرف سے تاریکی چھا گئی ہے۔ اس جنگل کو دیکھ کر کیوں گھبراتی ہے میں تو اسکو آبادی سے ترجیح دیتی ہوں۔ کیونکہ میرے دل کو دکھانے والا تو یہاں کوئی نہیں دور کر۔ اب جلد چل کر کس کی پناہ میں جانا ہے۔ جہاں رات پڑ گئی وہیں ہمارا ٹھکانا ہے۔

بسنت مالا۔ سکھی! جو کچھ تم نے کہا درست ہے۔ زمانہ کی جسقدر شکایت کریں بجا ہے مگر گرگٹ کی طرح زمانہ کے بدلتے ہوئے رنگ اس کے تغیرات کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور مصیبت زدوں کو بھی سرح یقین دلا رہے ہیں کہ اگر کل کا دن آج نہیں تو اس میں کوئی شک نہیں۔ ان کی حالت بھی کل تک نہ رہے گی۔ کبھی تو مقدر بیدار ہوگا۔ کبھی تو اچھے دن پھریں گے۔

انجنا۔ (مغموم آواز سے) بسنت مالا! کیا کہتی ہو۔ یہ وہ تقدیر نہیں جو کبھی پلٹے زمانہ کے انقلاب کی میں خود قائل تھی اور جانتی تھی کہ دکھ سکھ چند روزہ ہوتا ہے مگر اب یقین ہو گیا کہ سب من کے ڈھکوسلے ہیں۔ سراسر غلط اور جھوٹ ہے ذرا خیال تو کر جب سے شادی ہوئی ہے سکھ نصیب ہوا؟ آج تیرہ سال سے برابر یہی حال ہو رہا ہے۔ انقلاب کی امید کہاں ہے۔

بسنت مالا (بات کاٹکر) اب تو آفتاب کہیں نظر نہیں آتا۔ رات کی سیاہی دن کی سفیدی پر غالب آگئی۔ دنیا کے سٹیج پر تاریکی شب کا ڈراپ سین پڑ جانے سے جنگل کا وہ سہانا منظر آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ جو کچھ دیر پہلے ایک مغموم کے غم آلودہ خیال کو اپنی طرف محو کر رہا تھا۔

انجنا۔ (آسمان کی طرف نظر کر کے) اف! میں نے تو ابھی سندھیا کرنی ہے۔ یہ کہا

اور ایک بڑھ کے درخت کے نیچے سندھیا کرنے بیٹھ گئی اور بسنت بالا نے گھاس پات بچھا کر بستر جمایا۔ اور کچھ جنگلی پھل جو اُسوقت میسّر ہو سکے لاکر رکھے۔

آہ! بسنت مالا تو انجنا کو اُن پھلوں کے کھانے کے واسطے مجبور کرکے قسمیں دے رہی ہے اور یہ بچاری زار زار رو رہی ہے۔

ناظرین! پرمیشر کرے کہ مصیبت کا دن کسی کو نصیب نہ ہو۔ دیکھئے وہی اجہ کی لڑکی ہے جسنے اپنا لڑکپن کا زمانہ عیش و عشرت میں بسر کیا تھا۔ ہزاروں لونڈیاں ہر وقت دست بستہ حاضر رہتی تھیں۔ کھانے کے واسطے طرح طرح کے کھانے چُنے جاتے تھے۔ کمخواب اور مخمل کی توشکین بچھا کر شکن تک کا خیال کیا جاتا تھا ذراسی تکلیف ہونے سے تمام محل میں کہرام برپا ہو جاتا ہے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں روپیوں کی خیرات کیجاتی تھی۔ آج وہی بے سر و سامان سنسان ویران جنگل میں اس حالت میں جبکہ پانچ چھ ماہ کے حمل سے ہے اور یہ وہ وقت ہے جسکو حکماء نے عورتوں کے لئے نہایت نازک قرار دیا ہے بیٹھی ہے اور دو تین دن کے بعد یہ چند جنگلی پھل آگے پڑے ہیں اور بجائے اُن مخملی توشکوں کے گھاس پات کا بستر ہو رہا ہے۔ بیچاری روئے نہ تو کیا کرے؟ بصد مشکل ایک دو پھل کھا کر پانی پیا۔ دن بھر کی تکان نے مجبور کیا۔ تو لیٹ گئی

آہ! لیٹتے ہی کئی طرح کے خیالات پیدا ہو کر طبیعت کو اور بھی بیچین کرنے لگے۔ تو گھبرا کر اُٹھ بیٹھی۔ اور دل میں کہنے لگی "میں مجھ کو کیا ہو گیا؟ میں کیوں بدنام کی گئی۔ میری کیسی رسوائی ہوئی۔ لوگ دل میں کیا خیال کرتے ہونگے۔ والدہ کے دل میں کیا گذرتی ہوگی؟"

اُف! اس خیال کے آتے ہی طبیعت بگڑ گئی۔ بدن میں سناٹا سا پڑ گیا سر بدحواسی میں چکّر کھا گیا تو اُسکو ایک ہاتھ سے اور بیقرار دل کو دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر رہ گئی۔ اتنے میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہائے کیسی کیسی مصیبتوں کے بعد سوامی جی کا درشن نصیب ہوا تھا۔ دل میں یہ کہتی تھی کہ مصیبت کے دن گذر گئے۔ آئندہ چین سے گزریگی۔ مگر واہ ری قسمت خوب ہی رنگ دکھایا۔

غرض اسیطرح کبھی تو گھبرا کر لیٹ جاتی۔ اور کبھی دیوانوں کی طرح اٹھ بیٹھتی
غرض اسی آہ وزاری میں صبح ہوگئی تو اشنان کرنت کرم[1] سے فراغت پا کے کو چل پڑی
آہ! یہ تو اُن گنجان درختوں کی طرف جا رہی ہے۔ جن کے بیچ میں سے ایک پگڈنڈی
پشو ملکھا بن میں سے گذر کر اُن اونچے اونچے پہاڑوں کو جاتی ہے۔ جو دور سے
دکھائی دے رہے ہیں۔ ابھی چار یا پانچ ہی کوس گئی ہوگی کہ درختوں اور جنگلی جھاڑیوں
کی گنجانی کے باعث ایک تنگ و تاریک راستے سے گزرنا پڑا گو بسنت مالا نے
ہرچند کوشش کی اور عقل کے گھوڑے دوڑائے۔ مگر سوائے اس راستے کے اور
کوئی بھی نظر نہ آیا۔ تب گھبرا کر بولی۔

بسنت مالا۔ بہن یہاں سے واپس ہوکر کسی اور طرف کو جانا اچھا ہے کیونکہ ایسے
خوفناک راستہ سے گزرنا اچھا نہیں۔ اول تو ہم کو معلوم نہیں کہ کہاں کو جاتا ہے
دوسرے اُجالا ابھی بہت کم ہے۔ تیسرے اگر اسکو طے کرنے سے پہلے رات پڑ گئی تو
اس حالت میں جیسے کہ تم دیکھ رہی ہو شب باش کہاں ہوگی؟

انجنا۔ سکھی! ہمارا تو کوئی ٹھکانا نہیں۔ جہاں قسمت لیجاویگی۔ وہیں چلی جائینگی۔ رات کی
فکر نہ کرو جہاں دیکھیں گی۔ وہاں ہی پڑ رہینگی (ذرا اوپر نظر کر کے) ابھی دن بہت باقی
ہے۔ شام تک آٹھ دس کوس بخوبی طے ہوجائینگے (راستہ کی طرف دیکھ کر) ایسا تنگ راستہ
تو تھوڑی ہی دور تک معلوم ہوتا ہے (پھر غور سے دیکھ کر) اندازاً دو تین کوس سے
زیادہ نہ ہوگا۔ اب پیچھے لوٹنا واجب نہیں۔

ناظرین! باوجود اسقدر تنگ و تاریک اور خوفناک راستہ ہونے کے انجنا
ذرا بھی نہیں گھبرائی۔ اور ایشور پر بھروسہ رکھتی ہوئی ایسی جا رہی ہے جیسے بہادر سپاہی
دشمن کے تعاقب میں۔ اگرچہ کئی قسم کے جنگلی جانور خوفناک بولیاں بول رہے ہیں جنکی
آواز سنکر ایک نوجوان بہادر بھی حوصلہ چھوڑ جاوے لیکن یہ (انجنا) بڑے استقلال
کے ساتھ آگے کو پاؤں رکھتی ہوئی جا رہی ہے۔

آہ! جھاڑیوں کے تیز کانٹے چبھ کر پاؤں سے خون بہ رہا ہے۔ اور درد
بیقرار کر رہا ہے۔ مگر یہ ان باتوں کی کچھ پرواہ نہ کرتی ہوئی یہی کہتی جا رہی ہے۔

[1] سندھیا اُپاسنا وغیرہ +

کہ "ایشور تیری منگل اچھیا پورن ہو"۔
ایسے خوفناک اور تنگ و تاریک راستہ کو ختم کرکے اب ایک ایسی جگہ آگئی ہے جو بہ نسبت پہلے کے تو بہت فراخ ہے۔ مگر دائیں بائیں دور تک جنگل ہی جنگل دکھائی دیتا ہے اور سامنے دو چار کوس کے فاصلہ پر ایک جھونپڑی بھی نظر آتی ہے۔ جو غالباً زمین کی سطح سے بلند جگہ پر واقع ہے جسکو دیکھ کر انجنا دیوی کو قدرے تسکین ہوئی۔ کہ یہاں کوئی نہ کوئی رہتا ہوگا۔ آج رات ہم یہاں ہی بسر کریں گے۔
آہ! فلک کج رفتار کو اسکی اتنی تسلی بھی ناگوار گذری۔ اور یکایک سیاہ بادل اُٹھے اور گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔ اُف! اندھیرا بھی کیسا ہے ہاتھ تک نظر نہیں آتا۔ ہو کا عالم ہے تمام جنگل میں وحشت برس رہی ہے جنگلی جانور مختلف خوفناک بولیاں بول کر شور مچا رہے ہیں۔ مگر انجنا دیوی بسنت مالا کے حوصلہ کو بڑھاتی ہوئی بڑے استقلال کے ساتھ جا رہی ہے۔ حالانکہ تاریکی انتہا درجہ کی بڑھ گئی ہے کہ ایک دوسری آپس میں نظر نہیں آتیں۔ آہ! "یکہ و تنہا دو" شیر بھی کہیں نزدیک ڈکارتا ہوا سنائی دیتا ہے۔ بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک دم خشک کر رہی ہے اس وقت بسنت مالا گھبرا گئی اور بولی۔
بسنت مالا۔ بہن! کہاں ہو؟ مجھ کو تو کچھ نہیں سوجھتا۔
انجنا دیوی اُسکی آواز سنکر سمجھ گئی کہ اندھیرے کو دیکھ کر گھبرا گئی ہے جھٹ اُسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی بغل کے نیچے دبا لیا اور بولی۔
انجنا۔ **بسنت**۔ گھبراؤ مت حوصلہ رکھو (آسمان کی طرف دیکھ کر) بادل پھٹنے کی دیر ہے ابھی تھوڑی دیر میں اُجالا ہو جائیگا (دل میں) واہ ری قسمت! پہلے تو صرف اندھیرا ہی ستا رہا تھا یا درندوں کی خوفناک آوازیں دل ہلا رہی تھیں۔ اب زمین بھی ناہموار آگئی ہے۔
اگر ایک پاؤں ہموار زمین پر پڑتا ہے تو دوسرا گڑھے میں اگر ٹوٹتے ٹوٹتے وہاں سے بچا بھی لیا۔ تو جنگلی جھاڑیوں نے اپنا ہی شکار بنا لیا۔ یہ حالت دیکھ کر

انجنا کے آنسو نکل پڑے۔ اور نہ جانے کیا دل میں خیال گزرا ہے کہ سرد سانس لی اور بولی اچھا! جو ایشور تیری مرضی"۔ تب **بسنت مالا** نے کہا۔

بسنت مالا۔ انجنا۔ میں سنتی تھی۔ نہیں نہیں۔ یقیناً جانتی تھی کہ تیرا والد بڑا دانا اور نیک سیرت راجہ ہے۔ اور اسیطرح علٰے ہذا القیاس تیری والدہ کو۔ لیکن اس وقت تو میں نے اُنسے بڑھکر کوئی بھی بے رحم اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں دیکھا۔ ہائے! انہوں نے جب اپنے لخت جگر کی مصیبت کا کچھ بھی خیال نہیں کیا تو دوسرے کا کیا خاک انصاف کرینگے۔

بسنت مالا کی باتیں **انجنا** کے نازک دل پر تیر کی طرح لگیں۔ اور بڑے غصہ میں ہوکر کہا ؎

پتا میرا سکھ پات گنی اور بڑا بُدھی مان + دیا دھرم کو پالتا کرتا سر کا دھیان
راج کاج میں چتر ہے مستک نہ جھکے جو + گُن اوگن پہچان کر ڈنڈ دے نرنکشی ہو
جو مم حال نہ پرکھیا تس کا اور ہے بید + پورب کرم میرے ات بُرے جن کھلایا کھید
ماتا شیل سبھاؤ ہے پتی برتا تس نام + تنتھ میں جسکے بس رہا پیاری ایک ایشو کا نام
کٹھور بچن نہیں جانتی سب سے کرے پیار + نگر نواسی ہت کریں کیا پُرش کیا نار
بسنت مالا مت بول رہی مکھ سے بات کیوگ + مات پتا کے بس نہیں بدھنا لکھیا سنجوگ

بسنت! کیا کہا؟ ذرا سوچ کر بات کیا کر سکھی والدین کبھی نہیں چاہتے کہ اپنی اولاد کو رنج میں دیکھیں۔ دنیا میں ایشور کے بعد اُنہیں کا مرتبہ ہے۔ اُنکا حق تو کبھی ادا نہیں ہو سکتا۔ بھلا سوچ وہ والدہ جسنے برسوں خون جگر پلایا۔ رات کو دیوں میں کھلایا۔ ناز و نعمت سے پرورش کیا۔ لکھایا پڑھایا۔ ہماری خواہش میں اپنی خوشی سمجھی ذرا سا رنج ہونے سے خود رنج میں مبتلا ہوگئی۔ ہمارے لئے اپنے کل آرام چھوڑ دیئے۔ نہایت افسوس ہے کہ ایسی مادر مہربان کے بیشمار احسانوں کو بھول کر اسکو بے رحم یا ظالم قرار دیں؟ **بسنت**! ان کا قصور نہیں۔ یہ میرے بُرے اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ افسوس ابھی یہ کہہ رہی تھی کہ دھم سے ایک گڑھے میں جو قریب تین گز کے گہرا اور چار پانچ گز طول میں ہے (جہاں کسی زمانہ میں تہ خوان

ہوتا تھا) گر پڑی - اور بسنت مالا کے اوپر گرنے سے اور بھی صدمہ پہنچا - سر کو سخت چوٹ لگی - ہاتھ پاؤں کانٹوں سے زخمی ہو گئے - بیہوش ہو کر کچھ دیر تو پڑی رہی - جب ہوش آیا - تو سانپ اور بچھوؤں کا سنگتے ہوئے سنائی دینا - اور خونخوار درندوں کی خوفناک آوازوں کا کانوں میں آنا - جلتی آگ پر تیل کا کام دے گیا -

آہ! ایسے دردناک سین کو دیکھ کر وہ کون جوانمرد ہے - جو استقلال سے کام لے - مگر نہیں دھرم کے پالنے والی سوشیلا **انجنا** بالکل نہیں گھبرائی - اور بڑے حوصلے سے **بسنت مالا** کو کہنے لگی -

انجنا - بسنت! گردش ایام اسی کو کہتے ہیں جب تکلیف پر تکلیف اور رنج پر رنج ہو مگر اس حالت میں گھبرانا انسان کا کام نہیں - ہاں ان باتوں کو دیکھکر گناہوں سے عبرت پکڑنی فرض ہے - یہ دنیا ناپائیدار ہے - کسی کو قیام نہیں ؛ کوئی دس روز آگے اور کوئی پیچھے - مرنا برحق ہے - پس جب ایکدن اس جہان فانی کو چھوڑنا ضرور ہے تو ہم کو ان درندوں سے کیا ڈر - موت کا کیا فکر - اگر ہماری حیات کا خاتمہ نہیں کے ذریعہ لکھا ہے تو بچانے والا بھی کوئی نہیں پیاری - گھبراؤ نہیں - اٹھو کمر ہمت باندھو - اور یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو -

دونوں نے بہت چند تدبیریں لیں اور عقل کے گھوڑے دوڑائے - مگر افسوس کامیاب نہ ہوئیں - اور ہار کر بیٹھ گئیں - آہ! اسوقت **انجنا** کے دلمیں ہزاروں خیال سراسیمگی کے پیدا ہوکر اسکے مایوس دل میں چٹکیاں لینے لگے کبھی سکھی سہیلیوں سے کھیلنا - باغ کی سیر کرنا - ماتا کا اسکو ذراسی تکلیف میں دیکھکر اپنے آرام کو قربان کرنا - اور کبھی سوامی جی کا ایک بے بنیاد بات پر یقین کرکے پریتیاگ کرکے پچھتانا - یہ سب باتیں برقی طاقت کی طرح دماغ سے دل اور دل سے دماغ میں دورہ کرنے لگیں - بہتیرا دل کو سنبھالا - کئی طرح کے خیالوں سے ٹالا مگر اب وہ طاقت نہیں رہی - جو ان باتوں کو اندر ہی اندر جذب کر سکے - بے اختیار زبان سے نکل ہی گیا -

ماتا دیکھ وہی تیری **انجنا** جس کے پاؤں میں ذراسی کنکری چبھنے سے

تو لونڈیوں کو مار مار کر ہلاک کر دیتی تھی کہ اچھی طرح جھاڑ و نہ دینے کے باعث اسکو تکلیف ہوئی ہے۔ جان سے بیزار ہو رہی ہے۔ ہاتھ پاؤں زخمی ہو کر خون بہنے لگا ہے۔ ڈرا رہے ہیں۔ بھوک پیاس ستا رہی ہے۔ اب کوئی دم کی مہمان ہے۔ اسی گڑھے میں تڑپتی تڑپتی مر جائیگی۔ اور لاش بھی جنگلی جانور اور پرندے نوچ کھائینگے۔

آہ! اس فقرے کے زبان سے نکلتے ہی انجنا بیہوش ہو کر بے اختیار زمین پر گر پڑی۔ وہ دیکھئے کیسے ہاتھ پاؤں پھیلائے بےحس و حرکت پڑی ہے اور بالین پر **بسنت مالا** بیٹھی رو رہی ہے!!!

آہ! **بسنت مالا** کیا ہوا؟ کیوں کچھ امید ہے کہ بس خاتمہ ہی ہو گیا۔ ایک ہاتھ سے تو نبض کی حرکت دیکھ رہی ہے۔ دوسرا منہ کے قریب رکھکر سرد گرم سانس کی تمیز کر رہی ہے۔ کچھ دل کو تسلی ہوئی تو بلند آواز سے بولی! انجنا کیوں گھبرا گئی (سر ہلا کر) سکھی زبان سے تو بول۔ آہ! اسوقت ایک سرد آہ! اس قریب الاختتام جسم سے نکلی اور ساتھ ہی یہ کہتی ہوئی سنائی دی "سوامی جی اگر آپ اپنے والدین کو مل کر جاتے تو آج کا دن مجھ کو دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ آہ! میں کیسی بدقسمت ہوں کہ اچھی طرح آپ کا دیدار بھی نصیب نہ ہوا! اور مصیبت کی بجلی ٹوٹ پڑی امید تھی کہ آپکے درشن ہونے سے یہ سب تکلیفیں بھول جاؤں گی! اور وہ داغ جو میری عصمت پر جھوٹھا لگایا گیا ہے۔ دور ہو جائیگا۔ آہ! دل کی آرزوئیں دل ہی میں رہیں اور موت کا پیغام آپہنچا۔ اب کوئی صورت یہاں سے رہائی کی نظر نہیں آتی۔ مگر ہاں اتنا شکر ہے کہ گو لوگ کچھ ہی کیوں نہ خیال کریں لیکن آپ پر تو بخوبی واضح ہے کہ جس بات کا مجھ کو الزام لگایا گیا ہے۔ سراسر جھوٹ اور غلط ہے"

یہ کہا اور آہ سرد بھر کر خاموش ہو گئی **بسنت مالا** کچھ کہنے کو تھی کہ آندھی کا طوفان آیا۔ گڑ گڑ کی آواز آئی اور کچھ وزن دار چیز اُس گڑھے میں گری **بسنت مالا** کے دل میں خیال گزرا کہ شیر کودا ہے۔ یہ سوچکر وہ تو انجنا کے ساتھ لپٹ گئی! اور بڑی حیرت سے اُس طرف دیکھنے لگی۔ جب قدرتی روشنی کا نور جو سب روشنیوں سے اعلےٰ اور افضل ہے چمکا تو اُس گری ہوئی چیز کی ماہیت کو پہنچی جسکو دیکھتے ہی **بسنت مالا**

کی سب حیرانگی کافور ہو گئی۔ اور زور سے چلا اُٹھی۔ انجنا! دیکھ اُس پار برہم پرماتما کی قدرت نرالی ہے جس کو میں شیر سمجھی تھی۔ وہ ایک درخت کا ٹھنا ہے۔"

یہ کہا اور انجنا کا ہاتھ پکڑ کر بڑی آسانی سے دونوں نے اوپر آکر ایشور کا شکریہ ادا کیا! او ہو! اب تو بادل بھی پھٹنا شروع ہو گیا اُجالا بھی تاریکی کو بھگائے چلا جاتا ہے۔ اور یہ دونوں آگے کو جا رہی ہیں۔ تھوڑی ہی دور جانے پر ایک جلتا ہوا چراغ دکھائی دیا جس کو انہوں نے اپنا رہبر بنا کر اسی طرف کا رُخ کر لیا ہے اور اب کیسے جلد جلد قدم اُٹھائے جا رہی ہیں +

باب - ۱۲

آہ! یہ کیا معاملہ ہے؟

رام ناتھ کے شمال میں ابھی ایک جہاز نے لنگر کیا ہے جس سے بہت سے سپاہی فوجی وردی پہنے اُتر رہے ہیں۔ مگر ایک نوجوان جو سب سے پہلے بڑے کر و فر سے اُترا ہے ہاتھ سے چھڑی کو گھماتا ہوا جہاز کی طرف دیکھ رہا ہے۔ گویا ان سب کے انتظار میں کھڑا ہے + اسکا شاہانہ لباس امیرانہ وضع اور جاہ و جلال تبلا رہا ہے کہ یہ کوئی افسر یا راجہ کا لڑکا ہے + جب سب اُتر چکے تو اُن میں سے ایک عہدہ دار زرہ بکتر پہنے۔ تلوار کمر سے لگائے ڈھال ہاتھ میں لئے آیا جسکو یہ نوجوان افسر مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے:۔

وہی افسر۔ دیکھو! ہم منتری کو ساتھ لیکر آگے چلتے ہیں۔ تم خبرداری سے سپاہ کو منزل بمنزل لے آنا۔

یہ کہکر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ پہلے تو اُس نے گھوڑے کو خوب سرپٹ ڈال دیا۔ مگر بعد میں نہ جانے کیا سوچ کر باگ کو اسقدر زور سے کھینچ لیا ہے کہ گھوڑے کی گردن بھی دوہری ہوئی جاتی ہے اور یہ روکے ہی چلے جاتا ہے! اگرچہ اس کا گھوڑا بہت چاہتا ہے کہ اپنی تیز رفتاری کے جوہر دکھلائے۔ لیکن یہ افسر اس کو اس بات کی اجازت

نہیں دیتا۔ اور سر جھکائے دل ہی دل میں کہنے لگ جاتا ہے۔ آہ! آج رات کیا پریشان خواب دیکھا ہے۔ ایشور کرے یہ جھوٹھ ہو! اُس پران پیاری کو تو میں نے اچھی طرح ابھی دیکھا بھی نہیں (خود ہی) کہیں وہی بات تو نہیں ہوئی جس سے وہ ڈرتی تھی۔ نہیں نہیں میں سمجھ گیا۔ جس وقت میں روانہ ہونے لگا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ میں حمل کی امید رکھتی ہوں۔ شاید اب وہ تولدگی کے باعث تکلیف میں ہو (گھوڑے کو روک کر کچھ دیر سوچنے کے بعد) ہاں بیشک! بیشک! یہ ہی درست ہوگا۔ زچہ کو اکثر اس موقعہ پر سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ انجام بخیر ہو (پھر کچھ سوچ کر) ایں! اس بات کو تو ڈیڑھ سال گزر گیا ہے اگر پریہ جی کا خیال راستی پر تھا اور ایشور کرے کہ ایسا ہی ہوا ہو تو اسوقت بچہ بھی آٹھ سات ماہ کا ہوگا (تھوڑے سکوت کے بعد) آہ! یہ کیا معاملہ ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ کہا اور سرد سانس لیکر سوچتا ہوا آہستہ آہستہ گھوڑے کو روکے جا رہا ہے۔

ناظرین! آپ سمجھ تو گئے ہونگے کہ یہ افسر **پون** ہی ہے جو لنکا سے واپس آیا ہے اس کی یہ حرکت دیکھ کر منتری نہایت حیران ہو کر بولا۔

منتری۔ مہاراج ایسا کیا پیچیدہ معاملہ خیال مبارک میں آگیا جس نے چلتے چلتے ایسا فکرمند کر دیا کہ گھوڑے کو تھام کر سوچنا پڑا۔ خیر تو ہے؟

پون۔ کیا بتاؤں۔ بہتیرا سوچتا ہوں۔ مگر تقدیر کے لکھے کی طرح کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اصلیت اس کی کیا ہے؟

منتری۔ اگر کوئی راز پوشیدہ نہ ہو تو بندہ کو بھی اس امر سے آگاہ کیجئے۔

پون۔ آہ! کیا کہوں اُس سین کو جو کل رات خواب میں دیکھا ہے بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے **انجنا دیوی** نہایت بے چین ہو کر زمین پر بے حس و حرکت پڑی ہے اور رو رو کر کہہ رہی ہے "ہے پران پیارے! تیری داسی اب کوئی دم کی مہمان ہے۔ اب تو کرپا کر کے درشن دو تاکہ یہ ارمان میرے دل میں نہ رہ جائے کہ انت میں آپ کا درشن نہ ہوا" اُف جس وقت سے یہ خواب دیکھا ہے۔ ہزاروں طرح کے خیالات پیدا ہو کر ماہی بے آب کی طرح بے چین کر رہے ہیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ معاملہ کیا ہے؟

منتری۔ بیشک! بیشک! بالکل درست۔ آپ کا متفکر ہونا بیجا نہیں۔ واقعی یہ حیرت انگیز

خواب ہے ماں آپکے منہ سے سنکر میرے اوسان خطا ہوئے جاتے ہیں۔ مگر ان خوابوں کا اعتبار بھی کچھ نہیں!

پون۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ انکا اعتبار کچھ نہیں لیکن دل کو چین نہیں آتا جب تک بچشم خود اسکو دیکھ نہیں لیتا۔ تسکین نہیں ہوتی۔

یہ کہا اور گھوڑوں کو سرپٹ ڈالکر منزلیں طے کرتے ہوئے **رتن پور** پہنچے۔ جب **پون** نے **انجنا** کے محل کو مقفل پایا تو دل میں خیال گزرا کہ بچہ پیدا ہونے کے باعث والدہ اسکا علیحدہ رکھنا گوارا نہ کر اپنے ہی محل میں لے گئی ہوگی (کچھ سوچکر) ضرور ایسا ہی ہوا ہوگا بھلا مدتوں کے بعد اسکو یہ دن نصیب ہوا۔ یہاں کیونکر رہنے دیتی تھی۔

یہ کہا اور محل میں آتے ہی رانی **کیتومتی** (والدہ) کے پاؤں پر جو کسی خیال کی دھن میں سر جھکائے بیٹھی کچھ سوچ رہی ہے۔ سر کو رکھا پہلے تو وہ جھجھک گئی۔ مگر بعد میں **پون** کو دیکھکر باغ باغ ہوگئی اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ کلیجہ سے لگا کر ایشور کا شکریہ ادا کیا اور بولی رانی۔ بیٹا تیری مفارقت نے پرمیشر جانتا ہے جو ہمارا حال کیا۔ دن رات تیرا ذکر تیرا ہی فکر دل کو مسلتا رہا۔ تیری کہانی وردِ زبان تھی۔ شکر ہے جو آج تجھ کو دیکھا۔ کلیجہ ٹھنڈا ہوا۔ دل کے فکر دور ہوئے۔ کہو تم اتنی مدت **لنکا** میں ہی رہے؟

پون۔ ماتا جی! کیا کہوں جب **کھر** اور **دوکھن** کو چھوڑا کر **لنکا** میں واپس آئے تو **بھیلوں** سے تنازع شروع ہوگیا۔ اُدھر سے فارغ ہوئے تو اور ہی جھگڑوں میں پڑ گیا۔ غرض اسی ہیر پھیر میں ڈیڑھ سال گزر گیا۔

گو **پون** اپنی والدہ کی باتوں کا جلد جلد جواب دے رہا ہے۔ مگر اُس کا پریشان دل دلی دلولوں کو اندر ہی اندر ضبط کرکے آنکھوں سے کام لے رہا ہے۔ بہتیرا ادھر ادھر دیکھتا ہے مگر **انجنا** اور **بسنت مالا** کو ابتک نہ دیکھکر بیقرار ہو جاتا ہے اور جلدی سے اپنے مایوس دل کو سنبھالکر والدہ کے سوال کا جواب دے رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد رانی اُٹھ کر دوسرے کمرے میں گئی تو **پون** نے اس وقت کو غنیمت جانکر لونڈی سے پوچھا۔

پون۔ پریہ جی اور **بسنت مالا** کہاں ہیں؟ ذرا اُنکو بھی خبر کرو۔

لونڈی (سرد آہ بھر کر سر جھکا کر خاموش)

پون (حیرانگی سے اس کی طرف دیکھ کر) کیوں۔ خیر تو ہے؟

لونڈی (بھڑ بھڑاتی ہوئی آواز سے) مہاراج اُنکو تو ایک سال ہوا ہے کہ یہاں سے.......

آہ! اس بات کو سنکر پون اچمبا سا رہ گیا۔ دل دھڑکا۔ کلیجہ تڑپا۔ بدن میں سنسناہٹ سی پیدا ہو گئی۔ آنکھیں لونڈی کی طرف دیکھتے دیکھتے پتھرا گئیں۔ خون جہاں حرکت کر رہا تھا برف کی طرح جم گیا۔ لونڈی اُسکی اسقدر پریشان صورت دیکھکر گھبرا گئی اور بھاگ کر رانی کو اس امر کی اطلاع کی۔

لونڈی سے **پون** کا حال سنکر رانی کے دل میں خیال گزرا شاید **پون** اس کی بات سمجھا نہیں۔ اصل مطلب کی تہ کو پہنچا نہیں۔ اسلئے متفکر ہو گیا ہے۔ یہ سوچکر خود آکر کہنے لگی

رانی۔ بیٹا کیوں مغموم صورت بنائے سر جھکائے بیٹھا ہے میں نے تو دیدہ دانستہ پہلے اسی واسطے ذکر نہیں کیا تھا کہ سنکر تجھ کو ملال نہ ہو۔ دل میں کچھ خیال نہ ہو۔ اُس بے حیا نے تو ننگ و ناموس کا کچھ بھی خیال نہ کیا۔ شرم و حیا کو بالائے طاق رکھکر غیروں سے...... جب پوچھا تو تیری انگوٹھی دکھا کر مجھ کو بھرمانے لگی۔ کئی طرح کی باتیں بنا کر رِجھانے لگی۔ لیکن میں نے اسیوقت پالکی رتھ میں بٹھا کر شہر بدر کیا۔ غیروں کے طعنوں سے اپنی آبرو کو بچا لیا۔ بیٹا اس بات کا فکر نہ کر۔ پھر بھی اچھا ہوا جو وقت پر خبر ہو گئی۔ اب یہاں سے مہندر پور گئی ہے۔

ناظرین! **پون** جو لونڈی کا کلام جسکو مصیبت کا پیام کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ سنکر حواس باختہ ہو ہی رہا تھا۔ اب رانی کی زبان سے یہ باتیں نکل نکل کر اسکے مایوس دل پر تیز نشتر کا کام کر رہی ہیں۔ رنج و غم کے لشکر نے اس بیچارے کے عضو عضو پر قبضہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ طبیعت کا اُلجھن۔ دل کی بیکلی۔ حواسوں کا انتشار دماغی قوت کو زائل کر رہا ہے۔ قوت سامعہ نے ایسی بے حرمتی کی باتیں سنکر کانوں کو کر بنا دیا ہے جگر کا ضعف ترقی پر ہے۔ دل نیچے بیٹھنے کو بھاگا جاتا ہے۔ تمناؤں کا لٹا ہوا قافلہ سامنے دکھائی دینے لگا۔ اُدھر بیقرار دل نے انجنا کی بدحواس صورت کو جو خواب میں دیکھی تھی۔ جلدی سے پیش کر دیا۔ جسکو دیکھتے ہی سب بدن کانپ اُٹھا اور آہوں کا غبار

ریل کے سٹیم کی طرح کلیجہ سے نکل کر دماغ کو چڑھا تو بے اختیار ہو کر وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا اور نہایت پُر درد لہجہ میں یہ کہا ؎

آہ! اجھوتا دیا کلنک اُس نہیں سانچ رتی ایک + دُکھ کا کارن تو بھی ایشور راکھے ٹیک
تین[۱] دن تک میں رہا کہتی رہی کر جوڑ + مات پتا سے تم ملو شنند کا کریں نہ اور
سما جو ملا نہ کچھ مجھے گیا یدھ تت کال + نتیجہ کارن آ کے کربھوشن[۱] دیا نکال
ہوا نیہل میرا سب جتن دھول ملایا نام + دُکھ دیا اُسے اَت گھنا آپ ہوئی بدنام
ہائے ڈرتی تھی جس بات سے وہی بنا سنجوگ + رائے مہندر کی سُتا تجھے ملا دُکھ آیوگ

اُف! کیا کیا آرزوئیں تھیں۔ کیا کیا تمنائیں تھیں۔ مگر آج سب خاک میں مل گئیں (باہر کی طرف دیکھ کر) آہ! وہ پیاری صورت اب کہاں دیکھنی نصیب ہوگی؟ اُس بے گناہ کو جو اذیت پہنچی وہ سب میرے ہی باعث (والدہ کی طرف دیکھ کر) آہ! ماتا تو کیسی سنگدل ہے۔ تجھ کو کچھ بھی رحم نہ آیا؟

یہ کہا اور سرد آہ بھر کر منتری کو ساتھ لے وہاں سے انجنا کی تلاش میں نکل پڑا +

باب ۔ ۱۳

دلیری میں کم نہ ہوگا

صبح کا وقت ہے۔ آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ اُس کی سُرخی مائل زرد کرنیں پشو مکھابن[۲] کے بلند درختوں پر پڑ کر اُن کے جوبن کی بہار دکھلا رہی ہیں اور پرندے اُڑ اُڑ کر درختوں کی شاخوں پر بیٹھ کر خوشی سے چہچہاتے ہوئے اپنی نوکدار منقاروں سے پروں کو صاف کر رہے ہیں۔ پنجے پھیلا پھیلا کر انگڑائیاں لے رہے ہیں۔ اور بعضے اُڑ اُڑ کر اپنی خوراک کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ مگر منحوس گدھ ایک پیپل کی بلند شاخ پر بیٹھا ہوا گردن پھیر پھیر کر ادھر ادھر اپنے شکار کی جستجو کر رہا ہے۔ اور انجنا دیوی ایک جھونپڑی کے باہر جو ایک پہاڑ کی سطح پر واقع ہے۔ اور جس کے

[۱] انگوٹھی [۲] پشو مکھابن یہ دریائے کرشنا کے شمال میں رامائن کے زمانہ میں واقع تھا جنگلی جانور یہاں کثرت سے پائے جاتے تھے +

چاروں طرف جنگل ہی جنگل دکھائی دیتا ہے۔ بیٹھی ہوئی اپنے دائیں ہاتھ کو اُلٹ پلٹ کر دیکھکر کچھ سوچتی ہوئی اِدھر اُدھر بڑی حیرانگی سے دیکھ رہی ہے۔ اسکے چہرہ پر حد درجہ کی بڑھی ہوئی مایوسی بتلا رہی ہے کہ کسی چیز کے گم ہونے سے یہ اسقدر پشیمان ہو رہی ہے اور یہی صحیح ہے۔ سنئے بسنت مالا سے کہہ رہی ہے۔

انجنا۔ بسنت! کہیں انگوٹھی تو نہیں دیکھی؟

بسنت مالا (تعجب کے لہجہ میں) ایں! کون سی؟

انجنا۔ وہی جو سوامی جی دے گئے تھے! اور کون؟

بسنت مالا۔ وہ تو تمہارے ہاتھ میں تھی۔ کیوں نہیں ملتی؟

انجنا۔ ہائے غضب ہُوا وہی ایک زندگی کا سہارا تھی! اسکو دیکھ کر قدرے تسکین ہوتی تھی۔ اس کا گم ہونا میری تمام تمناؤں کا گم ہونا ہے۔ ہائے اب کیا کروں؟

یہ سُنکر بسنت مالا بڑی حیرانگی میں پڑ گئی۔ دیر تک کھڑی سوچتی رہی بعد میں کہنے لگی۔ رات کو کہیں اِدھر اُدھر گر گئی ہوگی۔ آؤ تلاش کریں۔

یہ کہا اور دونوں دیر تک سر جھکائے دیکھتی ہوئی چلی گئیں۔ جھکتے جھکتے کمریں تھک گئیں۔ بلکہ لکڑی کی طرح اکڑ گئیں۔ مگر انگوٹھی کا کچھ پتہ نہ ملا تو مایوس ہو کر واپس اس جھونپڑی کو آئیں۔ تب انجنا سرد آہ بھر کر کہنے لگی۔ واہ ری قسمت۔ واہ رے مقدر، یہی ایک سہارا تھا وہ بھی جاتا رہا۔ یہ کہا اور زار و زار بلند آواز سے رونے لگ پڑی۔

جونہی اس کے رونے کی آواز اُس سادھو نے سُنی۔ جو اس جھونپڑی میں ایشور کے دھیان میں محو بیٹھا تھا۔ جلدی سے باہر نکل آیا۔

اس جٹا جوٹ دراز قد سفید براق ریش سادھو کو دیکھتے ہی انجنا دیوی ٹھٹھک سی رہ گئی۔ اور بڑی حیرانگی سے ایک دفعہ اس کی طرف نظر اُٹھا کر نیچے سر جھکا کر سوچ میں پڑ گئی۔ تب اُس سادھو نے کہا۔

سادھو بیٹی کچھ فکر نہ کرو۔ صرف اتنا بتلا دو کہ تم کون ہو۔ اس سنسان ویران جنگل میں کیونکر آنا ہُوا؟

انجنا دیوی اسکی پدرانہ شفقت اور بزرگانہ محبت کی باتیں سن کر ہاتھ جوڑ کر بولی سے

راجہ مہندر نگر کا راے مہندر نام + تا راجہ کی میں [۱]ستا انجنا میرا نام
پہلا دو دیا دھر سرم پون نام بھرتار + نام نگر ہے رتن پور ساس نے دیا نکار
کلنک لگائیو ات بُرا کر نہ سکوں بکھان + بیت کال بھروں کا تی آئی تو استھان
پتا کہوں بیچ آپ سے ہوں نردوس نار + نشچہ سب ہو جائیگا جب گھر آ دن بھرتار

انجنا کی مصیبت کو سُنکر سادھو کے دل میں رحم آیا۔ گردشِ فلک کو لعنت ملامت کر کے ہمدردی کا کلمہ پڑھ کر کہنے لگا۔

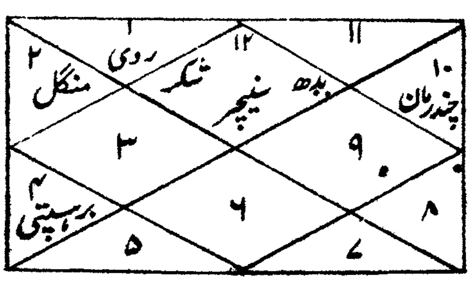
سادھو۔ بیٹی کچھ غم نہ کرو۔ جب تک دل چاہے یہاں بیفکر رہو۔ مگر ہاں اتنا ضرور ہوگا کہ بجز جنگلی پھلوں کے یہاں اور کچھ میسر نہ ہوگا۔

ناظرین! انجنا نے اس بات کو غنیمت جان کر سادھو کا شکریہ ادا کیا۔ اور وہاں رہکر اپنے ایام گردش کے دن گزارنے لگی۔

جب انجنا دیوی کو اس جگہ رہتے کچھ عرصہ گذرا تو تولیدگی کا دن بھی آگیا اور اس بے سروسامانی میں ہمارے بہادر جرنیل نے جنم لیا۔

چیتر ماس بدی اشٹمی دیکھ نچھتر جان + دن منگل پربھات کو جنم لیا ہنومان
کارے کیس سوہاونے مستک چندر سمان + بڑا پر کرمی [۲]بھاشتا نین مرگ سم جان
دیکھا انجنا بارم بار مکھ پربھ کا کرتی دھیان + کٹھن سمے سہائتا کر اس کی بھگوان
کوئی نہیں بنا آپ کے ہو جسکا مجھکا مان + داس ہوں تیرے دو اس کی دین بندھو بھگوان

ہم اپنے ناظرین کی دلچسپی کے لئے جنم کنڈلی جو اس سادھو نے تیار کی ذیل میں درج کرتے ہیں +



[۱] یعنی لڑکی [۲] ستارے والا [۳] ظاہر ہوتا ہے [۴] دیکھو راماین بجر دف گجراتی صفحہ ۴۰ +

اس جنم کنڈلی کو کاغذ پر کھینچکر سادھو دیر سے دیکھ رہا ہے کبھی تو علم نجوم کی کتاب پر نظر ڈال لیتا ہے اور کبھی دل ہی دل میں سوچنے لگ جاتا ہے جب کچھ دیر اسیطرح گزر گئی تو **بسنت مالا** زیادہ صبر کی تاب نہ لاکر بولی۔

بسنت مالا۔ مہاراج مجھ کو بھی کچھ بتائیے؟

سادھو۔ بیٹی (خوش ہوکر) اگرچہ **انجنا** کی مصیبت کو دیکھ کر مجھکو بھی ملال ہو رہا ہے کئی طرح کا خیال ہو رہا ہے لیکن اس ہونہار لڑکے کا زائچہ دیکھ کر اس سے بڑھکر خوشی کا سرور آ رہا ہے۔ یہ لڑکا دلیری میں کم نہ ہوگا شجاعت میں شیر کا مقابلہ کرکے بہادری کی داد لیگا۔ علم میں یکتائے زمانہ ہوکر دھرم کا پابند رہیگا۔ خویش و اقربا سب کی نظروں میں عزیز۔ دغابازوں اور ادھرمیوں کے واسطے موت کا پیغام ہوگا غرض جو وصف اس میں پاتا ہوں۔ ایک سے ایک اعلےٰ دیکھتا ہوں۔ ایشور اس کی عمر دراز کرے۔

بسنت مالا۔ سادھو کی باتیں سنکر جلدی سے **انجنا دیوی** کے پاس گئی۔ اور سب حال اُس کے گوش گذار کیا جسکو سُنکر اُسکا وہ چہرہ جو مدتوں کی پریشانیوں اور رات دن کی مصیبتوں سے ہنسنا بھی بھول گیا تھا اسوقت کچھ کھلا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اور لڑکے کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں کہہ رہی ہے ؎

وہ دن کب پربھ آئیگا جب گھر آون بھرتار+ نام کرن کروں کر خوشی گا کر منگل چار
کریں سبھی وہ ہت مجھے جو کرتے دھتکار+ لوگن ماہیں اُجلی کب کر سو کرتار

اور کئی طرح کے خیالات لڑکے کو دیکھ دیکھ کر اُس کے دل میں چٹکیاں لے رہے ہیں۔ جب بے سر و سامانی کے سامان دیکھ کر آنکھوں سے آنسو بہ نکلے تو **بسنت مالا** نے کہا۔

بسنت مالا۔ سکھی! میں بڑے تعجب میں ہوں۔ کہ تو اسقدر دانا ہو کر بھی نہیں سوچتی کہ تیرا اسوقت غمگین ہونا کیا نتیجہ پیدا کریگا۔ کیا اس کا اثر دودھ پر پڑکر بچہ کے لئے مضر نہ ہوگا۔ آہ یہ سچ ہے منہ سے کہدینا اور ہے اور اسپر عمل کرنا اور ہے پیاری کیا تو اپنے قول کو بھول گئی جو اکثر کہا کرتی تھی کہ جو دُکھ سُکھ سر پر کا بھوگ جان کر

؎ ادھرمی جو دھرم کے برخلاف جانے والا ہو+

ایشور پر بھروسہ رکھتا ہے۔ وہی دنیا میں خوش رہتا ہے؂
انجنا۔ بسنت! میں سب کچھ جانتی ہوں۔ ہر چند کوشش کر کے بیقرار دل کو سنبھالتی ہوں۔ مگر کیا کروں یہ میرے قابو میں نہیں رہتا۔ ع

یہ توکمبخت سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہیں

آہ! جسوقت یہ لڑکا زمین پر لیٹے لیٹے خود بخود کبھی ہاتھ پاؤں کو پھیلا کر اور کبھی سمیٹ کر ناک منہ چڑھا کے رونے لگ جاتا ہے۔ تو انجنا اس کو بیکسی کی حالت میں قدرتی فرش پر لیٹا دیکھ بے چین ہو کر جلدی سے گود میں لے لیتی ہے۔

جب گیارہ ماہ اسی طرح گذر گئے تو ایک روز دوپہر کے وقت جبکہ بارش ہو رہی تھی اور انجنا دیوی لڑکے کو لئے جھونپڑی میں بیٹھی دل بہلا رہی ہے۔ مگر لڑکا ایک ہی جگہ بیٹھے بیٹھے کچھ تنگ آکر زور سے چلا چلا کر رو رہا ہے۔ اگرچہ انجنا کھڑی ہو کر ایک دو قدم اِدھر اُدھر ٹہل کر بھی اس کو بہلاتی ہے۔ مگر یہ بچہ رو ہی رہا ہے۔

بارش تھمی تو لڑکے کو لیکر جھونپڑی کے باہر آ کھڑی ہوئی۔ اور ان جنگلی درختوں اور خودرو پودوں کو جو جھونپڑی کے ارد گرد دور تک پھیلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں انگلی کے اشارہ سے لڑکے کو دکھا کر اُسکا دل بہلا رہی ہے۔

آہ! ان خودرو پودوں کے رنگ برنگی پھولوں اور سبزہ زار کے خوشنما سین کو دیکھ کر انجنا کو اپنے باغ کی بہار جو لڑکپن کے زمانہ میں سیر کے وقت دیکھا کرتی تھی یاد آگئی۔ آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور دل میں کئی طرح کے خیالات پیدا ہو کر بیتاب کرنے لگے۔ تب اُسنے بیقرار دلکو سنبھال اور بڑے حوصلے سے دلی ولولوں کو ضبط کر کے اُدھر سے نگاہ کو روک کر آسمان کا نیلا نیلا رنگ اور اس میں جا بجا اُن سفید بادلوں کے ٹکڑوں کو دیکھنا شروع کر دیا ہے۔ جنکو ہوا نے چھوٹے لڑکوں کی طرح اپنا کھلونا بنا رکھا ہے کبھی وہ ٹکڑے مل کر ایک ہو جاتے ہیں اور کبھی ہوا کا ایک تھپیڑ لگنے سے الگ الگ نظر آتے ہیں۔ ہاں بڑے بڑے بادل ہوا کی حرکت سے ہاتھی اور گھوڑوں کی شکلوں میں ہو جاتے ہیں۔ چیلیں اُڑتی اُڑتی اتنی بلند ہو گئی ہیں کہ سیاہ سی ٹکیہ کے سوا کچھ معلوم ہی نہیں ہوتا۔ مگر جب وہ سفید بادلوں کے نیچے آجاتی ہیں تو گویا ابر کے ساتھ الجھاتی ہیں

اسی طرح **انجنا دیوی** دل بہلا رہی تھی کہ یکایک ایک چمکدار چیز جو آفتاب کا ہم پلہ معلوم ہوتی ہے اس طرف کو آتی ہوئی دکھائی دی۔ پہلے تو بڑے غور سے دیکھتی رہی بعد میں معلوم ہوا کہ کوئی بوان آ رہا ہے تب یہ جلدی سے وہیں بیٹھ گئی۔ اور نیچے سر جھکا لیا۔ مگر اس کو بیٹھے دیکھ کر لڑکا چلا اُٹھا اور زار زار رونا شروع کر دیا۔

ناظرین! اس بوان میں ایک شخص سفید ریش عمدہ لباس زیب تن کئے ایک عورت سے باتیں کرتا ہوا آ رہا تھا کہ ناگاہ اس کی نظر انجنا پر پڑی۔ اور لڑکے کے رونے کی آواز کانوں میں پہنچی۔ نہ جانے اس کے دل میں کیا خیال گزرا ہے کہ بوان کو تھام کر اپنی ہمراہی عورت سے کہہ رہا ہے۔

وہی شخص۔ پریہ جی! آپ نے کچھ دیکھا؟

عورت۔ نہیں سوامی جی! میں نے کچھ نہیں دیکھا! کیا ہے؟

شخص (انگلی کے اشارے سے) وہ دیکھو جھونپڑی کے آگے ایک نوجوان عورت سر جھکائے غمگین صورت بنائے بیٹھی ہے اور شاید وہ اس کا لڑکا ہے جو پاس ہی بیٹھا رو رہا ہے۔

عورت (گردن پھیر کر پیچھے کو دیکھ کر، ہاں (بے پرواہی سے) کسی سادھو کی لڑکی ہوگی! ایں! اس کا سیاہ لباس کیوں ہے؟

شخص۔ اسی بات کو تو میں سوچ رہا ہوں اگر سادھو کی لڑکی ہوتی تو ایسے سیاہ کپڑے ہرگز نہ پہنتی۔ اس میں ضرور کچھ بھید ہے۔

یہ کہہ کر بوان کو درختوں کی آڑ میں زمین پر اُتارا اور خود **انجنا** کے پاس جا کر بولا۔

شخص۔ دیوی! تو کون ہے اور اس سُنسان ویران جنگل میں کیوں رہتی ہے؟

انجنا دیوی۔ جو اپنے ہی خیال میں سر جھکائے بیٹھی کچھ سوچ رہی ہے اس ناگہانی آواز کو سنتے ہی چونک پڑی اور جلدی سے سر اُٹھا کر اوپر کی طرف دیکھا تو فوراً اس کے گلے سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ پڑی گو یہ شخص بھی اس کی شکل کو دیکھ کر شک میں پڑ گیا ہے اور بہتیرا دل میں سوچتا ہے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کون ہے اور کیوں رو رہی ہے؟ آخر جب کچھ دیر اسی طرح گزری تو تسلی کی باتیں کر کے پیار

بیچارہ جلا سا دیکھ بڑی مشکل سے اسکو اپنے جسم سے علیحدہ کیا۔ جونہی اُسکے چہرے کو غور سے دیکھا آواز کو بخوبی پہچانا تو خود رفتہ سا ہو کر بولا -

شخص (حیرانگی سے) ایں! انجنا! تو کہاں ؟

آہا! کسی نے سچ کہا ہے ؎

اُسے فضل کرتے نہیں لگتی بار + نہ ہو اُس سے مایوس امیدوار

ناظرین! دیکھئے ایشور کی قدرت کہ اتفاقاً انجنا کا ماموں راجہ **پرلی سوریا** اپنی عورت **روی سُندری** کو ساتھ لئے سیر کرتا ہوا یہاں آگیا۔ پہلے تو **انجنا دیوی** کو اس حالت میں دیکھ کر پہچان نہیں سکے۔ مگر جب انہوں نے پہچان کر یہ کہا کہ انجنا۔ تو کہاں ؟ آہ! تب تو انجنا اور بھی بلند آواز سے رو پڑی اور کچھ جواب نہ دے سکی تو راجہ بھی آنسو بھر کر بولا -

راجہ **پرلی سوریا**۔ بیٹی کیوں رو رو کر پریشان ہوتی ہے ؟ اب کچھ فکر نہ کر اور یہ بتلا کہ اس جگہ تیرا آنا کیونکر ہوا! اور یہ سیاہ کپڑے کیوں پہنے ؟

انجنا کچھ کہنا چاہتی ہے۔ مگر رو رو کر ہچکی بندھ جانے سے اس کی بات اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی لیکن **بسنت مالا** انجنا کے رونے کی آواز سنکر آگئی ہے اور راجہ کو اس کی داستان مصیبت سنا رہی ہے۔ دیکھئے! **بسنت مالا** کی زبان سے ایک ایک حرف نکل کر راجہ کو متفکر بنا رہا ہے۔ کبھی انجنا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا ہے اور کبھی پھر سر جھکائے سُننے لگ جاتا ہے۔ اُف! جس وقت **بسنت مالا** نے کہا کہ "اس کی والدہ نے بھی بے رحلا دو دیا دھر کی بات پر یقین کر کے سچ اور جھوٹ کا کچھ بھی فیصلہ کیا اور اُسکو شہر بدر کر دیا" اس وقت راجہ کے بدن میں سناٹا سا پڑ گیا چہرہ مارے غصے کے سُرخ ہو کر تمتما گیا۔ زیادہ سُننے کی تاب نہ لا یا اور انجنا کو گلے سے لگا کر بولا -

راجہ- انجنا! اب کچھ فکر نہ کر۔ گذشتہ کے لئے تو میں کہہ نہیں سکتا۔ لیکن آئندہ کے لئے میں ذمہ دار ہوں تجھ کو کوئی تکلیف اب نہیں ہو سکتی

راجہ **پرلی سوریا**۔ **انجنا** اور **بسنت مالا** کو ساتھ لے رانی **روی سُندری** کے پاس آیا اور اُس کو اُنکی مصیبت کے حال سے آگاہ کر کے بوان میں بیٹھ وہاں سے روانہ ہوا۔

[1] بوان کو دیکھئے کشتی نما شکل کا ہے ایک طرف کلا کوشل کا سامان ہے دوسری طرف ایک قسم کا سائبان تنا ہے جس کے چاروں طرف سنہری کام اس خوبی سے کیا ہوا ہے کہ آفتاب کی روشنی میں اس کی طرف دیکھنا دشوار ہے اس پر کاریگر نے موتیوں کی جھالر بناکر اور اس میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر ایک ایک سونے کا مصنوعی موتی گیند کے برابر اس حکمت سے لگایا ہوا ہے کہ جسقدر اس کی رفتار تیز ہوتی جاتی ہے اسقدر اُن کی چمک دمک بھی زیادہ خوشنما معلوم ہوتی ہے۔

یونہی انجنا دیوی کے لڑکے کی نظر ان چمکدار مصنوعی موتیوں پر پڑی بے اختیار گود سے اچھلا اور اُن کو پکڑنا چاہا مگر کامیاب نہیں ہوا۔ اور نیچے زمین پر گر پڑا !!! لڑکے کو گرتا دیکھکر سب چلا اٹھے اگرچہ اسی دم بوان کو روکا گیا تاہم فاصلہ بہت ہوگیا۔ اس لئے بوان کو پیچھے لوٹاکر زمین پر اُتارا۔ راجہ تو لڑکے کی تلاش میں چلا گیا ہے اور یہ تینوں بدحواس ہوکر اُس طرف دیکھ رہی ہیں۔ جس طرف وہ گیا ہے اور بُرے بُرے خیالات پیدا ہو اِن کے مایوس دل میں چٹکیاں لیکر پریشان کر رہے ہیں کہ اتنے میں راجہ لڑکے کو لے کر واپس آیا اور بولا۔

راجہ۔ انجنا! تیرے لڑکے کا جسم تو بجر[2] کی مانند سخت ہے کہ اتنی دور سے گرا اور گرا بھی پتھر کی چٹان پر لیکن شکر ہے کہ جب میں گیا تو یہ انگوٹھا چوس رہا تھا اور مجھ کو دیکھتے ہی دونوں ہاتھ پسار کر رونے لگ پڑا۔ راجہ کی باتیں سُن کر اور لڑکے کو دیکھ کر سب کی جان میں جان آئی اور رانی روپ سُندری نے جلدی سے لڑکے کو

---

[1] یہ جو ایک عام بات مشہور ہے کہ ہنومان نے پیدا ہوتے ہی آفتاب کو اُچھل کر پکڑا اور منہ میں چھپا لیا بدیں خیال کہ یہ ایک سُرخ پھل کھانے کا تھا۔
ناظرین! حقیقت میں نہ تو کوئی پھل تھا اور نہ سورج تھا بلکہ اسی بوان کے چمکدار طلائی مصنوعی موتی تھے۔ جنکو مصنفوں نے آفتاب سے تشبیہ دی تھی اور بعد میں ٹیکا کاروں نے اصل مطلب کو فوت کر کے آفتاب ہی بنا لیا (دیکھو انجنا ستبنوں اس صفحہ ۳۴)

[2] جس کا جسم پتھر کی مانند سخت ہو۔

کو راجہ سے لیکر چھاتی سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیکر کہنے لگی "بیٹا بجرنگی کہاں کی سیر کی" تب سے اس کو سب کوئی بجرنگی کہنے لگ پڑا - اور بوان وہاں سے آگے کو روانہ ہوا -

ناظرین! انجنا - تو اپنے ماموں کے ساتھ ہنون پور کو جا رہی ہے اور پون بچارہ معلوم نہیں کہاں بھٹک رہا ہے آؤ ذرا اس کا بھی تہ تو پتہ لیں +

باب ۱۴

دم بھر میں اس کو کیا ہوگیا؟

راجہ مہندر رائے کے محل میں ابھی ایک شخص نفیس پوشاک پہنے چھڑی ہاتھ میں لے چوکی پر آنکر بیٹھا ہے اور رانی بیگ موہنی اُسکی پیشانی کو بوسہ دیکر سلسنگھڑی خیر و عافیت پوچھ رہی ہے لیکن اس کی جھکی ہوئی گردن دبی ہوئی نظر اور اس نووارد کو دیکھکر آہ سرد بھرنا بتلا رہا ہے کہ اُس شخص کے آنے سے اس کے دل کو سخت صدمہ پہنچا ہے اور ٹھیک یہی درست معلوم ہوتا ہے دیکھئے کیسے آہستہ آہستہ قدم رکھتی ہوئی اب اپنے کمرے کو جا رہی ہے اور دل میں یہ خیال پیدا ہو کر اُس کو اور بھی جلنے پر مجبور کر رہا ہے - "آہ جب وہ انجنا کا حال دریافت کریگا تو کیا بتاؤنگی - اُف! اس نے تو مجھکو کہیں کا نہ رکھا - اگر مر جاتی تو اچھا ہوتا آج اُسکے (پون کے) سامنے سرنگوں تو نہ ہونا پڑتا! اے زمین! تو پھٹ جا کہ میں تجھ میں سما جاؤں تاکہ انجنا کا ذکر سُننے کی نوبت نہ پہنچے" ناظرین! یہ تو اسطرح دل میں کہتی ہوئی پلنگ پر جا کر لیٹ گئی ہے مگر وہ نووارد شخص جو غالباً پون ہی ہے اور جو انجنا کی تلاش کرتا ہوا یہاں آگیا ہے رانی کی یہ حرکت دیکھکر نہایت حیران ہوگیا اور اب بڑی مایوسی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے - لیکن انجنا کو نہ پاکر اس کا بیقرار دل اور بھی بےچین ہوتا جاتا ہے اس امر میں ہر چند غور کرتا ہے کہ کیا معاملہ ہے جو وہ (انجنا) دکھائی نہیں دیتی - مگر مقدر کے لکھے کی طرح جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو گھبرا کر وہاں سے اُٹھنا چاہا کہ اتنے میں پرسین کیرتی کا لڑکا سامنے آتا ہوا نظر پڑا - جلدی سے پکڑ کر گود میں بٹھا لیا اور پوچھنے لگا -

پون۔ بیٹا تیری بہوا کہاں ہے۔

لڑکا۔(مایوسانہ لہجے میں) ایں! بہوا! سنا ہے وہ توروتی ہوئی یہاں سے پشو مکھا بن کو چلی گئی تھی۔ یہاں تو صرف تھوڑی دیر کھڑی روتی رہی بعد میں دادی نے غصہ ہو کر گھر سے باہر نکال دیا تھا۔

آہ! اس بات کے سنتے ہی **پون** کا رنگ فق ہو گیا دلی آرزوئیں ناامیدی میں بدل گئیں۔ پشو مکھا کے نام نے اُسکے ہاعضا کو اُسکے دل کی طرح بیکار کر دیا۔ اب بیکسے تو کیا کہے کرے تو کیا کرے۔ بہتیرا دل کو سنبھالتا ہے مگر وہ کسی طرح سنبھلتا ہی نہیں اور خود رفتہ سا عالم سکوت میں اس چوکی پر بحیس وحرکت ہو کر دیکھتا کا دیکھتا رہ جاتا ہے۔

جب کچھ دیر اس طرح گزری تو پھر دماغ میں خراش سی پیدا ہوئی جس بجلی کی طرح اُسکی رگ رگ میں حرکت دیکر مہر خاموشی کو توڑ کر زبان کو وا کیا!!! آہ! مجھ سے کیسی غلطی ہوئی!! میرے ہی باعث اس پران پیاری پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا (انجنا کے والدین کی طرف اشارہ کرکے) تم ہی کچھ سوچتے۔ اُسکے حال پر رحم کرتے۔ تمہاری تو لخت جگر تھی مگر تم سب سے زیادہ بیرحم اور بیمروت نکلے جو اُسکی اس حالت پر بھی کچھ خیال نہ کیا۔ اُف! کیسا خون سفید ہو گیا۔ رحم تو دنیا سے جاتا ہی رہا (کچھ سکوت کے بعد) پیاری **انجنا**! تو کن مصیبتوں میں پھنس گئی جن پر تیری اُمیدیں ناز کرتی تھیں وہی تیرے دشمن ہو گئے تو غمخوار کون ہوتا؟ اُف! تیرے ننھے سے دل نے ایسی بیحرمتی کی باتیں کیونکر برداشت کی ہونگی؟ تو ایسی ذیہوش ذی علم دہرم میں مستعد حسن صورت اور حسن سیرت دونوں میں یکتا۔ مگر افسوس تیری قسمت نے ان سب کو خاک میں ملا دیا۔" **پون** کی باتیں سُن کر ایک خواص نے رانی سے جا کر کہا۔

خواص۔ ماتاجی! آپ کس فکر میں پڑی ہیں۔ کس بات کو سوچ رہی ہیں۔ ذرا باہر نکل کر **پون** جی کی باتیں تو سنئے کیا کہہ رہے ہیں۔

رانی (افسوس کے لہجہ) وہی **انجنا** کی شکایت کرتے ہونگے۔

خواص۔ جی نہیں! وہ تو سراسر جھوٹھ اور غلط قرار دیتے ہیں۔ اور **انجنا** کو بیقصور اور آپ پر بیرحمی کا الزام لگاتے ہیں۔

رانی۔ (سرد آہ بھرکر) آہ! ایسی قسمت کہاں!!
خواص۔ ذرا چل کر تو سنئے؟
رانی جلدی سے اٹھکر دالان کی طرف آئی جونہی **پون** کی آواز کان میں پہنچی وہیں کھڑی ہوگئی۔ جب وہ کہہ چکا تب آگے بڑھ کر بولی۔
رانی۔ آہ! میں نے تو تیرے باپ کی تحریر پر عمل کیا۔ اُس کو سچ جان کر اپنے لخت جگر کو شہر بدر کیا! کیا وہ جھوٹھا اتہام تھا؟
پون۔ اور کیا! بالکل جھوٹھا! سراسر غلط!!! ایشور جانے تم سب کی عقل پر کیوں پردہ پڑگیا کہ کسی نے بھی اس بات کو تحقیق نہیں کیا اور زیادہ تر غضب یہ کیا کہ جو کسی پر نہیں وہ عیب بیچاری **انجنا** کو لگایا گیا۔ اُف! تم نے بھی اپنی بیٹی کی بیعزتی چاہی! بھلا کچھ تو سوچا ہوتا!
معلوم نہیں ان باتوں میں کیا جادو بھرا ہوا تھا کہ ان کو سنتے ہی رانی دھم سے زمین پر گر پڑی چہرے کا رنگ فق ہوگیا منہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ ہاتھ پاؤں سرد ہوگئے دانتوں کے جباڑے مل گئے ہیں۔ اور دم رُک رُک کر آرہا ہے۔
رانی کی یہ حالت ہونے سے محل میں کہرام مچ گیا۔ کوئی راجہ کے پاس بھاگا جاتا ہے اور کوئی وید (ڈاکٹر) کو بلانے۔
چونکہ **پون** کو چرک[1] شاستر سے کچھ واقفیت تھی اس لئے رانی کے دل کی حرکت کو محسوس کرکے نبض کی رفتار پر غور کیا تو سکتہ کے مرض کا ہم پلہ پایا فوراً جائفل جاوتری ہاتھ پاؤں میں ملا یا تمیشر کھلا کر لخلخہ سونگھایا جس سے رانی کو ہوش آیا اور ہائے! **انجنا** کہہ کر پھر خاموش ہوگئی۔
ایک طرف راجہ بیٹھا ہوا اُسکی حالت کو دیکھکر افسوس کر رہا ہے دوسری طرف **پرسن کرتی** آنسو بہا رہا ہے اور تمام کنبہ بیچین ہو کر کہہ رہا ہے "ایں دم بھر میں اسکو کیا ہوگیا؟
ناظرین! بہت دیر تک رانی کی یہی حالت رہی کبھی تو ہوش آجاتا اور کبھی وہی پہلی

---

[1] علم طب کی کتاب۔

صورت! آخر بڑی کوشش اور تردد کے بعد رانی کو کلی صحت ہوئی۔ تو اُٹھ کر بیٹھ گئی اور زار زار دل کھول کر روئی۔ غم کا غبار جو مغز کو چڑھ گیا تھا ہلکا ہوا تو کہنے لگی۔

رانی۔ میں نے بے گناہ انجنا کے حال پر کچھ بھی خیال نہ کیا اور نہ ہی اس کی مصیبت کو دیکھ کر میرے سخت سینہ سے ایک آہ ہی نکلی اور نہ آنکھوں سے آنسو ٹپکا۔ اُف! کوئی والدہ ایسی نہ ہوگی جیسی کہ میں کم بخت! جس نے بھوکی پیاسی دیکھ کر بھی پانی تک نہ پوچھا! آہ! میرا بھلا کہاں ہوگا عاقبت میں کیا جواب دونگی۔

یہ کہا اور پھر رونا شروع کر دیا۔ تب راجہ نے کہا۔

راجہ۔ پریہ جی! اس قدر گھبرانے سے تو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وقت جو گزر گیا اس کی فکر کرنی بے فایدہ ہے۔ انسان کی فکر اور لکڑی کا گھن برابر ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ اور ایشور پر یقین رکھو وہی ہر حال میں سب کا نگہبان ہے۔ ہاں! آیندہ کی فکر کرو کہ اب کیا کرنا چاہئے؟

رانی سرد آہ بھر کر بولی ؎

انجنا دینی تراہ کام میں کھوٹا کینا
ذرا نہ کی وچار مفت میں اپجس لینا

کریں مجھکو دھتکار نگر کے سارے باسی
کیا رنگ کیا رائے کریں سب مجھکو ہانسی

سُنی ودیا دھر کی بات نہ مانا تیرا کہنا
ہائے میری راج دلار پڑا دُکھ تجھ کو سہنا

میرا اہر دا بھیا کٹھور سوچ نہ میں نے کینی
نجانوں کارن کیا ہوئی مت میری ہینی

اب کیا کروں اپاؤ بات میں آپ بگاڑی
کٹھن او ستھا گربھ گئی بن دکھے پیاری

نہ سُنے انجنا بین نہ کچھ نشچے کینا
بن دیکھے اپرادھ بیٹی کو میں تراہ دینا

ہائے جائے پیٹ میرا پھوٹ جب سُدتری آوے
آہ در میرے پر روانجنا پیاسی جاوے

ہائے پالی دُکھ اُٹھا بہت میں لاڈ لڈائے
ہوتی تھی بچین ذرا دُکھی اُس کو پائے

گئی جنگل سدھار آہ وہ میری پیاری
میں بھئی اتی کٹھور بیٹی دھن سکھی تمہاری

ہوں ایسی نرلج پران نہ میرے چھوٹے
دیکھ بیٹی کی بپت نین نہ میرے پھوٹے

دھرگ جیون سنسار بات یہ مینے جانی
ہوئے داس بچین گرے دھرتی پر رانی

باب ۱۵

ہائے وہ کہاں گئی ؟

ناظرین! رانی کی باتیں سُن اور اس کی یہ حالت دیکھ کر پون جی کی آنکھوں کے آگے وہی فوٹو خواب کا پھر گیا۔ جس کو یہ دیکھ کر پہلے روز لنکا میں پریشان ہوا تھا۔ خود رفتہ سا ہو کھڑا ہو گیا اور منتری کو ساتھ لے کر مہندر پور سے نکل اُس راستہ کو اختیار کیا ہے جو بڑھ کے درخت کے نیچے سے ہو کر پشو مکھا بن کو جا رہا ہے۔ اگرچہ دل میں کئی طرح کے خیالات پیدا ہو کر اس کی مایوسی کو بڑھا رہے ہیں۔ مگر جب انجنا کی بھولی بھالی صورت اس کو یاد آجاتی ہے تو نہایت بیقرار ہو کر دل میں کہنے لگ جاتا ہے "انجنا! تیری تکلیفوں کا باعث میں ہی کمبخت ہُوا پہلے تو بارہ سال اُس طرح گذرے۔ اور اب جب تیری بات کو نہ مانا اور انگوٹھی دے ٹال کر چلا گیا تو یہ نوبت پہنچی (خود ہی) " والدہ نے بھی تو غضب ہی کر دیا! معلوم نہیں اس کی عقل پہ کیا پردہ پڑ گیا جو کچھ بھی خیال نہ کیا! آف! انجنا! تیرے دل میں اُس وقت کیا گزری ہو گی؟ جب تجھکو...... کہا گیا ہو گا آہ! تیرے نازک دل نے ان باتوں کو کیونکر برداشت کیا ہو گا۔" (تھوڑے سے سکوت کے بعد) " واہ ری قسمت! کس کس پر افسوس کروں۔ دیکھئے جس کا لختِ جگر تھی اُس نے بھی تو کچھ خیال نہ کیا بلکہ پانی تک کو نہ پوچھا آہ! وہ کس اُمید سے یہاں آئی ہو گی اور کیسی مایوسی سے پشو مکھا بن کو (خود ہی) ایں! پشو مکھا بن!! وہاں تو بے شمار خونخوار درندے پھرتے ہونگے وہ کیا کرتی ہو گی! وہاں تو کوئی پناہ کی جگہ بھی نہیں!

آہ! اس خیال کے آتے ہی پون نہایت بدحواس ہو گھوڑے کو روک کر سوچنے لگ پڑا تب منتری نے کہا!

منتری۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے دل کو سخت صدمہ پہنچا ہے مگر

اب گزشتہ باتوں کو یاد کرنے سے سوائے رنج کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ مہاراج! تقدیر بڑی زبردست ہے اس کے آگے کسی کا چارہ نہیں چلتا۔ اُس بیچاری کی قسمت میں یوں ہی لکھا تھا۔ کسی کا کچھ قصور نہیں۔ آپ خود دانا ہیں ان باتوں کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ میرے کہنے کی کچھ ضرورت نہیں۔

پون۔ منتری! میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اچھی طرح سمجھتا ہوں اپنے نہ سنبھلنے والے دل کو بہتیرا سمجھاتا ہوں مگر جب اُس کی وہ شکل جو خواب میں دیکھی تھی اور پشو مکھا بن کا جانا یاد آتا ہے تو سر آسمان کیطرح چکر کھا جاتا ہے اور بے اختیار ہو جاتا ہوں سچ کہتا ہوں ہیں اب وہ **پون** نہیں رہا۔ رنج و غم کا مقابلہ ہے نہ کھانے سے رغبت نہ پانی کی پیاس ہے رات کو نیند نہیں آتی ماہی بے آب کی طرح تڑپتا رہتا ہوں اگر کچھ خیال ہے تو یہ کہ وہ بے گناہ کس مصیبت میں پڑ گئی پشو مکھا بن جیسے سنسان ویران جنگل میں کیونکر رہتی ہوگی؟ وہاں تو ایک روز بھی رہنا دشوار ہے اس کو تو سال بھر کے قریب ہوگیا اب اُس کو کہاں دیکھونگا (خود ہی) اچھا! اگر مل گئی تو بہتر ورنہ **پون** بھی زندہ نہ رہیگا۔ اُسی جگہ بھٹکتا بھٹکتا مر جائیگا!!!

منتری۔ کیوں اسقدر گھبراتے ہو؟ صبر اور استقلال سے کام لو اگر اُسکی حیات ہے تو کوئی اُسکو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہاں تکلیف ضرور ہے اس طرح کی باتیں کرتے کرتے پشو مکھا بن میں پہنچ گئے۔ جس کو دیکھتے ہی بدن میں سنسناہٹ سی ہوگئی۔ کئی طرح کے خیالات پیدا ہو کر بچھو کی طرح ڈنک مارنے لگے اب شاہ مشرق بھی مغرب میں جا چھپا۔ رات کی تاریکی اور بھی ستم کرنے لگی تو ایک درخت کے سائے میں گھوڑوں کو باگ ڈوروں سے باندھ دیا۔ اور خود قدرتی سبز مخملی فرش پر زین کا تکیہ بنا کر لیٹ گئے۔ نیند تو کوسوں دور رہے ہاں کروٹیں لیتے اور سرد آہیں بھرتے رات گذر گئی۔ صبح ہوتے ہی **پون** رفع حاجت کے لئے منتری سے کہہ کر چل پڑا۔

آہ! دیکھئے کیسی مایوسی سے سر جھکائے جا رہا ہے کہ دفعتاً جو کچھ خیال دل میں آگیا تو وہیں کھڑا ہو کر سوچنے لگ پڑا اور اب بڑی حیرت سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے۔
ناظرین! وہی خواب کا فوٹو آنکھوں کے آگے پھر گیا اور کانوں میں انجنا کی آہ و زاری

کی آواز گونج اٹھی ہے اور دل میں اسی کی مصیبت کی داستان چھڑ گئی ہے جس نے اس کو نہایت بیقرار کر دیا ہے بس پھر گیا تھا کبھی تو رو پڑتا ہے اور کبھی خاموش ہوکر دیوانوں کی طرح دائیں بائیں دیکھتا ہوا جا رہا ہے جب پانچ سات کوس اسی حالت میں چلا گیا تو ایک ندی دکھائی دی جس کو دیکھتے ہی وہاں کھڑا ہو گیا اور اب پیچھے کی طرف دیکھکر کہہ رہا ہے ۔ "اُف! بڑی دور آگئے" یہ کہکر رفع حاجت کی اور آشنان کرکے نت[1] کرم کیا۔ جب وہاں سے واپس ہوا تو راستہ بھول گیا کیونکہ آتی دفعہ اپنے خیال کی دُھن میں ایسا محو تھا کہ راستہ کی کچھ تمیز نہ کر سکا۔ اور تمام دن اسی سرگردانی میں گزرا مگر منتری اور گھوڑوں کا کچھ پتہ نہ ملا۔ جب پھرتے پھرتے شام ہوگئی بدن سست پڑ گیا۔ ٹانگوں نے جواب دے دیا۔ آنکھیں دیکھتے دیکھتے تھک گئیں اور دل گھبرا گیا تو ہار کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔

آہ! اس وقت جو پون کے دل پر گزر رہی ہے وہی جانتا ہے یا کچھ تھوڑا بہت عکس اس کا مصنف کے دل پر پڑ رہا ہے جو اس کی حالت کو اپنے دل میں محسوس کرکے لکھ رہا ہے۔

ناظرین! ذرا غور فرماویں کہ ایک راجہ کا لڑکا جو ناز و نعمت سے پلا ہوا ہو جس نے تمام عمر عیش و عشرت میں بسر کی ہو۔ اس وقت جبکہ اپنی پیاری بیگناہ اور مصیبت زدہ عورت کی تلاش میں ایک غمخوار کو ساتھ لیکر گھر سے نکلے ۔ اور ایسے لق و دق جنگل میں ہزاروں خونخوار درندے اور بیشمار زہریلے جانور ہوں اور کوئی جگہ پناہ کی نہ ہو تو اس حالت میں اس کے رفیق کا گم ہونا اور خود تنہا رہنا ایک تھوڑی سی بات نہیں۔ ایک طرف تو عورت کا غم اور منتری کی جدائی ستا رہی ہے اور دوسری طرف جنگلی جانوروں کی خوفناک آوازیں کانوں میں پہنچ کر دل کو ہلا رہی ہیں۔ اور آفتاب کا مغرب رو ہونا۔ رات کی آمد آمد ستا رہا ہے مگر ان سب باتوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتا ہوا ہمارا بہادر اسی درخت کے نیچے بے سر و سامان تقدیر کی شکایت کرتا ہوا کہہ رہا ہے ۔

"اے! بیرحم فلک! تجھے ذرا بھی غم زدوں کی حالت پر رحم نہیں آتا۔ ذرا

[1] سندھیا

خیال تو کر! ماں باپ کو چھوڑ گھربار سے منہ موڑ منتری کو ساتھ لے اُس پران پیاری کی تلاش میں آیا تھا کہ دو گھڑی اس سے ہی بات کر کے غم غلط کر لیا کرونگا۔ لیکن ہائے! تجھکو وہ بھی ناگوار گزرا اور پہلی ہی منزل میں اسکو جدا کر دیا اے ظالم! اتنا کیوں ستا رہا ہے تیرے ظلم کی کچھ انتہا بھی ہے کہ نہیں! میں نے کونسا ایسا گناہ کیا جس کے عوض میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا! اگر تجھکو یہی منظور ہے تو بمنت کہتا ہوں! کہ میرا خاتمہ کر تا کہ ہر روز کی تکلیف سے نجات ہو۔ (پھر خود ہی سوچ کر) نہیں! نہیں! ایسا نہ کرنا۔ ایشور کے واسطے ایسا ہرگز نہ کرنا۔ میں نے ابھی اُس پران پیاری سے مل کر اپنے قصور کی معافی مانگنی ہے آہ! وہ اس ویران جنگل میں کیونکر رہتی ہوگی۔

یہ کہا اور بیہوش ہو کر وہیں لیٹ گیا۔ جب کچھ عرصہ کے بعد ہوش آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ چاروں طرف عالم سکوت ہے نہ تو کوئی پرندہ ہی پر پھڑ پھڑاتا ہے اور نہ کسی درندے کی آواز آتی ہے ہاں کبھی کبھی گیدڑ "ہویں ہویں" کرتے سنائی دیتے ہیں یا ہوا فراٹے بھر رہی ہے اور رات بھی ایسی اندھیری ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا وہی خودرو پودے جن کو دن میں دیکھنے سے اُس پاریرہم پرماتما کی قدرت نظر آتی تھی۔ اسوقت ڈراونے معلوم ہوتے ہیں۔ آہ! یون کی عجیب حالت ہو رہی ہے اگر منہ سر لپیٹ لیتا ہے تو انجنا کی وہی مایوس صورت سامنے آجاتی ہے جس کے ساتھ ہی بُرے بُرے خیالات دماغ سے اتر چٹکیاں لینے لگ جاتے ہیں تو بیقرار ہو کر اُٹھ بیٹھتا ہے ہاں اگر کچھ تسکین ہوتی ہے۔ تو آسمان پر تاروں کو دیکھنے سے۔ مگر افسوس اس کے منتشر خیالات اس کو اس طرف دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دیتے جونہی آسمان کی طرف دیکھتا ہے وہیں فلک کے جور و جفا یاد آجاتے ہیں تو بے چین ہو جاتا ہے غرض اسی پریشانی میں رات گزری تو صبح کو پھر تلاش کرنا شروع کر دیا مگر کچھ سراغ نہ ملا۔

جب چار دن اسی طرح گزر گئے اور تمام جنگل چھان مارا اور اس کا کچھ پتہ نہ ملا تو حیران ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا! ابھی تھوڑی دیر ہی ستایا ہوگا کہ پھر کچھ وہم

سا اٹھا اور داہنی طرف جو بہت سے گنجان درخت دکھائی دیئے چلا گیا۔ تھوڑی دور جانے پر ایک مسمار شدہ چاہ (گڑھا) دکھائی دیا۔ نہ معلوم کیا نظر پڑا کہ اس میں جھانکتے ہی چلا گیا اور اب کچھ زمین پر سے اٹھا کر دیکھ رہا ہے۔

آہ! یہ کیا ہے؟ کہ جس کو دیکھتے دیکھتے اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور حیرت انگیز خیالوں نے پیدا ہو کر اس کے دل پر قبضہ کر لیا ہے؟

• ناظرین یہ وہی انگوٹھی ہے جو اس نے انجنا کو بطور نشانی کے دی تھی جس کو اب اس جگہ دیکھکر حواس باختہ ہو رہا ہے اور کئی طرح کے خیالات پیدا ہو ہو کے دماغ سے دل اور دل سے دماغ کو جا رہے ہیں مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ انگوٹھی اس گڑھے میں کیونکر آئی آخر اسکی حیرانی حد درجہ بڑھ گئی تو سر کو پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے سکوت کے بعد جس خیال نے اس کے دماغ کو پراگندہ کرکے دل کو پریشانی میں ڈال کر بولنے پر آمادہ کیا وہ یہ ہے "بس انجنا کا ملنا دشوار ہے" یہ کہا اور خاموش ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد سرد آہ بھر کر کہنے لگا۔

آہ! میرا خیال تھا کہ وہ اس جنگل میں نہیں آئی ورنہ ضرور اس کا کچھ نہ کچھ سراغ ملتا۔ لیکن ہائے! افسوس اس کو تو کسی درندے نے ہمیشہ کیلئے مجھ سے جدا کر دیا ہے ورنہ وہ جیتے جی کبھی اس کو اپنے سے علیحدہ نہ کرتی! پیاری! تیری موت کا باعث میں ہی بدبخت ہوا۔

آہ! اس جگہ اس امید سے آیا تھا کہ تجھ کو تلاش کرکے تیرا غم غلط کرونگا اور جن کے سامنے تجھ کو بے حرمتی کا جامہ پہنا کر تیری عصمت پر دھبہ لگایا گیا تھا انہیں کے روبرو تیری پاکدامنی ثابت کرونگا مگر ہائے! افسوس کوئی آرزو بھی پوری نہ ہوئی اور سب امیدیں خاک میں مل گئیں اب میرا بھی جینا لاحاصل ہے!!!

ع تدبیر کند بندہ تقدیر زند خندہ

یہ اس طرح کہہ ہی رہا تھا کہ سر چکر کھا گیا آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تو سر کو پکڑ کر وہیں بیٹھ گیا جب کچھ افاقہ ہوا تو کہنے لگا "میری سزا اب یہی ہے کہ اس جگہ جل کر خاک ہو جاؤں۔

یہ سوچ کر اور مصمم ارادہ کرکے اسی گڑھے میں لکڑیاں جمع کرکے چِتا بنائی اور پتھری سے آگ نکال کر اُسمیں لگائی اور آسمان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ اے فلک ستمگر تونے میری سب اُمیدوں کا خون کردیا سب آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا اور اُس پیاری صورت کو ہمیشہ کے لئے مجھسے جدا کردیا۔ ظالم! تیری ہی بدولت مجھ کو بھی اس دنیا سے نامراد جانا پڑا۔ اچھا تیرا بھلا ہو۔ یہ کہا اور ایشور کی پرارتھنا کرکے چِتا میں.....

باب ۱۶

میری عقل پر کیوں پتھر پڑ گئے

شام کا وقت ہے جبکہ رات کی تاریکی بڑھ رہی ہے اور مصنوعی روشنی گھر گھر ہونی شروع ہوگئی ہے اگرچہ راجہ پرہلاد ودیادھر کے محل میں بھی جابجا شمعدان روشن ہیں مگر تاہم تمام محل میں کچھ سنّاٹا سا چھا رہا ہے اور کمرے کمرے میں وحشت برس رہی ہے کسی کے بولنے کی آواز نہیں آتی۔ ہاں! سرد آہوں کی آندھی چل رہی ہے رانی کیتومتی غمگین صورت بنائے سر جھکائے پلنگ پر بیٹھی ہے اور راجہ پرہلاد ودیادھر ایک زرنگار چوکی پر پریشان صورت بنائے رانی کی طرف دیکھ رہا ہے اور چند خواصیں تھوڑی دور سامنے چپ چاپ کھڑی ہیں۔

جب کچھ دیر یوں ہی گزر گئی تو راجہ رانی سے مخاطب ہوکر پردرد لہجہ میں کہنے لگا۔

راجہ۔ پریہ جی! کیا پون انجنا کے بیان کی تصدیق کرتا ہے؟ اور اب کہاں گیا ہے؟

رانی۔ (سرد آہ بھر کر) جی ہاں! وہ تو اس کی جلاوطنی سنتے ہی افسردہ خاطر ہوکر بغیر کھانا کھانے کے انجنا کو بیقصور بتلاتا ہوا اُسکی تلاش میں شاید مہندرپور کو چلا گیا ہے۔

راجہ۔ (تیور بدل کر غصہ میں) آہ! غضب ہوا مفت میں کیوں اُس بیگناہ انجنا کی پاکدامنی پر شک لایا! ہائے میری عقل پر کیوں پتھر پڑ گئے کہ کچھ خیال ہی نہ کیا اور تیری باتوں میں آکر اُس کی بے حرمتی کا باعث ہوا! (تھوڑی دیر سکوت کے بعد) اُف!

پون دل میں کیا خیال کرتا ہوگا! **مہندر رائے** کو کیا جواب دونگا - آہ! تم نے مجھکو سب کی نظروں سے گرا دیا خاک میں ملا دیا اور اب جی ہاں کہہ سنایا!

ناظرین! رانی جو **پون** کی تقریر کو سُنکر پہلے ہی سے بیقرار ہو رہی تھی اب راجہ کو پُر غضب دیکھکر اور بھی حیرت میں پڑ گئی - اگرچہ اس کے سب اعضا سست پڑ گئے ہیں - مگر کلیجہ ہی ہے جو رہ رہکر اچھل پڑتا ہے اور دل بے قابو ہوا جاتا ہے نظر زمین پر وحشت برسا رہی ہے دماغ اپنا ہی منطق پڑھ رہا ہے کہ ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ یہی ہے جو آج پیش آ رہا ہے اور رانی بیچاری اپنے کئے پر پشیمان ہو رہی ہے - راجہ کی باتوں کا جواب دینا تو درکنار دل میں موت سے ہمکلام ہو رہی ہے آخر راجہ کی باتیں سنتے سنتے غم کا غبار کلیجہ سے نکل کر مغز پر پہنچا تو گردنی کھاتی ہوئی پلنگ سے نیچے گر پڑی - رانی کی یہ حالت دیکھکر راجہ کو اور بھی فکر دامنگیر ہوگئی - جلدی سے اس کو اٹھا کر کہنے لگا -

راجہ - پریہ جی! اب اس قدر تمہارا گھبرانا لاحاصل ہے ایسی باتوں پر غور کرنا چاہئے تاکہ بعد میں ندامت اٹھانی نہ پڑے - مجھکو حیرانگی تو اس بات پر آتی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر تو اسقدر دلایل سے کام لینا کہ گھنٹوں گزار دینا اور اب ایسے نازک معاملہ پر کچھ بھی خیال نہ کیا! ضرور تم کسی کے بہکانے میں آگئی ہوگی - ورنہ ایسی اُمید تم سے تو ہرگز نہ تھی -

رانی - (سرد آہ بھر کر راجہ کی طرف دیکھکر) ہائے مجھکو تو کمبخت **للتا**[1] نے دھوکا دیا معلوم نہیں اُس نے کیا جادو کر دیا کہ بغیر تحقیق کئے میں اُس بیچاری سے بدظن ہوگئی اُف! میں نے بڑا ظلم کیا!!!

راجہ - بیشک! اس میں کچھ شک نہیں! تم نے سخت غلطی کی - نہ صرف تم بلکہ مجھکو بھی مغالطہ میں ڈالا (سرد سانس لیکر) مگر خیر اب ان باتوں سے کیا ہوتا ہے اسکے مقدر میں ہی ایسا لکھا تھا! (کچھ سوچنے کے بعد) لونڈی سے مخاطب ہوا -

راجہ - دیکھو! ابھی رتھوان سے کہدو کہ صبح ہوتے ہی رتھ تیار کر کے لے آوے ہم پریہ جی کے ساتھ مہندر پور جائینگے -

[1] خواص

باب ۱۷

راجہ پرتی سوریا

دوپہر ڈھل چکی ہے۔ آفتاب حسرت بھری نگاہوں سے دنیا کو دیکھتا ہوا مغرب کو جا رہا ہے مگر زمین ابھی تک پا پیادہ چلنے والوں کو نہ جانے حسد یا کسی اور وجہ سے آگے نہیں بڑھنے دیتی اس لئے ہم تو پیچھے ہی رہ گئے ہیں مگر ہماری نظر کسی کے دیکھنے کے اشتیاق میں بہت دور نکل گئی ہے۔ سامنے سے کچھ سبزی سی دکھائی دیتی ہے لیکن دوری کے باعث ہم اچھی طرح دیکھ نہیں سکتے۔ ہاں منظر دلکش معلوم ہوتا ہے جس کے دیکھنے کے شوق نے ہم کو بے اختیار اُن کے نزدیک پہنچا ہی دیا! وہ شکوک جو ہمارے دل میں پیدا ہو رہے تھے رفع ہو گئے اور اس سبزہ زار کی ماہیت کو پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ درخت جو دکھائی دے رہے تھے کئی قسموں کے ہیں مگر سب سے زیادہ آم کے ہیں جن کی ہر ایک ڈالی بکثرت بار آور ہونے کے باعث نیچے جھکی ہوئی ہے۔ غریب کیا امیر بھی جس نے ایک دفعہ ان آموں کو دیکھ پایا فوراً دل للچا گیا! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ غریبوں کے لئے زندگی کا سہارا ہیں کیونکہ جس نے دو چار بھی کھا لئے پھر دن بھر کھانے کا نام نہ لیا۔ لیکن امیروں کے لئے یہ اعلیٰ درجہ کی نظیر بن کر دکھلا رہے ہیں کہ جس طرح ہم سب کے لئے پھل تیار کر کے سر جھکائے پکار کر کہہ رہے ہیں کہ آؤ من مانے آم توڑو اور کھاؤ اسی طرح تم بھی اپنے فرض کو یاد کر کے مستحقوں کے حق کو نہ بھولو اور غریبوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو کیونکہ ایشور نے تمکو اعلیٰ رتبہ دیا ہے

کھاتے ہیں ثمر شاخ ثمر ور کو جھکا کر ✦ جھکتے ہیں سخی وقت کرم اور زیادہ

خیر! اس مسئلہ تقدیر کو چھوڑ دو۔ اور اس انگور کی بیل کو دیکھو جس کے سبز پتوں میں سے اودے انگوروں کے خوشے کیسے خوشنما دکھائی دے رہے ہیں اور نزدیک ہی گلاب موتیا۔ رویل اور کئی طرح کے خوشبودار پھول اپنی خوشبو کے خزانے سے دیکھنے والوں کے دماغ کو معطر کر رہے ہیں غرض جہاں تک نظر پڑتی ہے۔ عجیب ہی نظارہ دکھائی دیتا ہے

اس طرح سیر کرتے اور قدرتی دلچسپیوں کو دیکھتے ہوئے بائیں طرف کو جو بڑھے تو چند عالیشان مکانات دکھائی دئے دل میں آبادی کا گمان ہوا اسی دھن میں اس طرف کو چلدئے۔ تھوڑی دور گئے ہونگے کہ ہمارا خیال صحیح نکلا۔ اور ایک شہر نظر پڑا۔

آہا! یہ تو ہنو پور ہے۔ جہاں انجنا دیوی اپنے ماموں کے ساتھ آئی تھی۔ آؤ ذرا اس بیچاری کا حال تو دریافت کریں۔

اوہو! راجہ پرتی سوریا کے گھر تو کوئی لڑکی لڑکا نہیں اور نہ ابھی کچھ ہونے کی امید ہے تو پھر اس کے محل کے آگے شادیانے کیسے بج رہے ہیں اور دھوم دھام کیسی ہو رہی ہے؟ کیوں صاحب! حیران کیوں ہو گئے! انجنا کے لڑکے کا نام کرن سنسکار ہو رہا ہے اُسکی خوشی منائی جا رہی ہے راجہ نے اپنے شہر کے نام پر لڑکے کا نام ہنومان رکھا ہے وہ دیکھئے " اس وقت انجنا بھی عمدہ لباس زیب تن کئے بیٹھی ہے مگر اس کا چہرہ کچھ ایسا بشاش نہیں۔ بلکہ اداس سا معلوم ہوتا ہے اور دوسری عورتوں کا گانا بجانا بھی نہیں بھاتا یہ اسی فکر میں ہے کہ اگر آج میں اپنے گھر ہوتی تو سوامی (پون) جی اس موقعہ کو دیکھ کر کیسے خوش ہونے ہائے! معلوم نہیں وہ کہاں ہیں اور میری نسبت کیسا خیال رکھتے ہیں"۔

ناظرین! جب انجنا دیوی کو اس جگہ رہتے ہوئے کچھ عرصہ گزر گیا۔ مگر اضطرابی نہ گئی۔ تو ایک روز رانی روپ سندری نے راجہ سے کہا۔

رانی۔ مہاراج انجنا دیوی دن رات غمگین رہتی ہے دن آہ وزاری کرتے اور رات کروٹیں لیتے اور سرد آہیں بھرتے گذار دیتی ہے میرے خیال میں آپ اس کو مہندر پور سے جاویں۔ اور اس کی تسلی کرکے وہاں چھوڑ آویں تو اچھا ہے۔

راجہ۔ پریہ جی! بیشک آپ کا خیال درست ہے میں نے بھی اکثر اُسکو غمگین ہی دیکھا ہے یہ کہہ کر اُسی وقت رتھ تیار کرکے بسنت مالا اور انجنا کو ساتھ لے مہندر پور کو روانہ ہو گیا۔

باب ۱۸

ابتک واپس نہیں آئے

ٹھیک دوپہر کا وقت ہے جبکہ آفتاب نے اپنی غضبناک شعائیں ڈال کر پنچوٹما بن کو سنسان بنا رکھا ہے! اس وقت نہ تو کوئی درندہ ہی بولتا سنائی دیتا ہے اور نہ کوئی پرندہ اُڑتا ہوا نظر آتا ہے! قیامت کی اداسی چھا رہی ہے! ہاں! کبھی کبھی ہوا کے جھونکے آکر پتوں کو کھڑکھڑاتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ بعد میں پھر وہی سناٹے کا عالم ہو جاتا ہے۔ البتہ ایک جانور گھگو! گھگو! کہتا ہوا سنائی دیتا ہے۔ آہ! ایسے سنسان و ویران جنگل میں ایک بانکا جوان موچھوں کو تاؤ دئے عمدہ سفید پوشاک زیب تن کئے دوپٹے کا آنچل سر پر ڈالے ایک درخت کے نیچے کھڑا ہے اور جنگلی جھاڑیوں کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اس کی حسرت بھری نگاہیں چاروں طرف دوڑ دوڑ کر کسی غمخوار کی تلاش میں جاتی ہیں مگر بڑی مایوسی کے ساتھ واپس آجاتی ہیں ایشور جانے دل میں کیا سوچتا ہے جو کچھ دیر تک سر جھکا کر زمین کی طرف دیکھکر پھر سامنے دیکھنے لگ جاتا ہے مگر جب اس کا غمزدہ دل اس کے قابو سے نکل کر اسکو بیخود کر دیتا ہے۔ تو اس بیخودی کے عالم میں دیوانوں کی طرح تیس چالیس قدم ادھر اودھر چلا جاتا ہے۔ اور رہ رہ کر جھاڑیوں کی طرف دیکھتا ہوا غمگین ہو کر واپس آجاتا ہے اور ذراسی آہٹ آنے سے چوکنا ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگ جاتا ہے آف! اس وقت تو گرمی غایت درجہ کی ہو رہی ہے۔ اور جنگل بھی خوفناک دکھائی دیتا ہے۔ یہ نوجوان کون ہے؟ اور کیوں اس قدر حیران ہو رہا ہے؟ آؤ ذرا اس کو دیکھیں تو سہی کہیں وہی پون جی کا منتری تو نہیں؟ آہا یہ تو وہی ہے وہ دیکھو دونوں گھوڑے ابھی تک ویسے ہی بندھے ہیں۔ بیچارہ حیران نہ ہو تو کیا کرے؟ وہ رفع حاجت کو صبح سے گئے ابتک واپس نہیں آئے! بدحواس نہ ہو تو کیا کرے؟ جب تھوڑا سا دن باقی رہ گیا تو دل میں مختلف خیالات پیدا ہو کر گھبراہٹ کرنے

لگے تب ایک گھوڑے پر سوار ہوکر دوسرے کی باگ ڈور پکڑکر اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگ پڑا۔

سات آٹھ کوس تک خوب چکر لگایا۔ مگر پون کا کہیں بھی پتہ نہ ملا تو حیران ہوکر کئی طرح کے خیالات دوڑاتا ہوا شام کے وقت ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اور نہایت بےچینی سے رات بسر کی۔ جب صبح ہوئی تو پھر اسی کام میں مشغول ہوگیا۔ دو روز تک جب اُن کا کچھ بھی نشان نہ ملا تو خیال کیا کہ شاید اُن کو انجنا مل گئی ہے اور اُس خوشی میں مجھے بھول کر مہندر پور چلے گئے ہیں۔ یہ سوچ کر فوراً گھوڑے پر سوار ہوکر مہندر پور کو چل دیا۔

باب ۱۹

یہ سب میرے ہی پور بلے کرموں کا پھل ہے

جب دوسری مرتبہ رانی بیگ موتنی بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑی تو راجہ مہندر رائے بہت گھبرا گیا اور بڑی کوشش کے بعد اس کو ہوش میں لا کر کہنے لگا۔

راجہ۔ پریہ جی! کیوں اس قدر فکر کرتی ہو اچھا جو اُسکی تقدیر میں لکھا تھا ہوگیا اب ان باتوں کو چھوڑو اور اُس کے تلاش کرنے کی فکر کرو۔ اُس بیچاری کو تو ایک ایک گھڑی سال کے برابر گزرتی ہوگی معلوم نہیں کس مصیبت میں ہے (اِدھر اُدھر دیکھ کر) ہیں! پون کہاں گیا؟ اُف تمہاری گھبراہٹ میں اُسکی بھی کسی نے خبر نہیں لی؟

رانی۔ (حسرت خیز لہجہ میں بات کاٹ کر) سوامی جی! میرے کچھ اختیار میں نہیں جب مجھکو اپنی بدسلوکی جو میں نے انجنا دیوی کے ساتھ کی ہے یاد آتی ہے تو بے اختیار ہوکر دل دہلا جاتا ہے اور سینے سے بخارات پیدا ہوکر سر کو چکر دیکر بیہوش کردیتے ہیں تو بے بس ہوجاتی ہوں۔ ہائے کوئی بھی تو ایسا نہیں کرتا جیسا کہ میں نے . . . .

راجہ - پریہ جی! جو وقت گزر جائے دانا اس کی فکر نہیں کیا کرتے بلکہ اُس سے تجربہ حاصل کر کے آیندہ کی احتیاط کرتے ہیں۔

راجہ ابھی اس فقرے کو اچھی طرح کہنے بھی نہ پایا تھا کہ شور و غوغا کی آواز آئی مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ماجرا ہے لیکن ہاں سب کے کان اُس طرف رجوع ہو گئے ہیں اور بڑی حیرت سے باہر کی طرف دیکھ رہے ہیں کہ اتنے میں ایک خواص دوڑتی ہوئی آئی اور کہنے لگی۔ "ماتا جی! انجنا آگئی ہے"۔

اگرچہ اس بات کو سنتے ہی سب کے چہروں کے رنگ خوشی میں مُبدّل ہو گئے مگر رانی کے تو گویا مردہ جسم میں جان ہی پڑ گئی ہے وہ دیکھنے کیسے جلدی سے اُٹھ کر کہہ رہی ہے آئی! کہاں؟ میری پیاری بیٹی کہاں ہے"؟

اتنے میں انجنا سامنے آتے ہوئی نظر پڑی۔ اسوقت نہ جانے رانی کے کمزور بدن میں ایسی طاقت کہاں سے آگئی کہ اُس پھرتی سے قدم اُٹھایا کہ اُسکو (انجنا) آگے بڑھنے کی بھی فرصت ندی اور روتی ہوئی گلے سے لپٹ گئی اسوقت ہر ایک آگے بڑھکر انجنا کا درد شریک ہو کر آنسو بہا رہا ہے اور رانی کیتومتی کو لعنت ملامت کر کے دل کے بخار نکال رہا ہے! اور راجہ پرتی سوریا انجنا کی سرگزشت مہندر رائے کو سُنا رہا ہے۔

ناظرین! ابھی بہت سی عورتیں انجنا دیوی کے ارد گرد جمگھٹ باندھے بیٹھی باتیں کر رہی تھیں کہ اتنے میں ایک خواص نے آنکر خبر دی کہ راجہ پرہلاد و دیا دھر اور رانی کیتومتی آئے ہیں یہ سُن کر راجہ پرتی سوریا اور مہندر رائے تو اُن کی پیشقدمی کو آگے بڑھے اور رانی بیگ موہنی اور انجنا دیوی رانی کیتومتی کا انتظار دروازہ پر کرنے لگیں۔

جونہی رانی نے قدم دہلیز پر رکھا انجنا اُسکے پاؤں پر گر پڑی اور بڑی عاجزی سے بولی۔

انجنا - آج کا دن کیسا مبارک ہے کہ میں آپ کے درشن کر رہی ہوں ماتا جی! آپ اچھی طرح تو ہیں۔

انجنا دیوی کی باتیں سُن کر رانی کیتومتی شرمندہ سی ہو گئی شرم سے آنکھیں نیچے

جھک گئیں بدن میں کاٹو تو خون نام کو نہیں رہا! دل میں موت کو ترجیح دے رہی ہے اور اپنی ہی بدسلوکیاں یاد آ کر خاموشی کا قفل لگا رہی ہیں جواب دے تو کیونکر!!!

انجنا۔ (ہاتھ جوڑ کر) ماتاجی! آپ کیوں نہیں بولتیں میرا قصور معاف کرو۔ میں آپ کی لونڈی ہوں۔ بغیر آپ کے کوئی سہارا نہیں رکھتی!

کیتومتی۔ (بڑی نرم آواز سے) تیرا کچھ قصور نہیں! بلکہ میں خود تیری گنہگار ہوں! ہائے! تیری مصیبت کا باعث میں ہی بدنصیب ہوئی۔

انجنا۔ آپ اس بات کی کچھ فکر نہ کریں۔ آپ کے کچھ اختیار نہیں یہ سب میرے ہی پوربلے

نوٹ۔ ناظرین دیکھئے رانی **کیتومتی** کیوں اسقدر شرمندہ ہو کر زندگی سے **موت کو ترجیح** دے رہی ہے کیا! انجنا یا اُسکے والدین نے اُسکو کچھ کہا ہے؟ نہیں! یہ اُسکی خود اپنی ہی کم فہمی کا ثمرہ ہے جس نے اُسکی گردن کو جھکا کر منہ کو چھپا رکھا ہے جو ہر ایک انسان اسکو لعنت و ملامت کر کے شرمندہ کر رہا ہے آنکھیں سامنے ہونے سے گریز کرتی ہیں زبان ہمکلام ہونے سے شرماتی ہے مگر یہ سب کچھ کیوں؟ ایک بات کے نہ سوچنے کا نتیجہ ہے اس لئے پیارے ناظرین! جو کام سوچ وچار کر کیا جائے خواہ اُس کا انجام اچھا ہو یا بُرا مگر اس قدر رنج نہیں ہوتا۔ جیسا کہ دیکھ رہے ہو!

شاباش! انجنا تجھ کو آفرین تیری والدہ کو جس کی گود میں تو نے پرورش پائی اور جس سے انسانیت کے جوہر سیکھے باوجود اس کے کہ رانی کیتومتی ہی تیری سب مصیبتوں کی باعث ہوئی مگر تو نے ان باتوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کر کے اسی کے پاؤں پر سر رکھ کر بتلا دیا کہ انسان میں کہاں تک برداشت کرنے کی طاقت موجود ہے۔

اے آج کل کی مستورات! تم بھی ذرا بچار دو اور انجنا کی تکلیف کا مقابلہ کر کے دیکھو اگر تم میں سے کوئی ہوتی تو جب تک بال بال نہ اکھاڑ لیتی کبھی چین نہ پڑتا۔ مگر نہیں یہ طریقہ مناسب نہیں درست نہیں جو کوئی کم عقلی کے باعث تم سے بدسلوکی کرے تو اُس کو سمجھانے کی کوشش کرو۔ اور نرمی سے کام لو تمہارا یہ برتاؤ اس کو وہ صدمہ پہنچا سکتا ہے جو دوسری طرح بالکل ناممکن اور غیر واجب ہے۔

کرموں کا پھل ہے۔ ماتا جی! ذرا غور تو کیجئے (والدہ کی طرف اشارہ کرکے) یہ میری والدہ کھڑی ہیں۔ کیا کسی نے بھی کبھی انکی پیشانی پر بل پڑے ہوئے نہیں دیکھے۔ وہ رحم دل بھی ایسی ہیں کہ ذرا سا کسی کو تکلیف میں دیکھنے سے بیچین ہو جاتی ہیں مگر افسوس میرے پوربلے کرم ایسے بُرے تھے کہ مجھکو بھوکی پیاسی دیکھکر بھی ان کو رحم نہ آیا اور شہر سے باہر نکال دیا! میں سچ کہتی ہوں میرا افسوس کسی پر نہیں یہ صرف اپنے ہی کرموں کا دوش ہے۔

جب **انجنا** نے اس طرح کہا تو سب کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور بسنت مالا کہنے لگی۔

بسنت مالا۔ اب رونے سے کیا حاصل ہے اچھا! جو ہونا تھا سو ہوگیا۔ اب (ہنومان کو آگے کرکے) یہ دیکھو ایشر نے تم کو وہ لعل دیا ہے کہ جس کے واسطے ہر ایک ذی روح بھٹک رہا ہے۔

یہ کہہ کر رانی **کیتومتی** کی گود میں اُس کو دے دیا اور چٹکی بجا کر کہنے لگی "بیٹا **بجرنگی** نانی دادی کی خوب خبر لو"۔ **بسنت مالا** کی چٹکی سنتے ہی ہمارا بہادر جرنیل ہنس پڑا۔ آہا! اس کا مسکرانا کیا ہے جادو ہے کہ جس نے سب کو اپنی طرف رجوع کر لیا ہے! اس وقت تو رنج اس گھر سے ایسا بھاگا جیسا روشنی سے اندھیرا۔ رانی **کیتومتی** اور **بیگ موہنی** کے چہروں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام جہان کی خوشی آج ان دونوں کے ورثہ میں آگئی ہے! اگر **بیگ موہنی** لڑکے کو لیتی ہے تو **کیتومتی** بے صبری سے انتظار کرتی دکھائی دیتی ہے۔

حسن اتفاق سے رانی **کیتومتی** پیار کر رہی تھی کہ ہمارے بہادر جرنیل کی نگاہ اس کے کان پر پڑی جس میں معلوم نہیں کیا ایسا چمکدار زیور پڑا ہوا ہے کہ جس کو دیکھتے ہی پکڑ لیا اور اس زور سے کھینچا کہ بے اختیار ہو کر رانی کی چیخ نکل گئی! سب عورتیں نیچے منہ کرکے مسکرا پڑیں۔ رانی شرمندہ سی ہوگئی۔ اور **انجنا دیوی** مشکل سے اس کا ہاتھ چھڑا کر مسکراتی ہوئی دوسرے دالان کو جا رہی ہے اور ہم اپنے خیال کو لئے ہوئے جہاں راجہ **مہندر رائے**۔ پرہلاد و دیا دھر

اور پرتی سوریا بیٹھے ہیں جاتے ہیں +

باب ۲۰

کیا وہ یہاں نہیں آئے؟

اوہو! یہاں تو انجنا دیوی ہی کی داستان چھڑی ہوئی ہے اسی کا ذکر ہو رہا ہے وہ دیکھئے راجہ مہندر رائے اور پرتی سوریا کیسے بول رہے ہیں مگر پرہلاد و دیا دھر چپ چاپ بیٹھا سر جھکائے ان کی باتیں سن رہا ہے دل میں اپنے آپ کو لعنت ملامت کر کے کہہ رہا ہے کہ ۔ "اگر میں رانی کی باتوں میں نہ آتا تو آج مجھکو یہ ندامت نہ اُٹھانی پڑتی اُن کے شکوے بجا ہیں کیونکہ ہر ایک امر کا ذمہ وار میں ہی ہوں! رانی کو کون پوچھتا ہے! میں نے سخت نادانی کی! بیشک نادانی کی"!!!

اتنے میں ایک شخص جس کے مرجھائے ہوئے گرد آلودہ چہرے اور ہونٹوں کی خشکی سے معلوم ہوتا ہے کہ کہیں دور سے آرہا ہے۔ آیا اور سر تسلیم خم کر کے بڑی حیرانگی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگ پڑا۔

راجہ پرہلاد و دیا دھر اس نو وارد شخص کو دیکھکر بولا۔

پرہلاد و دیا دھر۔ ایں! تم کہاں اور پون کدھر ہے؟

نو وارد۔ (حیرانگی سے) کیا وہ یہاں نہیں آئے؟

راجہ۔ کیا کہا؟ کیا تم کو معلوم نہیں تم اُن کے ساتھ نہ تھے؟

نو وارد۔ ہائے! ستم ہوا! اب کیا کروں؟

راجہ۔ (بڑی سوچ میں ہو کر) کیوں خیر تو ہے؟

آہ! اس فقرے نے سب کو بدحواس کر دیا اور بے صبری سے ہر ایک اُس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔

نو وارد - مہاراج ہم دونوں پشو تمھابن کو **انجنا دیوی** کی تلاش میں گئے تو وہاں پہنچ کر رات ایک درخت کے نیچے بسر کی۔ صبح ہوتے ہی وہ رفع حاجت کو گئے۔ اور پھر واپس نہ آئے! ہرچند تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ ملا تب میرے دل میں خیال گزرا کہ **انجنا دیوی** کے مل جانے کے باعث وہ مہندر پور کو چلے گئے ہیں! لیکن ہائے! افسوس! میرا خیال غلط نکلا۔

راجہ - کیوں گھبراتے ہو **پون** نادان نہیں۔ آج نہیں کل آجائیگا زیادہ تر جس کی فکر تھی وہ تو آہی گئی۔

ناظرین! آپ سمجھ تو گئے ہونگے کہ یہ نو وارد **پون** کا منتری ہے جو راجہ کی باتیں سُنکر حیران ہوکر کہہ رہا ہے۔

منتری - کیا! **انجنا دیوی** آگئی؟

راجہ - ہاں وہ تو ہمارے سے تھوڑی دیر پہلے آگئی تھی!

آہ! اس بات کو سنتے ہی منتری نہایت پریشان ہوکر دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

راجہ - کہو چپ کیوں ہو گئے؟ تمہارے چہرے کا رنگ کیوں اُڑتا جاتا ہے؟

منتری - مہاراج! وہ تو یہاں آگئی! مگر **پون** کا ملنا مشکل ہے کیونکہ جنگل بڑا وسیع ہے۔ اب ان کو خبر ہو تو کیونکر ہو؟

راجہ - کوئی فکر کی بات نہیں دو چار روز تک خود تلاش کرکے آجائیگا۔

منتری - ہائے! اس بات کی تو کچھ پرواہ نہیں۔ لیکن مجھکو تو رونا اس بات کا ہے کہ وہ کہتے تھے۔ "اگر **انجنا** مل گئی تو بہتر ورنہ میں بھی کسی کو منہ نہ دکھاؤنگا اور اسی جنگل میں اپنی جان پر کھیل جاونگا۔

راجہ - ایں! کیا کہا؟ جان پر کھیل جاؤنگا۔

منتری - جی! ہاں۔

اس چھوٹے سے فقرے نے راجہ کے دل پر بجلی کی طرح اثر کیا کلیجہ پھڑپھڑایا دل گھبرا گیا۔ حواس باختہ ہو گئے آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ تو راجہ مہندر رائے نے کہا۔

راجہ مہندر رائے۔آپ کیوں ایسے بے چین ہوتے ہیں۔ دل کو مضبوط کرو حوصلہ رکھو۔ ابھی ہم لوگ تلاش کرکے اُن کا پتہ نکالیں گے جہاں ہونگے وہاں سے لائیں گے۔ آپ تسلی رکھیں۔

یہ کہا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر فوراً تیار ہو گئے۔ راجہ پرتی سوریا نے ہر ایک سے بتاکید کہا کہ جس شخص کو پون جی مل جائیں وہی اپنا نشان بلند کر دے۔ تاکہ دوسرے اس فکر سے نجات پائیں۔ یہ کہا اور گھوڑوں کو سرپٹ ڈال دیا۔ اور دیکھتے دیکھتے نظروں سے غائب ہو گئے۔ . . . .

بشو مکھا بن میں پہنچ کر ہر ایک جانفشانی سے جستجو کرنے لگا۔ مگر افسوس دل کی مراد کسی کی پوری نہ ہوئی۔

دوسرے روز دوپہر کے بعد ایک جگہ سے دھواں نکلتا ہوا دکھائی دیا جس کو دیکھ کر سب کو گمان آبادی کا ہوا۔ اور اُسی طرف گھوڑوں کو ڈال دیا۔

ناظرین! ہم تو ان لوگوں کے پیچھے پیچھے چلے آئے ہیں۔ اور محل کا کچھ حال معلوم نہیں کہ اُن بیچاریوں پر اس خبر کے سننے سے کیا گزری!

آہ! اس خبر نے تو یہاں غضب ہی کر دیا ہوا ہے! اُسی گھر میں جس میں ابھی ہنس ہنس کر باتیں ہو رہی تھیں ماتمی فرش بچھا خاموشی کا قفل لگا رکھا ہے۔ آئے دن کی مصیبت کو دیکھ کر سب کے چہروں پر اداسی کی گھٹا چھا رہی ہے اور بعضوں کی آنکھوں سے تو آنسو بھی گر رہے ہیں۔ لیکن رانی کیتومتی کی آنکھیں تو ابر نوبہار کی طرح برس رہی ہیں۔

اوہو! ذرا انجنا کی طرف دیکھنا باہر سے ہنستی ہوئی آ رہی ہے اور اب اس خبر کو سنتے ہی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ خون رگوں میں خشک ہو گیا دل دھڑک اُٹھا اور کلیجہ جھک جھک کر سینہ میں دب گیا جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہ گئی ہے!!! اب اس کی وجہ خواہ یہ ہو کہ بے خودی کے عالم میں اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ہوں یا اس وقت کی بڑھی ہوئی حسرت نے اُس کے پاؤں زمین میں گاڑ دئے ہوں۔ آخر کچھ ہی کیوں نہ ہو مگر ان باتوں

کو سنکر وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکی اور سکتے کے عالم میں وہیں ٹھٹک کر رہ گئی اور کئی طرح کے خیالات پیدا ہوکر اُسے بیچین کرنے لگے۔!!!

باب ۲۱

ہے پران ناتھ تم کہاں ہو؟

قریب آدھی رات کا وقت ہوگا جبکہ اندھیری رات نے اپنے چاروں دامن پھیلاکر پشو مُکھا بن کی ڈراونی شکل کو اور بھی ہیبت ناک کر رکھا ہے! انسان تو دن میں ہی بہت کم نظر آتے تھے مگر خونخوار درندے اور پرندے بیشمار تھے۔ لیکن اس وقت وہ بھی مون دھارے جوگی کی طرح بے خبر پڑے ہیں! ہاں کبھی کبھی منحوس اُلّو شور مچانے لگ جاتا ہے یا ہوا فراٹے بھرتی ہوئی سنائی دیتی ہے جس کو سنکر دل اور بھی سہم جاتا ہے اس حالت میں اگر کچھ سہارا ہے تو صرف آسمان پر تاروں کو دیکھنے سے مگر کج رفتار فلک کو یہ بھی ناگوار گزرا کہ سیاہ بادل تمام آسمان پر چھا گئے اور اندھیرا گھٹا ٹوپ ہوگیا! لیکن آپ جانتے ہیں کہ جو سچے دل سے نیکی کرنے پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ چاہے کتنی رکاوٹیں اُن کے آگے کیوں نہ آئیں وہ اپنے ارادے سے باز نہیں رہتے۔ اسی طرح اس وقت رحم دل بہادر تاروں نے اپنے نیک ارادہ سے باز رہنا مناسب خیال نہیں کیا۔ اور بیش قیمتی ابر میں سوراخ کرکے مایوس دلوں کو تسکین دینا شروع کر دیا۔ آہ! اس وقت تو ان کے اندھے (اُلّو) نے بھی نہ جانے کیا سوچکر خاموشی اختیار کر لی ہے مگر ہوا کے فراٹے برابر سنائی دیتے ہیں یا ایک ظلم رسیدہ عورت کے رونے کی آواز آرہی ہے۔ آف! اُس کو تو اپنی جان بھی عزیز نہیں۔ جو اس وقت اس ویران اور سنسان جنگل میں بے چین ہوکر رو رہی ہے یہ ضرور کوئی نہ کوئی سخت مصیبت زدہ ہے جو اس طرح سے ورلاپ کرکے کہہ رہی ہے۔

ہے پران ناتھ تم کہاں ہو؟ میرے نین چکور کی طرح آپ کے درشن کو ترس رہے ہیں - کرپا کر کے چاند سا مکھڑا دکھا کر ان کو تسکین دو! ہائے آپ کے دل میں ایسی باتیں کیوں آگئیں - سوامی جی! مجھکو بغیر آپ کے اور کوئی سہارا نہیں!!

آہ! انجنا کو تو ہم محل میں چھوڑ آئے ہیں یہ دوسری مصیبت زدہ کون ہے چلو ذرا معلوم تو کریں زمانہ کی گردش نے کون سا ایسا سلوک اس سے کیا ہے جس نے اسکو یہاں تک پہنچایا ہے!

ایں! یہ تو وہی مصیبت کی ماری انجنا دیوی ہی ہے جو اپنے خاوند کا حال سنکر صبر نہ کر سکی اور کسی پر یقین نہ کر کے خود تلاش کرتی ہوئی یہاں پہنچی ہے۔

شاباش! انجنا تجھکو پتی برتا اسی کو کہتے ہیں کہ عزیز جان اور خوفناک جنگل کی بھی کچھ پرواہ نہ کی اور گھر سے بے سروسامان نکل پڑی ہے ایشر تیری مراد برلاویں!

پیارے ناظرین! رات کے پہلے حصہ کی بابت تو ہم کہہ نہیں سکتے - لیکن آدھی رات سے لیکر جب تک صبح کی سفیدی نے اپنا سرخ نقاب چہرہ سے دور نہیں کیا - اس کی آہ وزاری کی آواز برابر آرہی ہے - مگر اب تو جہاں گنجان جھاڑیاں دکھائی دیتی ہیں - ایک ایک جگہ کو دیوانوں کی طرح دس دس دفعہ پڑتال کرتی اور کہتی جارہی ہے -

"اے پرندو! میرے حال پر تم ہی ترس کرو - اور میرے پران ناتھ کو دیکھا ہو تو بتاؤ! اے جنگلی درختو تم بسبب اونچائی کے سب کچھ دیکھتے ہو - سوامی جی کا پتہ تم ہی بتاؤ! اے پہاڑ کی بلند چوٹیو! ایشور تم کو ہمیشہ سرسبز رکھے میرے حال پر تم ہی دیا کرو - ہائے! کوئی بھی جواب نہیں دیتا! سچ ہے! مصیبت کا کوئی بھی ساتھی نہیں ہوتا"۔

اس طرح تلاش کرتی اور کہتی جارہی ہے کہ درختوں میں سے کچھ روشنی سی نظر پڑی اور دھواں اٹھتا ہوا معلوم ہوا - جلدی جلدی قدم اٹھا کر اس طرف کو بڑھی تھوڑی دور گئی ہوگی کہ آگ کے شعلے نکلتے ہوئے دکھائی دئے - اور پاس ہی

ایک آدمی کھڑا دیکھا۔ آہ! اب تو نہایت حیران ہو کر بڑے غور سے اس طرف دیکھتی جا رہی ہے۔ چند ہی قدم اور بڑھی ہوگی کہ اس شخص کو پہچان لیا۔ اور پہچانتے ہی غم کا پہاڑ گر پڑا۔ کلیجہ سنبھالا تو دل بیٹھ گیا۔ دل کو ہاتھ میں لیا تو سر نے آسمان کی طرح چکر کھایا۔ آہ! جب سر کو پکڑا تو پاؤں ڈگمگائے۔ لیکن واہ ری محبت! تو نے سب کو خاک میں ملا کر پناہی جو سر دکھایا تو انجنا حواس باختہ و پریشان یہاں کھڑی دکھائی دے رہی تھی یا مقناطیس کی طرح **پون** سے لپٹی ہوئی کہتی ہوئی سنائی دی!

انجنا۔ ہائے! یہ کیا کرتے لگے ہو! سوامی جی! ایسا نہ کرو!!

پون۔ ایں (پیچھے کو دیکھ کر) پریہ جی! تم کہاں؟

اتنے میں راجہ **پرہلاد و دیا دھر** نے آواز دی۔

پرہلاد و دیا دھر۔ بیٹا! کیا کرتے ہو خبردار ایسا ظلم نہ کرنا۔

مہندر رائے۔ یہ بہادروں کا کام نہیں۔ ہوش کرو! شور بیر ایسا نہیں کرتے

غرض ہر طرف سے اسی قسم کی آوازیں آئیں تو **پون** ان سب کو دیکھ کر حیران سا ہو گیا۔ چند منٹ میں وہی جنگل خوشی کے نعروں سے گونج اٹھا مبارک سلامت کی آوازیں آنے لگیں۔

ناظرین! جنگل میں منگل اسی کو کہتے ہیں۔ دیکھئے یہ وہی جگہ ہے جسکو تھوڑی دیر بعد سب منحوس کہتے اور دیکھ کر سرد آہ بھرتے لیکن اب یہی جنگل سب سے مبارک ہے جہاں سب کے چہرے جو تھوڑی دیر پہلے غمگین اور اداس نظر آتے تھے۔ اب کھلکھلاتے نظر آرہے ہیں اور ہر ایک کا چہرہ مارے خوشی کے سرخ ہو رہا ہے کوئی **پون** کو گلے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دے رہا ہے کوئی **انجنا دیوی** کی طرف اشارہ کرکے اس کی ہمت پر عش عش کر رہا ہے۔ ایک جگہ کو منحوس قرار دیتا ہے دوسرا اس کے برخلاف اس کو مبارک خیال کرتا ہے۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ سب کا اس جگہ آنا ہوا اور **پون** کا سراغ ملا۔ راجہ **پرتی سوریا** (جو پاس ہی کھڑا ہے) سنئے! کیا کہہ رہا ہے۔

راجہ پرتی سوریا (ان لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر) بیشک یہ ہی درست

ہے اگر دھواں یہاں سے نمودار نہ ہوتا تو اس طرف کوئی بھی نہ آتا (راجہ مہندر رائے کی طرف دیکھکر) مہندر! میری رائے میں یہاں ہون کیا جائے تو اچھا ہے۔ کیونکہ یہی جگہ مبارک ہے جہاں سب کی مراد برائی۔ مدت کے رنج و غم دور ہوئے۔

راجہ مہندر رائے - میں نے تو پہلے ہی **دیواندر** کو سامگری کے واسطے بھیج دیا ہے (انگلی کا اشارہ کرکے) وہ دیکھئے گھوڑا دوڑائے جاتا ہوا ان درختوں سے نظر آرہا ہے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد **دیواندر** آگیا اور ہون ہونا شروع ہوگیا۔

آہا! اس وقت تمام جنگل خوشبو سے مہک رہا ہے۔ بجائے ان درندوں کی خوفناک آوازوں کے وید مقدس کے چھندوں کی آواز گونج رہی ہے۔ جن کو سنکر ہر ایک کی روح خوش ہوکر اس پاربرہم پرماتما کا دھنیاد کر رہی ہے ذرا **انجنا دیوی** کو دیکھنا **پون** کو دیکھ دیکھکر کیسی خوش ہو رہی ہے۔ اس کا مدتوں کا مرجھایا ہوا چہرہ اس وقت کس قدر رونق پر نظر آتا ہے۔ دیکھئے وہ گردن جھکائے سب سے الگ کھڑی ہے اور کبھی کبھی اونچی نظر کرکے **پون** کی طرف بھی دیکھ لیتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ سب رنج و غم کو بھول کر اس سے بات کرنا چاہتی ہے۔ لیکن ان سب کو دیکھکر جھجک جاتی ہے۔

جب ہون کر چکے تو گھوڑوں پر سوار ہوکر خنداں ہوشاداں وہاں سے روانہ ہوئے۔

مولف سے

شبھ دن پیاری **انجنا** آج ہوا پرکاش + گئے بیت دن بپت کے ہوا دکھوں کا ناش
دکھ اٹھائے ات گھنے سُنے بچن اَبوگ + دِندں خوشیاں مان اب بھوگ خوشی کے بھوگ
ستونتی تو نارہے **شیلی** سبھا گنوان + نہیں دوش کسی کو تیں دیا لیا بھاگ پورہلا بال
دھیرج راکھی من و کھے ایشور پر وسواس + شبھ پھل نشچہ پائیگی کے جوڑ کر داس

۱؎ یعنی ہون کی چیزوں۔

باب ۲۲

رتن پور

دن کا آخری پہر ہے جبکہ رتن پور کے مشرقی دروازہ کے باہر میدان میں لوگ کثرت سے جمع ہو رہے ہیں اور ابھی ابھی یکے بعد دیگرے آرہے ہیں پردھان رتن بیر بڑے کرّوفر سے روساءِ شہر کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا کہ ایک شخص نے کہا۔

ایک۔ اُف! **انجنا دیوی** پر بڑا ظلم ہوا۔ کیسا جھوٹا الزام لگایا گیا۔

دوسرا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ رانی **کیتومتی** سے کیونکر ایسی غلطی ہوئی وہ تو بڑی دانا عورت ہے۔

تیسرا۔ لطف تو یہی ہے اور زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ راجہ بھی اس طرف کچھ متوجہ نہیں ہوا۔

چوتھا۔ اس کی وجہ میں بتلاتا ہوں اور حقیقت میں یہی ہوگی چونکہ رانی **کیتومتی** دانائی میں بے نظیر ہے اور آج تک کوئی بھی ایسی بات وقوع میں نہیں آئی جس سے کسی کو شکایت کا موقع ملا ہو۔ اور یہی سبب ہے کہ جس نے راجہ کو مغالطہ میں ڈالا۔ ورنہ وہ کبھی اس کے دھوکے میں نہ آتا!

پانچواں۔ جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہوگا! مگر ایسی باتوں پر جو دوسرے کی تباہی کا باعث ہوں غور کرنا لازم ہے۔ تاوقتیکہ پورے طور پر اطمینان نہ ہو جائے اُن پر عمل کرنا انسانیت سے بعید ہے۔

رتن بیر۔ کسی کا کچھ قصور نہیں۔ یہ للتا کی آگ لگائی ہوئی ہے۔ جو رانی کی بہت منہ چڑھی تھی۔ اس نے رانی کی عقل پر ایسا پردہ ڈالا۔ اور بدظن کیا کہ بلا لحاظ کسی تحقیقات کے **انجنا** کو شہر بدر کر دیا۔

یہ لوگ اسی طرح باتیں کر رہے تھے کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور پردھان سے کچھ کہنے کی دیر ہوئی کہ سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور شادیانے بجنے شروع ہو گئے۔

ایں! یہ شادیانے کیسے؟ اور یہ لوگ کیوں کھڑے ہو گئے ہیں؟

ناظرین! وہ دیکھئے چند سوار آگے آگے گھوڑوں کو سرپٹ ڈالتے ہوئے آرہے ہیں اور اُن کے پیچھے راجہ پرہلادودیادھر اور پون وغیرہ ہیں۔ جنکے استقبال کے لئے یہ سب لوگ جمع ہیں۔ اور خوشی منائی جا رہی ہے

وہ لو! اب تو بالکل قریب ہی آگئے اور گھوڑوں کو روک کر اُتر رہے ہیں راجہ پرہلادودیادھر پہلے پردھان سے باتیں کرکے بعد میں سب سے خیر و عافیت پوچھ رہا ہے اور اسی طرح پون بھی اپنی پریم بھری باتوں سے سب کو خوش کر رہا ہے۔

آہا! اس وقت کیا عمدہ نظارہ ہے کہ سب کے چہرے مارے خوشی کے سرخ ہو رہے ہیں۔ پھولوں کے ہار پہنائے جا رہے ہیں اور شادیانوں کی آواز اس رونق کے جوبن کو اور بھی بڑھا رہی ہے اور انجنادیوی رتھ میں بیٹھی ہوئی اِن نظارہ کو دیکھکر دل میں کہہ رہی ہے ؎

دھن دن ہے یہ آج کا دھن تجھ کو کرتار ٭ نکلی تھی اس نگر سے کالا ویس[1] میں دھار
تھا سمہ وہ مہاں کٹھن کوئی نہ پوچھن ہار ٭ بلہاری جگدیش کے تھا جس کا مجھے آدھار

یہ کہہ کر بار بار خالق خلق کے آگے سر جھکا کر اس کا شکریہ ادا کر رہی ہے اور ہمارے بہادر ہنومان جی ہجوم کو دیکھ دیکھکر کیسے خوش ہو رہے ہیں اور مسکرا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔

غرض بڑی دھوم دھام سے شہر میں داخل ہوئے رتن پور کا نظارہ اسوقت قابل دید ہے۔ جابجا شادیانے بج رہے ہیں روشنی کا سامان دیکھکر دیوالی کی رات پھیکی پڑ گئی ہے اگرچہ اس قدر خوشی کو دیکھکر رنج و غم بھی حسد کی آگ میں جل کر نیست و نابود ہو رہا ہے مگر تاہم رانی کیتومتی کو دیکھئے کیسے سر جھکائے منہ چھپائے

[1] یعنی پوشاک۔

رتھ میں بیٹھی ہے! یہ کیوں! اپنی ناعاقبت اندیشی پر پریشان ہو رہی ہے اور بدسلوکیوں کو یاد کر کے خود بخود شرما رہی ہے آنکھیں لوگوں کے چہروں کو دیکھنا عار جان کر سب کے پاؤں کی سیر کر رہی ہیں - سنیئے وہ عورتیں جو سامنے کی سقفت پر آ رہی ہیں کیا کہہ رہی ہیں ؎

چلو سکھی اُٹھ دیکھئے ہوا یہ کوتک کیا ٭ دیکھو آئی انجنا باجے رہے بجا
سانچی نکسی انجنا دھرگ جیون اِس ساس ٭ جھوٹا دے کلنک اس بہو کو کیا نراس
بالک گو دسوہا ؤتا مستک چندر سماں ٭ دھن دھن تجھکو انجنا تیرا ایشور راکھا مان
پون کو پیاری دیکھیو کیسا چڑھا اُمنگ ٭ چلے چال گج مست کی نین گوڑھا رنگ
کیتومتی نہ لاج سے دیکھے سیس اُٹھا ! ٭ جیتی ہے یہ پاپنی مری نہ کیوں بِس[1] کھا
سیانی گنی پیاری کہ گئے کہو مکھ سے بات وچار ٭ پہلے گن اوگن پرتال کر جو پیچھے ہو نہ ہار

اس طرح کی جا بجا باتیں ہو رہی ہیں - ہر ایک رانی کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے - جب تک محل میں داخل نہ ہوئی - ان باتوں کا سلسلہ بھی ختم نہ ہوا -

باب ۲۳

رانی کیتومتی

صبح کا وقت ہے رانی کیتومتی اپنے کمرے میں سر جھکائے بیٹھی ہے اور کئی طرح کے خیالات اس کے دماغ سے اُتر کر کلیجے کو دبا رہے ہیں - زبان کو بند کر رہے ہیں - اور انجنا دیوی کی عاجزانہ گفتگو کانوں میں گونج رہی ہے اور یہ اپنی بدسلوکیوں کو یاد کر کے دل میں کہہ رہی ہے "اُف ! میں نے بے قصور انجنا کو کیوں ایسے سخت الفاظ کہے ؟ کیوں اسکی بیحرمتی کا باعث ہوئی وہ تو ایک پارسا اور نیک بخت لڑکی ہے - میں کیوں اس سے بدگمان ہو گئی ؟ (کچھ سکوت کے بعد) ہائے ! اللّٰہ تیرا ستیاناس ہو تو نے ہی مجھکو اس سے گمراہ کر کے خاک

[1] زہر

راجہ مہندر رائے - آپ کیوں ایسے بے چین ہوتے ہیں - دل کو مضبوط کرو حوصلہ رکھو - ابھی ہم لوگ تلاش کر کے اُن کا پتہ لگائیں گے جہاں ہونگے وہاں سے لائیں گے - آپ تسلی رکھیں -

یہ کہا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر فوراً تیار ہو گئے - راجہ پرتی سوریا نے ہر ایک سے تاکید کہا کہ جس شخص کو پوچن جی مل جائیں وہی اپنا نشان بلند کر دے - تاکہ دوسرے اس فکر سے نجات پائیں - یہ کہا اور گھوڑوں کو سرپٹ ڈال دیا - اور دیکھتے دیکھتے نظروں سے غائب ہو گئے . . . .

پشو مکھا بن میں پہنچ کر ہر ایک جانفشانی سے جستجو کرنے لگا - مگر افسوس دل کی مراد کسی کی پوری نہ ہوئی -

دوسرے روز دوپہر کے بعد ایک جگہ سے دھواں نکلتا ہوا دکھائی دیا جس کو دیکھکر سب کو گمان آبادی کا ہوا - اور اُسی طرف گھوڑوں کو ڈال دیا -

ناظرین! ہم تو ان لوگوں کے پیچھے پیچھے چلے آئے ہیں - اور محل کا کچھ حال معلوم نہیں کہ اُن بیچاریوں پر اس خبر کے سننے سے کیا گزری !

آہ! اس خبر نے تو یہاں غضب ہی کر دیا ہوا ہے! اُسی گھر میں جس میں ابھی ہنس ہنس کر باتیں ہو رہی تھیں ماتمی فرش بچھا خاموشی کا قفل لگا رکھا ہے - آئے دن کی مصیبت کو دیکھکر سب کے چہروں پر اداسی کی گھٹا چھا رہی ہے اور بعضوں کی آنکھوں سے تو آنسو بھی گر رہے ہیں - لیکن رانی کیتومتی کی آنکھیں تو ابر نو بہار کی طرح برس رہی ہیں -

ادہو! ذرا انجنا کی طرف دیکھنا باہر سے کیسی ہنستی ہوئی آرہی ہے اور اب اس خبر کو سنتے ہی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا - خون رگوں میں خشک ہو گیا دل دھڑک اُٹھا اور کلیجہ جھک جھک کر سینہ میں دب گیا جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی رہ گئی ہے !!! اب اس کی وجہ خواہ یہ ہو کہ بے خودی کے عالم میں میں اس کے ہاتھ پاؤں بھول گئے ہوں یا اس وقت کی بڑھی ہوئی حسرت نے اُس کے پاؤں زمین میں گاڑ دئے ہوں - اخیر کچھ ہی کیوں نہ ہو مگر ان باتوں

کو شنکر وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکی اور سکتے کے عالم میں وہیں ٹھٹک کر رہ گئی اور کئی طرح کے خیالات پیدا ہو کر اسے بیچین کرنے لگے۔!!!

باب ۲۱

ہے پران ناتھ تم کہاں ہو؟

قریب آدھی رات کا وقت ہوگا جبکہ اندھیری رات نے اپنے چاروں دامن پھیلا کر بشو مکھا بن کی ڈراونی شکل کو اور بھی ہیبت ناک کر رکھا ہے! انسان تو دن میں ہی بہت کم نظر آتے تھے مگر خونخوار درندے اور پرندے بیشمار تھے۔ لیکن اس وقت وہ بھی مون دھارے جوگی کی طرح بے خبر پڑے ہیں! ہاں کبھی کبھی منحوس اُلو شور مچانے لگ جاتا ہے یا ہوا فراٹے بھرتی ہوئی سنائی دیتی ہے جس کو سنکر دل اور بھی سہم جاتا ہے اس حالت میں اگر کچھ سہارا ہے تو صرف آسمان پر تاروں کو دیکھنے سے مگر کج رفتار فلک کو یہ بھی ناگوار گزرا کہ سیاہ بادل تمام آسمان پر چھا گئے اور اندھیرا گھٹا ٹوپ ہوگیا! لیکن آپ جانتے ہیں کہ جو سچے دل سے نیکی کرنے پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ چاہے کتنی رکاوٹیں ان کے آگے کیوں نہ آئیں وہ اپنے ارادے سے باز نہیں رہتے۔ اسی طرح اس وقت رحم دل بہادر تاروں نے اپنے نیک ارادہ سے باز رہنا مناسب خیال نہیں کیا۔ اور بیش قیمتی ابر میں سوراخ کر کے مایوس دلوں کو تسکین دینا شروع کر دیا۔ آہ! اس وقت تو دن کے اندھے (اُلو) نے بھی نہ جانے کیا سوچ کر خاموشی اختیار کر لی ہے مگر ہوا کے فراٹے برابر سنائی دیتے ہیں یا ایک ظلم رسیدہ عورت کے رونے کی آواز آرہی ہے۔ آف! اس کو تو اپنی جان بھی عزیز نہیں۔ جو اس وقت اس ویران اور سنسان جنگل میں بے چین ہو کر رو رہی ہے یہ ضرور کوئی نہ کوئی سخت مصیبت زدہ ہے جو اس طرح کے ورلاپ کر کے کہہ رہی ہے۔

ہے پران ناتھ تم کہاں ہو؟ میرے نین چکور کی طرح آپ کے درشن کو ترس رہے ہیں - کرپا کر کے چاند سا مکھڑا دکھا کر ان کو تسکین دو! ہائے آپ کے دل میں ایسی باتیں کیوں آگئیں - سوامی جی! مجھکو بغیر آپ کے اور کوئی سہارا نہیں!!

آہ! انجنا کو تو ہم محل میں چھوڑ آئے ہیں یہ دوسری مصیبت زدہ کون ہے چلو ذرا معلوم تو کریں زمانہ کی گردش نے کون سا ایسا سلوک اس سے کیا ہے جس نے اسکو یہاں تک پہنچایا ہے!

ایں! یہ تو وہی مصیبت کی ماری انجنا دیوی ہی ہے جو اپنے خاوند کا حال سنکر صبر نہ کر سکی اور کسی پر یقین نہ کر کے خود تلاش کرتی ہوئی یہاں پہنچی ہے۔

شاباش! انجنا تجھکو پتی برتا اسی کو کہتے ہیں کہ عزیز جان اور خوفناک جنگل کی بھی کچھ پرواہ نہ کی اور گھر سے بے سر و سامان نکل پڑی ہے ایشر تیری مراد بر لاویں!

پیارے ناظرین! رات کے پہلے حصہ کی بابت تو ہم کہہ نہیں سکتے - لیکن آدھی رات سے لیکر جب تک صبح کی سفیدی نے اپنا سُرخ نقاب چہرہ سے دور نہیں کیا - اس کی آہ و زاری کی آواز برابر آرہی ہے - مگر اب تو جہاں گنجان جھاڑیاں دکھائی دیتی ہیں - ایک ایک جگہ کو دیوانوں کی طرح دس دس دفعہ پرتال کرتی اور کہتی جارہی ہے -

"اے پرندو! میرے حال پر تم ہی ترس کرو - اور میرے پران ناتھ کو دیکھا ہو تو بتاؤ! اے جنگلی درختو تم بسبب اونچائی کے سب کچھ دیکھتے ہو - سوامی جی کا پتہ تم ہی بتاؤ! اے پہاڑ کی بلند چوٹیو! ایشور تم کو ہمیشہ سرسبز رکھے میرے حال پر تم ہی دیا کرو - ہائے! کوئی بھی جواب نہیں دیتا! سچ ہے! مصیبت کا کوئی بھی ساتھی نہیں ہوتا" -

اس طرح تلاش کرتی اور کہتی جارہی ہے کہ درختوں میں سے کچھ روشنی سی نظر پڑی اور دُھواں اُڑتا ہوا معلوم ہوا - جلدی جلدی قدم اُٹھا کر اس طرف کو بڑھی تھوڑی دور گئی ہوگی کہ آگ کے شعلے نکلتے ہوئے دکھائی دئے - اور پاس ہی

ایک آدمی کھڑا دیکھا - آہ! اب تو نہایت حیران ہو کر بڑے غور سے اس طرف دیکھتی جا رہی ہے - چند ہی قدم اور بڑھی ہو گی کہ اس شخص کو پہچان لیا - اور پہچانتے ہی غم کا پہاڑ گر پڑا - کلیجہ سنبھالا تو دل بیٹھ گیا - دل کو ہاتھ میں لیا تو سر نے آسمان کی طرح چکر کھایا - آہ! جب سر کو پکڑا تو پاؤں ڈگمگائے - لیکن واہ ری محبت! تو نے سب کو خاک میں ملا کر اپنا ہی جوہر دکھایا تو انجنا حواس باختہ و پریشان یہاں کھڑی دکھائی دے رہی تھی یا مقناطیس کی طرح پون سے لپٹی ہوئی کہتی ہوئی سنائی دی!

انجنا - ہائے! یہ کیا کرنے لگے ہو! سوامی جی! ایسا نہ کرو!!

پون - ایں (پیچھے کو دیکھ کر) پریہ جی! تم کہاں؟

اتنے میں راجہ پرہلاد و دیا دھر نے آواز دی -

پرہلاد و دیا دھر - بیٹا! کیا کرتے ہو خبردار ایسا ظلم نہ کرنا -

مہندر رائے - یہ بہادروں کا کام نہیں - ہوش کرو! شوریر ایسا نہیں کرتے

غرض ہر طرف سے اسی قسم کی آوازیں آئیں تو پون ان سب کو دیکھ کر حیران سا ہو گیا - چند منٹ میں وہی جنگل خوشی کے نعروں سے گونج اٹھا مبارک سلامت کی آوازیں آنے لگیں -

ناظرین! جنگل میں منگل اسی کو کہتے ہیں - دیکھئے یہ وہی جگہ ہے جس کو تھوڑی دیر بعد سب منحوس کہتے اور دیکھ کر سرد آہ بھرتے لیکن اب یہی جنگل سب سے مبارک ہے جہاں سب کے چہرے جو تھوڑی دیر پہلے غمگین اور اداس نظر آتے تھے - اب کھلکھلاتے نظر آ رہے ہیں اور ہر ایک کا چہرہ مارے خوشی کے سرخ ہو رہا ہے کوئی پون کو گلے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دے رہا ہے کوئی انجنا دیوی کی طرف اشارہ کر کے اس کی ہمت پر عش عش کر رہا ہے - ایک جنا کو منحوس قرار دیتا ہے دوسرا اس کے برخلاف اس کو مبارک خیال کرتا ہے - کیونکہ اسی کے ذریعہ سب کا اس جگہ آنا ہوا اور پون کا سراغ ملا - راجہ پرتی سوریا (جو پاس ہی کھڑا ہے) سنئے! کیا کہہ رہا ہے -

راجہ پرتی سوریا (ان لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر) بیشک یہ ہی درست

ہے اگر دھواں یہاں سے نمودار نہ ہوتا تو اس طرف کوئی بھی نہ آتا (راجہ مہندر رائے کی طرف دیکھکر) مہندر! میری رائے میں یہاں ہون کیا جائے تو اچھا ہے۔ کیونکہ یہی جگہ مبارک ہے جہاں سب کی مراد برائی۔ مدت کے رنج و غم دور ہوئے۔

راجہ مہندر رائے - میں نے تو پہلے ہی **دیوا اندر** کو سامگری کے واسطے بھیج دیا ہے (انگلی کا اشارہ کرکے) وہ دیکھئے گھوڑا دوڑائے جاتا ہوا ان درختوں سے نظر آرہا ہے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد **دیوا اندر** آگیا اور ہون ہونا شروع ہوگیا۔

آہا! اس وقت تمام جنگل خوشبو سے مہک رہا ہے۔ بجائے ان درندوں کی خوفناک آوازوں کے وید مقدس کے چھندوں کی آواز گونج رہی ہے۔ جن کو سنکر ہر ایک کی روح خوش ہوکر اس پار برہم پرماتما کا دھنباد کر رہی ہے ذرا **انجنا دیوی** کو دیکھنا **پون** کو دیکھ دیکھکر کیسی خوش ہو رہی ہے۔ اس کا مدتوں کا مرجھایا ہوا چہرہ اس وقت کس قدر رونق پر نظر آتا ہے۔ دیکھئے وہ گردن جھکائے سب سے الگ کھڑی ہے اور کبھی کبھی اونچی نظر کرکے **پون** کی طرف بھی دیکھ لیتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ سب رنج و غم کو بھول کر اس سے بات کرنا چاہتی ہے۔ لیکن ان سب کو دیکھکر جھجک جاتی ہے۔

جب[1] ہون کر چکے تو گھوڑوں پر سوار ہوکر خنداں و شاداں وہاں سے روانہ ہوئے۔

مولف سے

شبھ دن پیارے انجنا آج ہوا پرکاش + گئے بیت دن بپت کے ہوا دکھوں کا ناش
دکھ اٹھائے ات گھنے ئنے بچن آیوگ + دِندں خوشیاں مان ائے رھوگ خوشی کے بھوگ
ستونتی تو نار ہے شیلی سبھا گنوان + نہیں دوش کسی کو تیں دیا لیا بھاگ پور بلامان
دھیرج راکھی من دکھے ایشور پر وسواس + شبھ پھل نشچے پائیگی کیے جوڑ کر داس

[1] یعنی ہون کی پوجن ہی۔

باب ۲۲

رتن پور

دن کا آخری پہر ہے جبکہ رتن پور کے مشرقی دروازہ کے باہر میدان میں لوگ کثرت سے جمع ہو رہے ہیں اور ابھی یکے بعد دیگرے آ رہے ہیں پردہان رتن بیر بڑے کرّوفر سے روسائے شہر کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کر ہی رہا تھا کہ ایک شخص نے کہا۔

ایک۔ اُف! انجنا دیوی پر بڑا ظلم ہوا۔ کیسا جھوٹا الزام لگایا گیا۔

دوسرا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ رانی کیتومتی سے کیونکر ایسی غلطی ہوئی وہ تو بڑی دانا عورت ہے۔

تیسرا۔ لطف تو یہی ہے اور زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ راجہ بھی اس طرف کچھ متوجہ نہیں ہوا۔

چوتھا۔ اس کی وجہ میں تبلاتا ہوں اور حقیقت میں یہی ہو گی چونکہ رانی کیتومتی دانائی میں بے نظیر ہے اور آج تک کوئی بھی ایسی بات وقوع میں نہیں آئی جس سے کسی کو شکایت کا موقع ملا ہو۔ اور یہی سبب ہے کہ جس نے راجہ کو مغالطہ میں ڈالا۔ ورنہ وہ کبھی اس کے دھوکے میں نہ آتا!

پانچواں۔ جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہو گا! مگر ایسی باتوں پر جو دوسرے کی تباہی کا باعث ہوں غور کرنا لازم ہے۔ تاوقتیکہ پورے طور پر اطمینان نہ ہو جائے اُن پر عمل کرنا انسانیت سے بعید ہے۔

رتن بیر۔ کسی کا کچھ قصور نہیں۔ یہ للتا کی آگ لگائی ہوئی ہے۔ جو رانی کی بہت منہ چڑھی تھی۔ اس نے رانی کی عقل پر ایسا پردہ ڈالا۔ اور بدظن کیا کہ بلا لحاظ کسی تحقیقات کے انجنا کو شہر بدر کر دیا۔

یہ لوگ اسی طرح باتیں کر رہے تھے کہ ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور یہاں سے کچھ کہنے کی دیر ہوئی کہ سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور شادیانے بجنے شروع ہو گئے۔

ایں! یہ شادیانے کیسے؟ اور یہ لوگ کیوں کھڑے ہو گئے ہیں؟

ناظرین! وہ دیکھئے چند سوار آگے آگے گھوڑوں کو سرپٹ ڈالے ہوئے آ رہے ہیں اور اُن کے پیچھے راجہ پربلا دو دیا دھر اور پون وغیرہ ہیں۔ جنکے استقبال کے لئے یہ سب لوگ جمع ہیں۔ اور خوشی منائی جا رہی ہے۔

وہ لو! اب تو بالکل قریب ہی آگئے اور گھوڑوں کو روک کر اُتر رہے ہیں راجہ پربلا دو دیا دھر پٹے پر دھان سے باتیں کرکے بعد میں سب سے خیر و عافیت پوچھ رہا ہے اور اسی طرح پون بھی اپنی پریم بھری باتوں سے سب کو خوش کر رہا ہے۔

آہا! اس وقت کیا عمدہ نظارہ ہے کہ سب کے چہرے مارے خوشی کے سرخ ہو رہے ہیں۔ پھولوں کے ہار پہنائے جا رہے ہیں اور شادیانوں کی آواز اس رونق کے جوبن کو اور بھی بڑھا رہی ہے اور انجنا دیوی رتھ میں بیٹھی ہوئی اس نظارہ کو دیکھکر دل میں کہہ رہی ہے ؎

دھن دن ہے یہ آج کا دھن تجھ کو کرتار ✤ نکلی تھی اس نگر سے کالا ویش[1] میں دھار
تھا سمہ وہ جہاں کٹھن کوئی نہ پوچھن ہار ✤ بلہاری جگدیش کے تھا جس کا مجھے آدہار

یہ کہہ کر بار بار خالق خلق کے آگے سر جھکا کر اس کا شکریہ ادا کر رہی ہے اور ہمارے بہادر ہنومان جی ہجوم کو دیکھ دیکھکر کیسے خوش ہو رہے ہیں اور مسکرا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔

غرض بڑی دھوم دھام سے شہر میں داخل ہوئے رتن پور کا نظارہ اسوقت قابل دید ہے۔ جابجا شادیانے بج رہے ہیں روشنی کا سامان دیکھکر دیوالی کی رات پھیکی پڑ گئی ہے اگرچہ اس قدر خوشی کو دیکھکر رنج و غم بھی حسد کی آگ میں جل کر نیست و نابود ہو رہا ہے مگر تاہم رانی کیتومتی کو دیکھئے کیسے سر جھکائے منہ چھپائے

[1] یعنی پوشاک۔

رتھ میں بیٹھی ہے! یہ کیوں! اپنی ناعاقبت اندیشی پر پریشان ہو رہی ہے اور بدسلوکیوں کو یاد کرکے خود بخود دشمر مار رہی ہے آنکھیں لوگوں کے چہروں کو دیکھنا عار جان کر سب کے پاؤں کی سیر کر رہی ہیں۔ سنیئے وہ عورتیں جو سامنے کی سقف پر آرہی ہیں کیا کہہ رہی ہیں ؎

چلو سکھی اُٹھ دیکھئے ہوا یہ کوتک کیا ۔۔ دیکھو آئی انجنا باجے رہے بجا
سانچی کسی انجنا دھرگ جیون اس ساس ۔۔ جھوٹا دے کلنک اس بہو کو کیا نراس
بالک گود سوہا ڈتا مستک چندر سماں ۔۔ دھن دھن تجھکو انجنا تیرا ایشور راکھا مان
پون کو پیاری دیکھیو کیسا چڑھا اُمنگ ۔۔ چلے چال گج مست کی نین گوڑھا رنگ
کیتو متی نہ لاج سے دیکھے سیس اُٹھا! ۔۔ جیتی ہے یہ پاپنی مری نہ کیوں بس کھا[1]
سیانی گنی پیاری کہ گئے کہو مکھ سے بات وچار ۔۔ پہلے گن اوگن پرتال کر جو پیچھے ہو نہ ہار

اس طرح کی جابجا باتیں ہو رہی ہیں۔ ہر ایک رانی کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ جب تک محل میں داخل نہ ہوئی۔ ان باتوں کا سلسلہ بھی ختم نہ ہوا۔

باب ۲۳

رانی کیتومتی

صبح کا وقت ہے رانی کیتومتی اپنے کمرے میں سر جھکائے بیٹھی ہے اور کئی طرح کے خیالات اس کے دماغ سے اُتر کر کلیجے کو دبا رہے ہیں۔ زبان کو بند کر رہے ہیں۔ اور انجنا دیوی کی عاجزانہ گفتگو کانوں میں گونج رہی ہے اور یہ اپنی بدسلوکیوں کو یاد کرکے دل میں کہہ رہی ہے "اُف! میں نے بے قصور انجنا کو کیوں ایسے سخت الفاظ کہے؟ کیوں اسکی بیحرمتی کا باعث ہوئی وہ تو ایک پارسا اور نیک بخت لڑکی ہے۔ میں کیوں اس سے بدگمان ہو گئی؟ (کچھ سکوت کے بعد) ہائے! اللہ تا تیرا ستیاناس ہو تو نے ہی مجھکو اس سے گمراہ کرکے خاک

[1] زہر

میں ملایا (پھر خود ہی) میں خود ہی بیوقوف ہوں۔ جس نے تیری بات پر یقین کرکے بیچاری انجنا کو نکال دیا (کچھ سوچ کر) بس اب مجھکو یہی لازم ہے کہ لوگوں کے دلوں سے اس شکایت کو رفع کرنے کی کوشش کروں جہاں تک ہو سکے انجنا کو خوش رکھوں اور گھر کے انتظام میں تو دخل نہ دوں وہ جانے اور گھر! وہ بڑی لایق ہے"۔

اتنے میں انجنا دیوی سندھیا اوپاسنا کرکے رانی کے کمرے میں آئی اور اس کے پاؤں پر سر کو رکھکر بولی۔

انجنا۔ ماتاجی! فرمائے دشمنوں کی طبیعت کیوں پریشان ہو رہی ہے یہ کیسی اُداسی چھا رہی ہے۔ اگر کچھ میرے لایق خدمت ہو تو ارشاد کیجئے لونڈی بسر و چشم حاضر ہے۔

رانی۔ (خوش ہوکر) بیٹی کوئی پریشانی نہیں۔ اور نہ کسی بات کا خیال ہے ایشور نے جب تمہارے جیسی لایق بہو دی ہے تو پھر مجھکو اداسی کیسی اور فکر کیوں ہو! ہاں ایک بات ہے جو کبھی کبھی بدن میں ٹیس سی مارتی ہے۔ دل کو بگاڑتی ہے وہ یہ ہے کہ میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور جسم کمزور پڑ گیا ہے مجھ سے خانہ داری کا انتظام مشکل نظر آتا ہے اگر تم اس میں میرا ہاتھ بٹاؤ تو میرا ارادہ ہے کہ باقی حصہ زندگی کا ایشور کی بھگتی میں بسر کروں! امید ہے کہ تم مجھکو مایوس نہ کرو گی!!

انجنا۔ (کچھ دیر سوچ کر) مجھکو زیبا نہیں کہ آپ کی موجودگی میں ایسی جرات کر ان باتوں کا حوصلہ کروں۔ مگر اس بات کا بھی خیال ہے کہ میرا عذر کرنا آپ کو ناگوار نہ گزرے اس لئے اگرچہ میں اپنے آپ کو اس لایق خیال نہیں کرتی لیکن اگر آپ میری نگراں رہینگی تو میں بھی اس کو انجام دینے کی کوشش کروں گی۔

ناظرین! انجنا کی یہ باتیں سُن کر رانی کے خون میں مارے خوشی کے کچھ ایسی حرکت سی پیدا ہو گئی کہ تمناؤں کی طرح رگ رگ میں دوڑنے لگ پڑا اور اُسی وقت زر و جواہرات اس کے سپرد کرکے گوشہ نشینی اختیار کی اور انجنا دیوی

کاروبار میں مصروف ہوگئی اُدھر راجہ پرہلاد ودیا دھر بھی عنان حکومت پون کے ہاتھ میں دے کر یاد حق میں مصروف ہوگیا۔

باب ۲۴

بانر دیپ میں تھلکہ مچگیا

صبح کا وقت ہے ابھی آسمان پر تارے جھلملا رہے ہیں۔ اور پرندے درختوں پر بیٹھے چہچہا رہے ہیں کہ ہمارا بہادر ہنومان خواب غفلت سے بیدار ہوکر پلنگ سے اُترا اِدھر اُدھر دیکھ رہا ہے اور انگڑائیاں لئے جارہا ہے جوں ہی انجنا دیوی سندھیا اُپاسنا کے کمرے سے نکلتی ہوئی نظر پڑی۔ وہیں اُس کو جا پکڑا! آہا! ایک ہاتھ سے تو اُس کی ساڑھی پکڑ رکھی ہے اور دوسرے کو پھیلا کر اس کے منہ کی طرف دیکھکر کچھ کہہ رہا ہے گویا اس کی گود میں جانا چاہتا ہے! مگر انجنا دیوی کو دیکھنا اس کو دیکھ دیکھکر کیسی خوش ہوکر مسکرا رہی ہے اور انگلی کے اشارہ سے اس کو لینے سے انکار کر رہی ہے اور اس نے بھی اب رونی سی شکل بناکر دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر وہیں رو دیا ہے بھلا انجنا دیوی اس کو اس حالت میں دیکھکر کیونکہ گوارا کرسکتی تھی جلدی سے اُٹھاکر چھاتی سے لگالیا۔ اور پیشانی کو بوسہ دے کر اپنے کمرے کو چلی گئی ہے۔

ناظرین! اگرچہ ہونہار ہنومان اس وقت دو برس کا ہے۔ لیکن اس کا ڈیل ڈول دیکھنے والے کو پانچ سال کا یقین ہوجاتا ہے دن بدن اپنے والدین کی تمناؤں کو بڑھاتا اور اُن کو خوش کرتا ہوا جب سات سال کا ہوا تو ایک لایق پنڈت اس کی تعلیم کے واسطے مقرر کیا ؎

سات برس کا جب ہوا انجنی ست ہنومان ۔ ودیا دھین کراوتے پنڈت چتر سُجان

سرسُتی بیٹھی ماتھ وکھے ہو پڑھتا ہنومان ۔ دوجی بیر نہ دیکھتا کہتا نوک زبان ۔

چھ سال نو ماس میں پڑھ ودیا پایا مان ÷ ایسا ہوا ودوان یہ دیکھ پنڈت ہوئے حیران
چودہ سال کی عمر میں ویاکرن (سنسکرت گرامر) وغیرہ کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا رگ - یجر - شام - اور اتھرو وید کو پڑھ لیا - غرض سنسکرت ودیا میں وہ مہارت پیدا کی کہ بڑے بڑے پنڈتوں اور ودوانوں نے بھی اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھکر اس کی تعریف کی! مل ودیا "ہنر کشتی" میں وہ شہرت حاصل کی کہ تمام بانز دیپ میں تھلکہ مچ گیا - کئی ایک مشہور نامور پہلوانوں نے بھی جو اپنے آپکو بے نظیر خیال کرتے تھے اس کے بہادرانہ داؤپیچ دیکھ کر حیرانگی اختیار کی! جب کبھی کسی کو ان سے کشتی کرنے کا موقع ملا اول تو پہلے ہی خشم آلودہ نظر پڑتے سے اُسکے اوسان خطا ہو گئے - اگر کسی طرح جرأت بھی کی تو ایسا نیچا دیکھا کہ عمر بھر سامنے آنے کا حوصلہ نہ ہوا - فن سپاہگری میں بھی کمال کر دکھایا - تھوڑے ہی عرصہ میں وہ اتالیق جو ہلکو سکھلانے کیلئے مقرر کئے گئے تھے اُسکی - تیر اندازی اور شمشیر زنی کے ہنروں کو دیکھکر انگشت بدندان ہو گئے غنیم کی فوج کو مغلوب کرنے کے نقشے اور تجویزیں سُنکر پرانے تجربہ کار سپہ سالار بھی اس کی عقل اور دانائی پر عش عش کرنے لگ پڑے -

مختصر یہ کہ ہمارا جرنیل اپنے زمانہ میں لاثانی تھا - اس بہادر کی جوانمردی کی بابت طول طویل لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آریہ ورت کا بچہ بچہ اسکی شجاعت کی داد دے رہا ہے اور راماین کے مصنف نے اس مضمون پر کئی ورق سیاہ کر دئے ہیں ہاتھ کنگن کو آرسی کیا اس کا دوسرا حصہ دیکھئے -

باب ۲۵

میں بزدل نہیں - نامرد نہیں ہوں

دن کے پچھلے پہر کا وقت ہے - دھوپ کی تیزی اب وہ نہیں رہی جو تھوڑی دیر پہلے محسوس ہو رہی تھی ایسے وقت میں ہمارا خیال جہاں پہنچتا ہے وہ رتن پور

کے راجہ کا دربار ہے۔ جس میں راجہ پرہلاد و ویا دھر کا لڑکا **پون** بڑے آن بان سے ایک مرصع تخت پر سر جھکائے ایک خط ہاتھ میں لئے بیٹھا ہے اور سامنے کچھ فاصلہ پر ایک سپاہی فوجی وردی پہنے باادب دست بستہ کھڑا ہے۔ ایشور جانے اس خط میں کیا لکھا ہے کہ **پون** بڑی حیرانگی سے رہ رہکر اس کو دیکھ رہا ہے ہار ہار، کبھی کبھی دبی ہوئی نظر اس نوجوان پر جو تخت کی دائیں طرف سُرخ پوشاک پہنے سر پر مکٹ رکھے بیٹھا ہے ڈال لیتا ہے اور حاضرین دربار کی نظر بھی اُسی طرف کام کر رہی ہے۔ تمام کمرے میں عالم سکوت ہے۔ سناٹا سا چھا رہا ہے مگر کسی کی جرأت نہیں پڑتی کہ ذرا اُٹھ کر اس خط کی ماہیت دریافت کرے یا باعث حیرانگی کا پوچھے۔ جب کچھ عرصہ اسی طرح گزرا تو ان سب کے منہ پر لگی ہوئی مہر خاموشی کو جس نے بیچ میں آکر توڑا وہ وہی نوجوان ہمارا بہادر جرنیل **ہنومان** ہے۔ سنئے! کیا کہہ رہا ہے؟

ہنومان۔ مہاراج! آپ کو اس قدر متفکر دیکھکر میرا دل حالت اضطراری میں کئی طرح کے پیچ وتاب کھا رہا ہے۔ اگر تبلانے میں کچھ ہرج نہ ہو تو مجھکو بھی اس امر سے آگاہ کیجئے؟

پون۔ (ہنومان کی طرف دیکھکر) بیٹا کوئی فکر کی **بات** نہیں! تم کیوں حیران ہو گئے

ہنومان۔ تو فرمائے! پھر آپ اس طرح کیوں؟

پون۔ (خط کو دیکھکر) مہاراج **راون** لکھتا ہے کہ **ورن** نے پھر سرکشی اختیار کی ہے۔ خراج دینے سے انکاری ہے اس لئے اس ناعاقبت اندیش **ورن** پر فوجکشی کی گئی ہے اور **سہتیم پربت** پر ہم کو بھی شامل ہونے کے واسطے لکھا ہے۔ سو اس بات کی تو کچھ فکر نہیں۔ اگر کچھ خیال ہے تو اس امر کا کہ ہماری غیر حاضری میں تم یہاں کے کاروبار کو انجام دے سکوگے کہ نہیں؟ کیونکہ تمہارا خیال اس طرف بہت کم ہے ؎

جب سُنا یدھ کا نام ہنومن میں ہر کھایو ✤ اتی اُمنگ کے ساتھ بچن کر جوڑ سنایو
آگیا دیجئے تات یدھ کو میں وہاں جاؤں ✤ ماروں شترو جا سے راون کا دکھ مٹاؤں

ہے من میرے میں چاو تیار ن بھوم کو دیکھوں + کیا کیا کریں کرتو[۱] سبھی جانیں بیبکھیِ[۲] ن
جو سمجا میرے میں زور جارن ماہان دکھاؤں + ورن کو آون بچپا جگت میں کیرتی پاؤں
بالک مجھکو جان پتا تم مت گھبراؤ + دے آگیا مجھکو تات داس کا مان بڑھاؤ

پون - (ہنومان کی طرف دیکھکر) ورن اور اس کے پانچ لڑکے بڑے ہوشیار اور تجربہ کار ہیں کئی ایک دفعہ تو میں اُن کو خود آزما چکا ہوں - بلکہ ہر ایک پہلو سے دیکھ چکا ہوں - تم ابھی ان کے مقابلہ کے لایق نہیں ہو - کیونکہ خوردسال ناتجربہ کار ہو - میدان کارزار دیکھا نہیں - میں کیونکر جانے کی اجازت دے سکتا ہوں!

ہنومان - آپ کا فرمانا درست ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ میں نے ابھی تک کوئی جنگ نہیں دیکھی اور ناتجربہ کار بھی ضرور ہوں لیکن میں بزدل نہیں نامرد نہیں ہوں جو اپنے نام کو دھبہ لگا کر خاندان کو بدنام کروں گا - اگر آپ مجھکو جانے کی اجازت دینگے تو میں بھی اس بات کو ثابت کر دکھاؤنگا کہ بہادری اس کو کہتے ہیں - شجاعت اس کا نام ہے اور یہ بھی آپ کو بخوبی روشن ہو جائیگا کہ میدان کارزار میں کس نے اس کو نیچا دکھا کر پسپا کیا - ہنومان کی اس بہادرانہ گفتگو کو سن کر **پون** نہایت خوش ہو کر بولا -

پون - بیشک! بیشک! مجھکو تم پر ایسی ہی اُمید ہے بلکہ پورا اطمینان ہے کہ ضرور ایسا ہی کر دکھاؤ گے لیکن ورن اور پنڈریک بھی کم نہیں - اُنہوں نے کئی ایک معرکے دیکھے ہیں زمانہ کے نشیب و فراز سے واقف ہیں کھر اور دوکھن جیسوں کو تو اُنہوں نے زیر کر دیا - تم تو ابھی بچہ ہی ہو!

ہنومان - آپ کا بار بار اس بات پر زور دینا کہ میں ناتجربہ کار ہوں - لڑائی کے مسئلہ سے ناواقف ہوں - شاید شفقت پدرانہ کا باعث ہے - جو دل میں سما گیا ہے لیکن غور تو کیجئے - کب تک میں اس بات کو سوچ کر جنگ سے گریز اور اپنے دلی جوش کو ضبط کر سکتا ہوں - آخر ایک روز تو اسی حالت میں جانا ہوگا - بہرکیف اپنے آپ کو آزمانا ہوگا!

[۱] کرتو یعنے ہنر [۲] بیبکھیِ یعنی دیکھوں [۳] یہ دونوں راون کے رشتہ دار تھے -

ناظرین! حاضرین دربار ہنومان کی گفتگو سنکر پون سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔ "مہاراج! ایشر صاحبزادے کی ہمتوں کو بڑھاوے اس سے زیادہ اس کے حوصلے بلند کرے۔ بیشک اُن کی عالی ہمتی دلیری اور استقلال سے ہم لوگوں کو یقین ہے اور ہر طرح سے تسلی ہے آپ کچھ فکر نہ کریں اور جانے سے ہرگز نہ روکیں سپہ سالار تو ساتھ ہوگا۔"

جب سب نے اس طرح کہا اور ہنومان کو ثابت قدم دیکھا کہ جانے سے باز نہیں آتا تو کچھ دیر سوچنے کے بعد تیاری کا حکم دیا۔ اور دوسرے روز ایک جرار دستہ فوج کا دیکر سہیتم پربت کو روانہ کیا۔

باب ۲۶

سہیتم پربت

یہ پہاڑ لنکا کے جنوب مشرق میں واقع ہے اس کے نیچے بائیں طرف ایک بڑا وسیع میدان ہے جہاں کچھ سرسبز درخت لہلہاتے ہوئے نظر آرہے ہیں ان کے بیچ میں سے ایک نشان جس کا پھریرا ہوا میں اُڑتا ہوا آسمان سے باتیں کرتا دکھائی دے رہا ہے۔

اب ہم اپنے خیال کو لئے ہوئے یہاں پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کی طرف ایک چھوٹی سی ندی جس کا نیلگوں شفاف پانی ہے بہ رہی ہے اور چند نوجوان جن کی قطع وضع سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی لشکر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اشنان کر کے سندھیا اوپاسنا کر رہے ہیں۔ ان کو دیکھ ہی رہے تھے کہ ہماری نگاہ بائیں طرف کو پڑی تو ایک بیشمار لشکر دکھائی دیا۔ جس کے دیکھنے کے شوق میں ہم وہاں پہنچ گئے۔

جتنی سپاہ نظر آرہی ہے اُن میں سے زیادہ حصہ کی رنگت سیاہ ہے ایسے نہیں جیسے کہ حبشی بلکہ اُن کے رنگ بہ نسبت اُن کے اچھے ہیں۔ ہاں! چہروں کی شکل

کچھ ملتی جلتی ہے - قد درمیانہ ہے بھانت بھانت کی وردیاں پہنے اِدھر اُدھر ٹہل رہے ہیں اور بعض بیٹھے ہوئے گپیں اُڑا رہے ہیں اُن کو دیکھتے ہوئے جب ہم تھوڑی دور اور آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں - کہ ایک خیمہ میں چند افسر بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہے ہیں - اُن میں سے بعضوں کے سروں پر تاج کی قسم کے جڑاؤ مکٹ رکھے ہیں - جن پر بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے جگمگ جگمگ کر رہے ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی راجہ یا مہاراجہ ہیں جو اس جاہ وجلال سے بیٹھے ہیں - آؤ ذرا اُنکی گفتگو تو سنیں -

ایک تاجدار - **پون** اب تک نہیں آیا اور نہ ہی وہ ایلچی واپس آیا ہے -

دوسرا - کچھ سبب ہی ایسا ہو گیا ہوگا - ورنہ ایسی اُمید اُس سے ہرگز نہیں کہ آپ کے حکم میں تامل کرے -

وہی پہلا شخص - **پون** بھی ایک تجربہ کار جوان ہے پچھلی دفعہ اُس نے **ورن** کو خوب ہاتھ دکھائے تھے لیکن وہ بڑا بے شرم ہے جو پھر بھی باز نہیں آیا -

تیسرا - مہاراج! سنا ہے کہ اس کا لڑکا اس سے بڑھکر بہادر اور منچلا اور پھرتیلا جوان ہے - اِس **بانر دیپ** میں تو اس کا کوئی ثانی نہیں -

پہلا شخص - اچھا (بات کاٹ کر اور کچھ سوچکر) آج کا دن اور انتظار کر لو کل تو ضرور یہاں سے چل دونگا! اب کی دفعہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو **ورن** کو اس سرکشی کی سزا دئے بغیر کبھی نہ چھوڑونگا - وہ کیا یاد کریگا کہ **راون** سے واسطہ پڑا تھا؟

اتنے میں ایک شخص نے آن کر اس پہلے تاجدار کو جو غالباً **راون** ہے کہا -

نووارد - (آداب بجا کر) مہاراج! **پون جی** کا لڑکا **ہنومان** بھی سنیا لے کر آ رہا ہے -

راون - (خوش ہو کر) **سگریو** اتم اور راجہ **کھر باہو** - **ہنومان** کی پیشوائی کو جاؤ -

یہ سنکر دونوں وہاں سے اُٹھے اور بڑی عزت کے ساتھ **ہنومان** کو اسی خیمہ میں لائے - اور آن کی گفتگو سُن اور بہادرانہ وجود کو دیکھ ہر ایک فریفتہ ہو گیا - علم اور شیریں زبان بھی دنیا میں نادر چیزیں ہیں جو ہر ایک کے دل کو اپنی طرف اس طرح مائل کر لیتی ہیں - جیسے چاند کی خوبصورتی چکور کو اور ساون کی کالی گھٹا مور کو -

ناظرین! جو لوگ یہاں اس وقت موجود ہیں خواہ عمر میں چھوٹے ہیں یا بڑے سب ہنومان جی کو عزت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کی عالمانہ تقریر کو سُنکر ان کی لیاقت پر عش عش کر رہے ہیں۔ غرض بڑی دیر تک ادھر اُدھر کی باتوں میں مشغول رہے۔ آخر صبح کوچ کی تجویز قرار پائی اور تمام فوج کو حکم سنایا گیا۔

باب ۲۷

فوج کشی

صبح کا وقت ہے ہر ایک سپاہی اپنے اپنے بستروں کو باندھکر چھکڑوں پر لاد رہا ہے اور ایک شخص جو غالباً ان کا افسر ہے گھوڑے کو ادِھر اُدھر دوڑاتا ہوا ہر ایک کو جلدی کرنے کی تاکید کر رہا ہے۔ اور کبھی کبھی آسمان کی طرف نظر کر کے کہنے لگ جاتا ہے۔ اُف بہت دن چڑھ گیا۔ کوچ کا وقت ہو گیا ہے جلدی کرو۔

تھوڑی دیر کے بعد کوچ کا سنکھ بجا جس کو سنتے ہی ہنومان جی اپنی سپاہ کو لے کر آگے بڑھے اور اُن کے پیچھے سگریو اور بجر باہو ہو لیا! اور راون ان سب کے بڑھے ہوئے جوش کو دیکھکر خنداں و شاداں جا رہا ہے۔ بہادر سپاہ کا صفیں باندھ کر قدم ملا کر چلنا اور کاندھوں پر ننگی تلواروں کا چمکتے ہوئے دکھائی دینا بتلا رہا ہے کہ یہ لوگ قواعد جنگ سے بخوبی واقف ہیں۔ جیسے ان بہادروں کا قدم آگے بڑھتا جاتا ہے۔ ویسے ہی ان کے چہرے بھی جوش جنگ سے سُرخ ہوتے جا رہے ہیں۔

ناظرین! چھتری کے واسطے اس سے بڑھ کر اور کوئی خوشی نہیں کہ جوانمردی سے دشمن کا مقابلہ کر کے میدان جنگ میں کام آئے۔ یہی سبب ہے کہ یہ لوگ خوشی کے نعرے بلند کر کے منزلیں طے کرتے ہوئے جا رہے ہیں۔ جب ورنتی نگر کچھ تھوڑے فاصلہ پر رہا تو ایک تجربہ کار منتری کو ورن کے پاس اس غرض سے

بھیجا کہ اس کو سمجھا کر جنگ سے باز رکھے اور خراج دینے پر آمادہ کرے۔
منگل پور کے میدان میں جس وقت یہ منتری پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ بیشمار فوج چھاؤنی ڈالے پڑی ہے۔ کئی سپاہی کیل کانٹے سے لیس ہو کر لڑائی کا سامان درست کر رہے ہیں اور جابجا خیمے نصب ہیں عین وسط میں ایک عالیشان خیمہ دکھائی دے رہا ہے جس کے چاروں طرف ننگی تلواریں کاندھوں پر رکھے سپاہی پہرہ دے رہے ہیں۔ جوں ہی اس منتری کو ایک سپاہی نے اس عالیشان خیمہ کی طرف جاتے دیکھا ایشور جانے اس سے کیا پوچھا کہ وہیں اس کو روک دیا اور خود پردہ اٹھا کر خیمہ کے اندر چلا گیا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر اس کو بھی اسی خیمہ میں لے گیا۔ جہاں راجہ **ورن** بڑی شان و شوکت کے ساتھ چند فوجی افسروں کو لئے بیٹھا ہے **پنڈریک**[۵] اور **راجیو**[۱۲] بھی موجود ہیں منتری نے داخل ہوتے ہی سر تسلیم خم کیا۔ اور سامنے کھڑا ہو گیا۔

ورن۔ (اس کی طرف دیکھ کر اور اشارہ کر کے) بیٹھ جائیے۔ تمہارا کس طرح آنا ہوا۔

منتری۔ (ہاتھ جوڑ کر) مہاراج! راجہ **راون** کا بھیجا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اگر جان کی اماں پاؤں تو جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے عرض کروں۔

ورن۔ ہاں! ہاں! بیشک کہو کچھ فکر نہ کرو۔ جو کچھ انہوں نے کہا ہے کہو۔ اس پر بخوبی غور کیا جائیگا۔ مناسب جواب دیا جائیگا۔

منتری۔ پرمیشور! آپ کو سلامت رکھے اقبال بلند کرے۔ اگرچہ میری طاقت سے باہر ہے کہ آپ کے سامنے بولنے کی جرأت کروں یا زبان ہی ہلاؤں۔ لیکن کیا کروں مجبور ہوں۔ آقا کا حکم بجا لانا میرا فرض ہے۔

ورن۔ ہاں! بیشک کہئے۔ شوق سے ان کے ارادے سے آگاہ کیجئے۔ ایلچی ہمیشہ بری الذمہ ہیں تم پر کوئی بھی الزام نہیں آسکتا۔

منتری۔ جنگ کرنے سے طرفین کا نقصان ہوگا کئی ایک نوجوان اپنے والدین کو داغ مفارقت دیجائینگے۔ نتیجہ معلوم نہیں کس کے حق میں اچھا اور کس کے حق میں برا ہو۔ اس لئے مناسب یہی ہے اور مہاراجہ **راون** کی بھی یہی آرزو ہے کہ

---

۵ پنڈریک اور راجیو دونوں ورن کے لڑکے تھے۔

بقایا خراج بھیج دیجئے اور آیندہ کیلئے مناسب شرائط تحریر کر کے معافی مانگیے تاکہ جنگ کی نوبت نہ پہنچے۔ خونریزی خلق نہ ہو راون کا مقابلہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں ؟

ورن یہ باتیں سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ غصہ سے مُنہ تمتما گیا۔ طیش میں آکر بولا۔

ورن۔ **راون** اپنے دل میں کیا سوچتا ہے کس بات پر نازاں ہے۔ یہ جو خراج کا باطل خیال اسکے دماغ میں سما رہا ہے اسکو ضرور خراب کریگا۔ اس بات کی اُمید ہرگز نہ رکھے مجھکو **اندر**۔ یم اور کبیر راجہ نہ سمجھے میں **ورن** ہوں اب اس بات کا فیصلہ (تلوار پر ہاتھ رکھکر) یہی شمشیر کریگی اور پھر اُس کو پچھتانا پڑیگا اگر وہ لڑائی پر آمادہ ہے تو اس طرف سے بھی انکار نہیں ؟

یہ کہہ کر منتری کو وداع کیا **پنڈریک** اور راجیو کو فوج کی تیاری کا حکم دیا۔

ناظرین! **ورن** کی گفتگو کو تو آپ سن چکے اور اب **راون** کو چل کر دیکھئے کہ **ورن** کا پیغام پہنچنے پر **ہنومان** - **سگریو** وغیرہ سے کہہ رہا ہے۔

راون۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ لڑائی برپا ہو ناحق میں خونریزی خلق ہو مگر کیا کیا جائے۔ وہ خود برسر پرخاش ہو کر اس عزم سے آیا ہے اور کسی طرح سے نہیں سمجھتا تو ہم کو بھی مناسب یہی ہے کہ اُس احسان فراموش کی خوب خبر لی جائے ایسے شخص سے رعایت کرنی گویا اوروں کا حوصلہ بڑھانا ہے۔

ہنومان۔ جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم لوگ اب درگزر کریں صلح کے طالب ہو کر ہمیشہ کیلئے کلنک کا ٹیکا لگا لیویں! نہیں! ہم لوگ لڑینگے! ضرور لڑینگے!! اور اپنی لیاقتوں کے جوہر دکھا کر اسکو یہ بتلا دینگے کہ سرکشی کرنے کی یہ سزا ہوتی ہے۔ وعدہ خلافی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ مہاراج! لوہا لوہے سے کاٹا جاتا لاٹھی کے دیو کبھی باتوں سے نہیں مانتے۔

جب اس کی تائید سب حاضرین نے کی تب راون خوش ہو کر بولا۔

راون۔ شاباش! شاباش! آپ لوگوں پر ایسی ہی اُمید ہے آپ ہی لوگوں کی عقل کے پرزور ٹیم سے اس حکومت کی ٹرین چل رہی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا بد دماغ اور بے لحاظ ہے۔ جتنی سزا اس کو دیجا وے واجب ہے۔

یہ کہا اور جنگ کا مصمم ارادہ کر کے سپاہ کو آراستہ ہونے کا حکم دیا۔

باب ۲۸

میدان جنگ

صبح کا وقت ہے پو پھٹ گئی ہے روشنی پھیلتی جاتی ہے اور رات کی رہی سہی تاریکی عالم سے کافور ہو رہی ہے ایسے وقت میں ہمارا خیال جہاں پہنچتا ہے۔ سنگل پور کا وہ وسیع میدان ہے جس میں ایک طرف بیشمار لشکر لئے راون خیمہ زن ہے دوسری طرف ورن چھاونی ڈالے پڑا ہے مگر دونوں لشکروں میں معمول سے زیادہ چہل پہل ہو رہی ہے سونے والے انگڑائیاں لیکر اُٹھ رہے ہیں اور بعض ابھی نیند میں کچھ ایسے مست ہو رہے ہیں کہ اُنکے ساتھی سپاہی اُنکو آوازیں دے دیکر جگا رہے ہیں۔ لیکن وہ کروٹیں بدل اور ہوں ہوں کر کے رہ جاتے ہیں۔ اس سین کو دیکھکر کہنا پڑتا ہے کہ ضرور آج ان دونوں لشکروں کے درمیان لڑائی ہوگی۔ کیونکہ ہر ایک سپاہی رفع حاجت سے فارغ ہو ہو کر کمریں کس رہا ہے۔ ہتھیار باندھ رہا ہے اور بعض تلواروں کی دھاروں کو انگلیاں لگا لگا کر دیکھکر اور یہ کہکر کہ آج تمہاری کاٹ اور تیزی دیکھی جائیگی نیاموں میں ڈال رہے ہیں کمانوں کو تان تان کر آزما رہے ہیں اور ترکشوں کو تیروں سے پر کر کے کندھوں پر لٹکائے جاتے ہیں نیزہ اور برچھی پر بھی نظر ڈالی جا رہی ہے۔ غرض اس وقت ہر ایک سپاہی اپنی وہ صورت و وضع بنا رہا ہے جو ایک بہادر جوانمرد کی ہونی چاہئے اتنے میں ناقوس بجا جس کی آواز سنتے ہی طرح طرح کی وردیاں پہنے کمانوں کو تانے چلّا چڑھائے بہادر سپاہی میدان جنگ میں دکھائی دئے۔

آہا! کیا صفیں باندھے کھڑے ہیں کیا طاقت جو ایک بھی لائین سے قدم ادھر اُدھر کرے۔ یا کسی سے بات کرے یا اپنے خیال کو دوسری طرف لگا دے نہیں! ہر ایک اپنے اپنے سپہ سالار کی طرف دیکھ رہا ہے اور منتظر اس بات کا ہے کہ کب لڑائی شروع کرنے کا

چکمٹ اور ہم اپنے تیروں کو دشمن کے خون سے تر کرکے غنیم کو شکست دیں! اسی خوشی میں اُنکے چہرے سُرخ ہو رہے ہیں اور ایک ایک لمحہ پہر کے برابر گزر رہا ہے۔

ہمارے بہادر جرنیل ہنومان کی فوج کو دیکھنا کیسے قطار باندھے کھڑی ہے کہ ایک تل بھر کا بھی فرق نہیں اور آپ (ہنومان جی) کس خوبی کے ساتھ چھاتی تانے گرز ہاتھ میں لئے ہر ایک سپاہی کا دل بڑھاتے ہوئے اودھر اودھر ٹہل رہے ہیں۔ اور اسیطرح راجہ بجبر باہو اور سگریو بھی اپنی اپنی سپاہ کو دیکھکر خوش ہو رہے ہیں کہ اتنے میں ناقوس کی جوش آمیز آواز بلند ہوئی جسکو سنتے ہی بہادروں کے وہ تیر جو ابھی کمانوں میں تنے نظر آ رہے تھے دشمنوں کی چھاتیوں کو زخمی کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں! وہی میدان جو ابھی صاف ستھرا نظر آ رہا تھا ایک پل بھر میں بزدلوں کیلئے ہولناک ہوکر ڈرانے اور خون سے رنگین ہوکر بہادروں کے جوش کو بڑھانے لگا۔ ہنومان جی کا پھرتیلا ہاتھ تیروں کی برکھا کرکے حیرانگی پیدا کر رہا ہے کیا طاقت کہ ایک وار بھی خالی جائے اسکا تیر کیا تقدیر کا فیصلہ کرنے والا ہے سگریو اور بجبر باہو کے تیروں نے بھی مخالف کی فوج میں کھلبلی مچا رکھی ہے جسکو ایک بھی لگا بے خوف ہوکر ہمیشہ کے لئے سو گیا!!!

پنڈریک - جو ان کے مقابلہ پر کھڑا ہے دلاوری میں کم نہیں کیا شست باندھکر تیر چلاکر اپنی بہادری کے جوہر دکھلا رہا ہے جسکو دیکھکر بزدل بھی لڑنے کو آگے بڑھ رہے ہیں۔ آہ سگریو کی سپاہ کو توبٹ ڈھب گھیرا ہے کہ ایک قدم بھی آگے بڑھنے نہیں دیتے۔ ذرا پنڈریک کو تو دیکھو! کیسا آگے بڑھ رہا ہے کہ اُسکو جان کا بھی خوف نہیں بے تحاشا دشمنوں میں گھسا جا رہا ہے۔ اگرچہ مخالف کے تیروں نے بہادروں کے جسموں کو زخمی کرکے رنگین پوشاکیں پہنا دی ہیں لیکن اُنکا قدم برابر آگے کو بڑھتا جا رہا ہے قریب تھا کہ ورن کی فوج غالب آکر دشمن کو میدان جنگ سے شکست دے کہ اتنے میں راون کی سپاہ میں اُنکو اپنی طرف بڑھتے دیکھکر ایسا جوش پھیلا کہ وہ سپاہی جن پر بزدلی کا گمان تھا یا کمزوری کا خیال تھا دیکھئے! کس زور سے کمانوں کو تان کر چھوڑ رہے ہیں اور آگے بڑھکر نیزہ اور برچھی سے بھی کام لے رہے ہیں۔ دیکھنا! سینکڑوں جان پر کھیل گئے۔ لیکن دشمن کو وہیں روک لیا۔

بہادر ہنومان جی نے اس زور سے ناقوس بجایا کہ تمام میدان گونج اُٹھا۔ اودھر جنگ کے بجنتریوں نے ایسا راگ الاپنا شروع کیا کہ بہادر سپاہی باوجود ہزاروں لاشوں کے جو

زمین پر پڑی نظر آرہی ہیں۔ اور زمین لالہ زار بن رہی ہے دیکھکر ذرا بھی نہ گھبراتے ہوئے کو بڑھکر دشمن کو پیچھے ہٹا رہے ہیں۔

آہ! کیا حیرت ناک سین ہے کہ ایک پل بھر میں وہ بہادر سپاہی موچھوں کو تاؤ دئے چھاتی تانے **راون** کی بائیں طرف کھڑا دشمن کی چھاتی کو اپنے تیروں کا نشانہ بنا رہا تھا۔ زمین پر لوٹتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اگرچہ دشمن کے تیروں نے اسکے جگر کو چھید کر زمین پر گرا دیا ہے لیکن کمان اس کے ہاتھ میں تانی کی تانی رہگئی ہے۔

راون کی نظر جونہی اس بہادر پر پڑی غضبناک ہوکر یکبارگی حملہ کا حکم دیا پھر کیا تھا۔ بہادروں نے تیر کمان پھینک اور ڈھال تلوار کو ہاتھوں میں لے نیزہ اور برچھی کے موقعہ کو دیکھ دشمن کو جا گھیرا دونوں طرف سے ایسی تلوار چلی کہ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ بیشمار بہادر ہمیشہ کے لئے زمین پر سو گئے۔ اور حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

اسوقت بزدل سپاہی تو دم چرا کر پیچھے کو ہٹ گئے ہیں اور بہادر اس موقعہ کو غنیمت جان کر دل کے ارمان نکالنے کیلئے بہادرانہ جوہر دکھانے کو آگے بڑھ رہے ہیں قریب تھا کہ **ورن** کی سپاہ میدان جنگ سے منہ موڑ کر فتح کی امید چھوڑ کر پیچھے کا راستہ لے کہ اتنے میں آفتاب انکے حال پر رحم کھا کر اپنی تیز کرنوں کو سمیٹتا ہوا مغرب میں جا چھپا اور چاند نے اپنی منور تابدار شعاعوں سے بہادروں کے جوش کو سنبھل[1] کیا اس لئے بہادروں کو اپنی تقدیر کا فیصلہ دوسرے روز پر رکھنا پڑا۔

دوسرا دن

صبح ہوتے ہی جب آفتاب کی تیز کرنوں کا پرتو **راون** کی سپاہ پر پڑا۔ تو جادو کا کام کر گیا۔ جسکو دیکھتے ہی بہادروں کی تلواریں نیاموں سے نکل کر چمکتی ہوئی دکھائی دینے لگیں نیزہ اور برچھیاں خونخوار زبانیں نکال کر دشمن کو دھمکانے لگیں۔ بہادروں کے چہروں سے معلوم ہوتا تھا کہ لڑائی کا انتظار بے صبری سے کر رہے ہیں اگر سپہ سالار کا خوف نہ ہوتا تو کبھی کے میدان جنگ میں جا کر بہادری کی داد دیتے۔ مگر نہیں۔ حکم کی پابندی ضرور تھی۔ اس لئے دلاوران جنگ کو جوش بھرے سینوں سے انتظار کرنا پڑا۔

تھوڑی دیر میں ناقوس بجا۔ اور بہادر میدان جنگ میں نظر آئے۔ دوسری طرف **ورن**

[1] ٹھنڈا کیا۔

کے سپاہی بھی زور شور سے تیاریاں کرکے منتظر حکم کے کھڑے ہیں مگر بعض جو ناتجربہ کار ہیں آفتاب کو دیکھکر گھبراہٹ میں پڑے ایک دوسرے کی طرف افسوس بھری نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ شاید کل کی شکست کا باعث ہے جس نے انکو اسقدر مایوس کرکے سست بنا رکھا ہے۔ دانا پنڈریک ایک ہی نظر میں سمجھ گیا اور ذرا بھی نہ گھبراتا ہوا بلند آواز سے بولا۔ افسوس کا مقام ہے کہ ورن کی سپاہ اور یہ سستی؟ بہادر اشور بیروں کا یہ کام نہیں کہ ایک دن کی شکست ہونے پر رزم گاہ سے دل چرائیں! چھتری وہی ہے جو میدان جنگ میں دشمن کو مارے یا خود مرے! راون کی وہی فوج ہے جسکو تمنے کئی دفعہ شکست دی تھی اور دوکھن کو گرفتار اور راون کو بھگا چکے ہو! اگر ایک دن شکست سے تمہاری یہ حالت ہوگئی ہے تو بس چھتری ہونے کا دم نہ بھرو اور کبھی ویش اور شودروں میں جا ملو۔ مجھکو ایسے چھتریوں کی ضرورت نہیں جن کو اپنے نام کی غیرت نہیں۔ بہادرو! جنکو تم اسوقت تم میدان میں کھڑے دیکھ رہے ہو! آج ہی دیکھوگے کہ دشمن کو پامال کرکے دنیا میں نام پائینگے اور تمہارے جیسے بزدل ہمیشہ کے لئے شرمسار ہوکر پچھتاتے رہینگے۔ جاؤ تم جیسوں کی ضرورت نہیں! جاؤ!!!

ناظرین! پنڈریک کی باتیں بجلی کی طرح بہادروں کے خون میں اثر کر گئیں وہی غمگین چہرے شگفتہ ہوگئے۔ اور تلواریں نیاموں سے نکال کر بڑے جوش کے ساتھ رزم گاہ میں نظر آئے۔ پنڈریک اسقدر سپاہ میں جوش دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ اور اپنے والد سے جاکر بولا۔ پنڈریک۔ مہاراج! سگریو کے مقابلہ میں آپ (ورن) ہیں۔ اور راون کے سامنے میں خود اور راجیو اور اسی طرح دلاوران جنگ کو بھی تقسیم کردیا۔ اتنے میں ناقوس بجا جسکی آواز سنتے ہی چھتریوں نے جنگ کا راگ الاپنا شروع کیا! بہادر کل کے ارمان دل کھول کر نکالنے لگے اور خونخوار تلواریں میدان جنگ میں چمک کر اپنے جوہر دکھانے لگیں! ہزاروں سپاہی چھن بھر میں گھایل ہوکر نیچے سر جھکا کر ڈگمگانے لگے۔ اور خونخوار درندے دور سے مردہ لاشوں کو دیکھکر خوشی منانے لگے۔

آہ! وہ سپاہی جو ابھی اپنی تلواروں کا وار کرتے ہوئے نظر آرہے تھے زمین پر سرنگوں ہوکر تڑپ تڑپ کر جان دے رہے ہیں اور حسرت بھری نگاہوں سے دوسروں کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ بعض جو کچھ فاصلہ پر کھڑے ہیں تیروں سے کام لیکر دشمن کو پریشان کر رہے ہیں بہادر ورن

اور سگریو ایک دوسرے پر زور شجاعت دکھلا رہے ہیں! ہمارے بہادر جرنیل ہنومان جی کو دیکھنا کس پھرتی کے ساتھ چکر لگا کر دیکھ رہے ہیں کہ جو کمزور نظر آتے اُسکی امداد کو پہنچیں آف! ذرا راون کو دیکھنا آفت ناگہانی کی طرح ورن کی سپاہ پر آن پڑا ہے بہادروں کا ناک میں دم کر رکھا ہے اگرچہ فریق ثانی بھی بہت کوشش کرتا دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس مقابلے کی تاب نہیں رکھتا! آہ! بہادروں کے خون سے ندی بہ نکلی ہے۔ گر غضب یہ ہوا کہ اس پر آفتاب کی شعاعیں پڑ کر بزدلوں کا حوصلہ پست کر رہی ہیں۔

افسوس! ورن کی سپاہ تو بہت کمزور معلوم ہوتی ہے پنڈریک اور راجیو کہاں ہیں! وہ دیکھو! دونو بھائی آگئے۔ اور راون کو اب ایسا گھیرا ہے کہ ذرا دم بھی نہیں لینے دیتے۔

آف! کس زور سے راون پر تلوار کا وار کیا ہے مگر اس نے خوب بچا لیا۔ کیوں نہ ہو بڑا تجربہ کار ہے اُسنے بہت سے معرکے دیکھے ہیں۔ اگر ایسا نہ کرتا تو کبھی نہ بچتا دیکھو! کیسی صفائی سے پیچھے ہٹ کر نبردوں کا وار کر رہا ہے۔ اگرچہ پنڈریک اور راجیو دونو کو زخمی کر دیا ہے مگر بہادر پنڈریک زخمی ہو کر شیر کی طرح گرج کر راون کے سر پر پہنچ ہی گیا لیکن ہمارے بہادر جرنیل کی نگاہ بھی اس طرف پڑ گئی ہے۔ وہ دیکھو بجلی کی طرح وہاں پہنچ کر گرز کا وار کر رہا ہے۔ آخر پنڈریک کو بے ہوش کرکے زمین پر گرا ہی دیا۔

راجیو بھائی کی یہ حالت دیکھکر بڑے غصہ سے ہنومان جی پر لپکا مگر راون نے پیچھے سے ہو کر ایک ہی برچھی سے اسکا کام تمام کر دیا۔ ادھر ہمارے بہادر جرنیل نے جب پنڈریک کے ہاتھ پاؤں باندھ دئے تو وہ بڑی حیرانگی سے اُسکی طرف دیکھتا ہوا بولا ؎

بولا تب یہ ورن ست بانک بیر و دیس ✤ کیا نام تمہارا کنور جی کون پتا اور دیس

ہنومان جی ؎

پتا ہمارا پون ہے رتن پور نام گرام ✤ نہ چھوڑوں شتر و دیکھ دسکھے ہنونت میرا نام
لیا جنم لنکو نش میں مم پتا گیا جان ✤ ماروں شتر و رن دیکھے نہیں تو تجوں پران

آہ! پنڈریک کو پریشانی کی حالت میں دیکھکر ورن کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ بیخودی کے عالم میں ہو کر برچھی لیکر اسطرف کو بڑھا مگر اب کیا ہو سکتا ہے قسمت ہار دے چکی ہے مقدر پلٹ گیا ہے جوں ہی اس طرف کا رخ کیا وہیں سگریو نے اس وقت کو غنیمت جانکر

نیزہ کی نوک سے زخمی کرکے پکڑ لیا!

ورن کی افسوسناک حالت دیکھکر بزدلوں کے ہوش اُڑگئے ہتھیاروں کو پھینک کر بھاگتے نظر آئے مگر دلاوران جنگ برابر وار کرتے رہے اتنے میں فتح کا پھریرا ہوا میں اُڑتا ہوا نظر پڑا جسکو دیکھکر وہ میدان جو تھوڑی دیر پہلے تلواروں کی کھٹا کھٹ سے گونج رہا تھا سنسان ہوگیا اور راون کی سپاہ خوشی کے نعرے بلند کرتی ہوئی کیمپ کو واپس آئی۔

آہ! جسوقت ورن سرنگوں پریشاں صورت بنائے پنڈریک کے ساتھ راون کے روبرو حاضر ہوا سب کے دل اُسکی گردش ایام کو دیکھکر دھڑک اُٹھے!!!

ایشور کرے مصیبت کی گھڑی دشمن کو بھی نصیب نہ ہو دیکھئے یہ وہی راجہ ورن ہے جو کل مالک تخت و تاج تھا۔ اور آج کیسی بیکسی کی حالت میں مبتلا ہے۔ اگرچہ عزیز بیٹے کا غم اُسکے دل کو کباب کی طرح سوخت کررہا ہے لیکن یہ خون جگر پی پی کر آتش غم کو سرد آہوں سے فرو کرتا ہوا چپ چاپ مودب دست بستہ سر تسلیم خم کرکے کھڑا ہے۔

راون۔(کچھ دیر اسکے طرف دیکھنے کے بعد) ورن کہو کیا حال ہے؟

ورن سر نیچے جھکا کر خاموش کھڑا ہے۔

راون۔ اب خاموش کیوں ہو؟ تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ اندر۔یم۔ اور کبیر تو میری پناہ میں آئے اور تم ایسے سرکش ہوگئے! افسوس!! تم کو اُنکی طرف دیکھکر بھی کچھ خیال نہ آیا بلکہ میرے منتری بھیجنے پر بھی کچھ غور نہ کیا!

ورن۔(نہایت دھیمی آواز سے) یہ سب میری ہی نادانی کا نتیجہ ہے مجھ پر رحم کیجئے میں نے اپنے کئے کی سزا پائی۔

راون۔ اتنی جلدی! تم کہتے تھے کہ میں ورن ہوں۔ مجھکو اور خیال نہ کرنا۔

ورن(سرد آہ بھرکر) شرم سے سر نیچے جھکالیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ تب ہنومان اور سگریو وغیرہ نے درمیان میں پڑکر بعد مشکل ورن کو معافی دلائی اور آیندہ کیلئے شرایط مقرر کرکے ورن سے مخاطب ہوکر کہا۔جب مہاراج! تم کو یاد کریں فوراً حاضر ہونا ہوگا ورنہ یاد رہے پھر ایسا موقعہ کبھی نہ دیا جائیگا۔

ورن ان سب کا نہایت شکرگزار ہوکر ورتی نگر کو واپس گیا اور راون نے خوشی

خوشی لنکا کا راستہ لیا اور ہر ایک کو خلعت عطا کر کے وہیں سے رخصت کر دیا۔

باب ۲۹

میں اس کو کب تک کنواری رکھونگی؟

ہمارا خیال ہمکولے کر شہر کسکندا جو موجودہ مدراس کے شمال ومغرب اور حیدر آباد کے جنوب میں بموجب رامائن زیر اہتمام لائق بخنیئر لسبوکرمان کے تعمیر کرایا گیا تھا اسوقت پہنچا ہے جب چند نوجوان لڑکیاں زرق برق پوشاکیں پہنے پدم راگا کے کمرے میں میٹھی باتیں کر رہی ہیں جنکی گفتگو کو سنکر ہمارے کان بھی اسطرف رجوع ہوگئے ہیں۔ سنئے پدم راگا بال سندری سے کہہ رہی ہے پدم راگا۔ سکھی عورت اور خاوند کا رشتہ مانند بادشاہ اور وزیر کے ہے جس گھر میں ان دونوں کا اتفاق ہے وہی باعث بہبودی دینی و دنیاوی اور موجب ترقی خاندان ہے اور ایک دوسرے سے بدگمان رہنا گویا بربادی خاندان وزوال ننگ وناموس اور قربت رنج والم کا باعث ہے اس لئے عورت کیا مرد دونوں کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے کام لے کر دل وجان سے الفت کرے اگر کوئی ایسی بھی عادت ہو جو دوسرے کے برخلاف ہو اُسکو ترک کرنے کی کوشش کرے ورنہ یاد رہے بڑی دقت پیش آئیگی عزیز زندگی بھی جان کا وبال ہو کر تلخ ہو جائیگی۔

بال سندری کچھ پوچھنے کو تھی کہ کسی کے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی جھجک کر رہ گئی اور سب برآمدے کی طرف دیکھنے لگ پڑیں کہ اتنے میں پدم راگا کی والدہ سامنے آتی ہوئی نظر پڑی تب تو سب دم بخود نیچے سر جھکا کر خاموش ہوگئیں۔ مگر پدم راگا نے جلدی سے اُٹھکر والدہ کو پرنام کیا اور بیٹھنے کے واسطے پرارتھنا کی۔ لیکن رانی! لڑکیوں کو دیکھکر وہاں زیادہ ٹھیرنا مناسب خیال نہ کر کے کچھ سوچتی ہوئی اپنے کمرے کو واپس جا رہی ہے اور اب دل ہی دل میں یوں کہہ رہی ہے: "میں کب تک اس کو کنواری رکھونگی" گو یہ بیچاری سیدھی سادی ہے۔ لیکن میرا دھرم نہیں کہ اب خاموش رہوں اور اُسکی شادی کی فکر نہ کروں۔ جب تک شام

شام نہ ہوئی رانی اسی فکر میں مبتلا رہی۔ جب **سگریو** محل میں آیا تو کہنے لگی۔

راوی - ناظرین! آپ یہ خیال نہ کریں کہ **پدم راگا** شوخ دیدہ ہے یا آغاز جوانی ہے۔ جو ایسی باتوں میں مشغول ہے نہیں! ہرگز نہیں! یہ بڑی نیک خصلت دھرم کے پالنے والی نہرم حضور لڑکی ہے جب کبھی اسکو سکھی سہیلوں سے بات کرنے کا موقع ملا تب ہی اُنکو نصیحت آمیز باتیں اور ست شاستروں کا اُپدیش دینا شروع کر دیا!

رانی - سوامی جی! کچھ **پدم راگا** کی بھی فکر ہے کہ نہیں؟ اسکی ہم عمر لڑکیاں تمام بیاہی گئی ہیں اور آپ نے اب تک بر کی تلاش بھی نہیں کی۔

سگریو - پریہ جی! مجھکو اس بات کا خود خیال ہے مگر کیا کروں۔ کوئی لڑکا لایق نظر نہیں آتا۔ اور ایسے ویسے لڑکے کے ساتھ شادی کرنے کو دل نہیں چاہتا کیونکہ اُسکی تمام زندگی کی خوشی کا مدار ہماری اسیوقت کی سوچ اور وچار پر منحصر ہے۔

رانی - جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے مگر اب خاموش رہنے کا بھی وقت نہیں اور وید مقدس کے بھی برخلاف ہے کیونکہ اسکا برہمچریہ پورا ہو چکا ہے رانی کی باتیں سُنکر **سگریو** نہایت متفکر ہو گیا اور بہت دیر تک عالم سکوت میں رہا۔ دفعتاً جو کچھ خیال دل میں آگیا تو کہنے لگا۔

سگریو - (خوشی کے لہجہ میں) آہا! خوب یاد آگیا۔ **پون** کا لڑکا **ہنومان** بڑا دانا اور عالم ہے اور بہادر بھی اول درجہ کا ہے۔ البتہ اُس کے وصف میرے دل پسند ہیں شاید اس کا ذکر میں نے تم سے پہلے بھی کیا تھا۔

رانی - وہی جو تمہارے ساتھ پچھلی دفعہ **وزن** کے مقابلہ میں شریک تھا۔

سگریو - ہاں! ہاں! وُہی وُہی۔

رانی - تو جب آپ کو اس پر اطمینان ہے اور ہر طرح سے تسلی ہے پھر دیر کیوں کرتے ہو۔

سگریو - نہیں پریہ جی! میں صبح ہی منتری کو بھیج دونگا۔ آپ تسلی رکھیں۔

دوسرے روز صبح ہوتے ہی ایک منتری کو روانہ **رتن پور** کیا۔

باب ۳۰

گرہست آشرم سب سے افضل ہے

رتن پور کے راج مندر کے بائیں طرف ایک عالیشان بارہ دری ہے جسکو پون جی نے مختلف جگہ کے کاریگروں کو بلوا کر اور بہت سا روپیہ خرچ کرکے بڑے شوق سے تیار کرایا ہے۔ بارہ دری مذکور کی چوبی چھت سنہری گلکاریوں - اور جابجا شیشوں سے آراستہ ہے چونے کی دیواریں نہایت صاف اور ستھری ہیں جن کو دیکھکر سنگ مرمر کا شک ہو جاتا ہے اور ان پر بیل بوٹے ایسی خوبصورتی کے ساتھ بنائے گئے ہیں کہ دور سے گلزار نظر آتا ہے۔

آہا! سبز سبز پتوں اور نازک پتلی ڈالیوں میں سُرخ بسنتی اور اودے رنگ برنگ کے پھول کیا خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعضے شگوفے جو ابھی اچھی طرح سے نہیں کھلے مگر اُس جوگی کی طرح جو پرماتما کے دھیان میں کچھ عرصہ کیلئے آنکھیں بند کرکے مگن رہتا ہے اور بعد میں پریم بھری آنکھیں کھول کر دنیا کو دیکھتا ہے تھوڑے سے کھلے ہوئے دکھائی دیتے ہیں صرف یہی نہیں - ان پر چھوٹے چھوٹے جانور بھی اس خوبی کے ساتھ نظر آتے ہیں کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا ہے۔

نیچے سُرخ مخملی فرش جس کے حاشیہ پر کلابتون کا کام - اور عین درمیان میں ایک گول چکر بنا ہوا ہے جو پیمایش کے لحاظ سے چار پانچ گز سے کم نہیں اس پر کاریگر نے زری کے بیل بوٹے بناکر دستکاری کے ہنر میں کمال ہی کر دکھایا ہے - اس گول چکر کے شمال کی طرف ایک چڑاؤ سورن کی چوکی پر سبز مخمل کا گدیلا بچھا ہوا اور اطلس کا گاؤ تکیہ دھرا ہے جسکا سہارا لئے اور بدن کے نیچے حصہ پر دوشالا پھیلائے پون جی بیٹھے کچھ سوچ رہے ہیں اور بائیں طرف پردھان رتن ہیر کاغذ ہاتھ میں لئے پڑھ رہا ہے اور سامنے جنوب کی طرف ایک بڑا دروازہ آمد و رفت کا ہے جہاں دو دربان وردی پہنے کھڑے ہیں ایک شخص درمیانہ قد سفید ریش سر پر گول چکردار پگڑی باندھے اور انگرکھا پہنے ڈھیلی دھوتی کو پاؤں سے پھٹکارتا ہوا آیا- اور اس بڑے دروازہ پہنچ دربانوں سے کچھ دریافت کرکے

بارہ دری کے اندر داخل ہوا۔ اور جھک کر پون جی کو پرنام کیا۔

پون جی ۔ (ذرا سر کو اُٹھا کر) آہا! چندر گتی تم کہاں ۔ بڑی مدت کے بعد تم کو دیکھا ہے۔

چندر گتی ۔ (ہاتھ جوڑ کر) ایک ضروری کام کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

پون جی (ہاتھ کا اشارہ کرکے) بیٹھ جاؤ۔ کہو تمہارا راجہ تو اچھا ہے۔

چندر گتی ۔ مہاراج سب آپ کی کرپا ہے۔

پون جی ۔ کہئے وہ کونسا کام ہے جس نے آپکو آنے پر آمادہ کیا ؟

چندر گتی ۔ مہاراج راجہ سگریو کی بیٹی پدم راگا جو ہمہ صفت موصوف ہے۔ اُسکے بر کی جستجو میں تھے کہ آپ کے کنور ہنومان جی کے بہادرانہ جوہروں کا ذکر سنکر سب نے یہی مناسب خیال کیا کہ پہلے آپ سے عرض کی جاوے کہ آپ کنور جی کی شادی کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں۔

پون جی (خوش ہوکر) اوہو! پدم راگا! میں بڑی خوشی سے اُسکے ساتھ اپنے کنور کی شادی کرنے کو تیار ہوں!

چندر گتی ۔ تو مہاراج! ہماری طرف سے بھی کچھ دیر نہیں۔

مذکورہ بالا گفتگو کو سنکر ہنومان جی نے جو پاس ہی بیٹھے ہیں نہ جانے کیا سوچکر یا شرم سے سر کو نیچے جھکا لیا ہے اور بڑی آہستگی سے کہہ رہے ہیں "مہاراج مجھکو شادی کی اچھیا نہیں"!

جوں ہی اُنکی آواز پون جی کے کان میں پہنچی بڑی حیرانگی سے بولے !

پون جی ۔ کیوں! کیا باعث تمہارا برہمچریہ پورا ہوچکا۔ شریرک ۔ مانسک اور آتمک دھرم کو پالن کرچکے پھر گرہست سے انکار کیوں ؟

ہنومان ۔ اس آشرم میں منش بہت بندھن پڑ جاتے ہیں اور کئی قسم کے دکھ ہوتے ہیں۔ اسلئے میں اس میں پرویش[۱] کرنا نہیں چاہتا!

پون جی ۔ بیٹا کیا کہتے ہو! یہی آشرم سب آشرموں سے اعلیٰ ہے جسکے ذریعہ انسان ہر قسم کا اُپکار کرسکتا ہے جو برہمچاری کی حالت میں تم کبھی بھی نہیں کرسکتے ۔ ہاں! جو باتیں اس آشرم میں انسان کے لئے دکھدائی ہوتی ہیں ان کا خیال رکھنا ضروری ہے! سو ہم نے پہلے ہی اُن کو سوچ لیا ہے! ایشور کی کرپا سے خاندان نیک اور ار دگیہ ہے لڑکی

---

[۱] تکلیفیں [۱] داخل

دھرم کی پالنے والی اور وِدّوان ہے۔
ہنومان - جو آپ نے فرمایا درست ہے لیکن میری طبیعت کو شادی سے کچھ قدرتاً ہی نفرت ہو گئی ہے۔
پون جی - (تیور بدل کر) کنور جی! بڑے بڑے رشی منی اسی آشرم میں پیدا ہوئے وید اور شاستروں نے اسی آشرم کو سب سے ترجیح دی ہے ایک یہی آشرم ہے جس میں لوک اور پرلوک دونوں سدھر سکتے ہیں افسوس تم ایسے وِدوان ہو کر انکار کرتے ہو
ہنومان جی نے جب دیکھا کہ **پون جی** اسی بات پر زور دئے جاتے ہیں اور ان کا حکم نہ ماننا وید اور شاستروں کی مریادا کو توڑنا میری زندگی پر دھبہ لگائے گا تو یہ سوچ کر خاموش ہو گئے۔

ہنومان کو خاموش دیکھ کر **پون جی** نے پدم راگا کی تصویر اسکے ہاتھ میں دیکر کہا۔ "یہ راجہ **سگریو** برادر واثے **کسکندا** کی لڑکی ہے جس کے ساتھ تمہاری نسبت تجویز کرتے ہیں! اس بات کو سنکر **ہنومان** جی کے دل میں نجانے کیا خیال گزرا کہ ایک دفعہ **چندر گیتی** کی طرف دیکھا اور بعد میں تصویر کو **پون** جی کے آگے رکھ سر جھکا لیا بس پھر کیا تھا وہیں پر دہان **رتن بیر** نے مبارک باد کی آواز بلند کی اور اب سب طرف سے یہی آواز آرہی ہے۔

دوسرے روز صبح ہوتے ہی **پون جی** نے ہمارے بہادر جرنیل کی تصویر **چندر گیتی** کو دے کر وداع کیا اور تاکید کی کہ جلدی مشورہ کرکے شگون بھجوا دیں۔

باب ۳۱

دل کی مراد برائی

گو شہر **کسکندا** کے ہر ایک مکان کی عمارت اور شہر کی بناوٹ قابل دید ہے لیکن ہمارا مطلب تو ان شاہی محلات سے ہے جو پوہ[1] کرنی دروازہ کے متصل واقعہ ہیں۔

[1] اس دروازہ سے پہاڑی یا پوہ کرنی کو راستہ جاتا ہے۔

آیا! جیسے ہی پوہ کرنی دروازہ سے شہر میں داخل ہوئے۔ ایک فراخ بازار نظر پڑا جسکے دونوں طرف دوکانیں اور عالیشان عمارتیں نظر آرہی ہیں بازار کی صفائی کا یہ عالم ہے کہ ایک تنکا بھی نظر نہیں آتا۔ گرد وغبار کا تو نام ونشان تک نہیں۔ خاصہ عمدہ سُرخ پتھر کا فرش ہے دونوں طرف کہیں کہیں درخت بھی نظر آتے ہیں جو بازار کے سین کو اور بھی خوبصورت بنا رہے ہیں اور آنے جانے والوں کا ہجوم تو کثرت سے ہے۔ تھوڑی دور آگے بڑھکر بازار کا خاتمہ ہے۔ اور ایک وسیع فراخ چوک دکھائی دیتا ہے۔ جسمیں ایک خوشنما پھلواڑی لگی ہوئی۔ اور طرح طرح کے خوشبودار پھول کھلے ہوئے نظر آرہے ہیں اس پھلواڑی کے عین مقابل میں ایک بڑا پھاٹک ہے جہاں دونوں طرف دو سپاہی ننگی تلواریں لئے پہرہ دے رہے ہیں! دروازوں پر سُنہری کام کیا غضب کا ہے کہ سورج کی روشنی میں اسطرف دیکھنا محال ہے آنکھیں چُندھیا جاتی ہیں۔ کیا طاقت کوئی نظر بھر کر اس طرف دیکھ سکے گو دیواریں سونے کی بنی ہیں لیکن ان کی صفائی دیکھکر سنگ مرمر بھی شرمندہ ہوتا ہے اس پھاٹک کے اندر جانے سے دو عالیشان محل ایک ہی وضع کے نظر آتے ہیں۔ اب ہم دائیں ہاتھ کے محل کو چھوڑ کر بائیں طرف کو جاکر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک دالان میں جو اپنی نرالی وضع کے باعث بے نظیر اور پُرانے رشی منیوں اور شورویروں کی تصویروں سے آراستہ ہے کمخواب کے گدیلے پر راجہ سگریو اور اس کی رانی بیٹھی ہوئی ذیل کی گفتگو کر رہی ہے۔

رانی۔ سوامی جی! چندر گپتی تو اب تک واپس نہیں آیا؟

سگریو۔ آٹھ روز ہوگئے آج تو ضرور آنا چاہئے۔

رانی۔ کسی کو بھیج کر اس کے گھر سے خبر تو منگائیے مجھکو اس بات کی بڑی فکر لگی ہوئی ہے۔ دیکھیں کیا جواب لاتا ہے۔

اتنے میں دربان نے آکر عرض کی کہ منتری چندر گپتی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے دروازہ پر منتظر حکم کا کھڑا ہے۔

سگریو۔ خوب! اُس کو اسی جگہ بھیجدو۔

تھوڑی دیر کے بعد چندر گپتی حاضر ہوا اور آداب بجا لاکر بولا:-

مہاراج! مبارک ہو۔ دل کی آرزو پوری ہوئی۔ یہ کہکر ہنومان جی کی تصویر دیکر وہاں کا سب حال بیان کیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد اپنے گھر کو چلا گیا۔

سگریو۔ (بڑی خوشی سے تصویر ہاتھ میں لیکر) پریہ جی! دیکھو کیسا خوبصورت جوان ہے۔

رانی۔ مہاراج! تصویر سے تو ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

سگریو۔ پریہ جی! ابھی بہت سے وصف ایسے ہیں جو اس تصویر سے ظاہر نہیں ہوتے۔ وہ دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ سو میں نے ان میں بخوبی تسلی کرلی ہے۔ آپ بدونتی کو یہ تصویر دیکر پدم راگا کے پاس بھیج کر اس کا منشا دریافت کریں۔

ناظرین! اسیوقت پنڈتہ بدونتی کو بلاکر پدم راگا کے پاس بھیجا گیا۔ حسن اتفاق سے جسوقت وہ (بدونتی) پدم راگا کے کمرے میں گئی۔ تو کیا دیکھتی ہے کہ وہ اکیلی بیٹھی ہوئی رگ وید کے کسی منڈل کا مطالعہ کر رہی ہے۔ سر کے بال بکھرے ہوئے گردن پر لٹک رہے ہیں اور سر کو نیچے جھکانے سے آگے کی طرف پڑکر رخساروں کو چھپا رہے ہیں۔ جونہی کسی کے آنے کی آہٹ پائی۔ جھٹ بالوں کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے ہٹا کر اوڑھنی کو درست کرکے دروازہ کی طرف دیکھا تو اپنی پنڈتانی کو، پا۔ ہنس کر بولی:- "ماتا جی آئے" یہ کہکر اپنے آسن پر بٹھا دیا۔

بدونتی - بیٹی! یہ کیا مطالعہ کر رہی ہو؟

پدم راگا (کتاب کو اسکے سامنے کرکے) رگوید کے اس منڈل کو دیکھ رہی ہوں مگر اس شلوک کے ارتھ میری سمجھ میں نہیں آتے کرپا کرکے آپ بتلائے۔ بدونتی[۱] نے کتاب کو ہاتھ میں لیکر اس شلوک کے ارتھ جو کلا کوشل کے سلسلہ پر تھے پدم راگا کو سمجھائے اور بعد میں ہنومان جی کی تصویر کو دکھلا کر کہنے لگی۔

بدونتی۔ دیکھو یہ کیسی عمدہ تصویر کسی بہادر منش کی ہے۔

پدم راگا۔ ہاں ماتا جی! واقعی یہ بڑا شوبیر معلوم ہوتا ہے اس کا نام کیا ہے؟

بدونتی۔ اس کا نام ہنومان بتلاتے ہیں!

پدم راگا۔ ایں! ہنومان (تصویر کو ہاتھ میں لیکر) کیا یہ وہی ہے جسکا ذکر پتا جی کرتے تھے کہ انکے ساتھ جنگ میں شریک تھا اور جسنے ورن کو اور اسکے لڑکے پنڈریک کو گرفتار کیا تھا!

[۱] یہ بدونتی پدم راگا کی معلمہ ہے جس سے وہ سنسکرت ودیا کی تعلیم پاتی ہے۔

بدونتی - ہاں وہی وہی! کیا تم اس تصویر کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو؟

پدم راگا - ہاں! مجھکو دیدو میں اپنے کمرے میں رکھونگی - وہاں اور بہت سی تصویریں بہادروں دانوں کی ہیں ایسے شخص دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں -

بدونتی (ذرا مسکراکر) کیا تم چاہتی ہو کہ اس کے ساتھ تمہاری شادی کی جائے -

پدم راگا - (شرم سے گردن نیچے جھکا کر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بڑی آہستگی سے) ماتا جی پھر یہ ذکر نہ کرنا - میں شادی نہیں کرونگی اور تصویر کو اُس کے آگے رکھدیا -

بدونتی بیٹی! کیا کہا - بیاہ نہیں کرونگی؟ بھلا یہ ہوسکتا ہے کہ تمہاری شادی نہ ہو - کیا تمہاری والدہ گوارا کرسکتی ہے کہ تم کنواری رہو؟ کسی نے آج تک اپنی لڑکی کنواری رکھی ہے - جو وہ رکھےگی آخر ایک دن تو بیاہ کیا ہی جائیگا -

پدم راگا - نے نیچے منہ جھکا لیا ہے - اور کچھ جواب نہیں دیا -

بدونتی - (گود میں لیکر) میری پیاری بیٹی مجھ سے اتنی شرم -

پدم راگا - (بڑی نرم آواز سے) میں نے تو کہدیا ہے مجھکو شادی کی خواہش نہیں

بدونتی - (تصویر پدم راگا کو دکھلاکر) بیٹی دیکھو - ایسا لایق بر ملنا پھر مشکل ہوگا تم خود ودوان ہو - ذرا سوچ سمجھکر جواب دو -

پدم راگا - (گود سے پرے ہٹ کر) ماتا جی آج آپکو کیا ہوگیا ہے - جو بار بار اسی بات کا ذکر کرتی ہو - یہ کہا اور تصویر کو اُسکے ہاتھ سے لیکر نیچے رکھدیا - اور اب دبی ہوئی نظر سے اسکو دیکھ رہی ہے -

بدونتی - (پدم راگا کے منہ کو ہاتھ سے اونچا کرکے اور اُسکی طرف مخاطب ہوکر بی بی پدم! کیوں شرماتی ہو - اسمیں کوئی عیب کی بات نہیں -

یہ سنکر پدم راگا نے مسکرا کر منہ پھیر لیا تب بدونتی معلوم کرگئی کہ یہ اُسکو چاہتی ہے - لیکن چونکہ یہ لڑکی بڑی شرم حضور ہے کبھی اپنے منہ سے ظاہر نہیں کریگی - یہ سوچکر پدم راگا کا ماتھا چوما اور اسیس دیکر اس کی والدہ کو آکر مبارکباد دی -

ناظرین! اسوقت سگر بو اپنی دلی آرزو کی کامیابی دیکھکر نہایت خوش ہوا فوراً بیاہ کی تیاری کا حکم دیا - اور گھر گھر منگلا چار ہونے لگا پنڈت کو بلاکر مشورہ کرکے تاریخ شادی کی مقرر کی اور شگون دیکر گجیندر کو رتن پور روانہ کیا - اور چندر گپتی کو موتی محل آراستہ کرنے کا حکم دیا -

باب ۳۲
شادی

صبح کا سہانا وقت ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے - اور نسیم سحری کے خوشگوار جھونکے جادو کا کام کر رہے ہیں - لیکن ایک برات میں شامل ہونے کا شوق ہے جو گدگدا کر بیدار کر رہا ہے اور سونے والے انگڑائیاں لیکر اُٹھ رہے ہیں -

بیشمار ہاتھی اور گھوڑے سج سجا کر راج مندر کے باہر کھڑے ہیں جن پر وِدّیا دھرا[1] اور اُنکے لڑکے آ آ کر سوار ہو رہے ہیں اُسوقت کا نظارہ قابل دید ہے آگے آگے ہاتھیوں کے سنہری ہودوں میں چھوٹے چھوٹے لڑکے بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو چھیڑ چھیڑ کر کیسے خوش ہو رہے ہیں - کہ ایک دم بھر چین نہیں لیتے - اُنکے بعد بڑے بڑے شور بیر اور بہادر گھوڑوں پر سوار ہیں - جنکے گھوڑے بہت چاہتے ہیں - کہ وہ اپنی تیز رفتاری کے جوہر دکھائیں - لیکن یہ اُنکو اجازت نہیں دیتے اور ایک دوسرے سے مذاق اُڑاتے ہوئے جا رہے ہیں - رتھ اور بہلیاں جنکے رنگ برنگی اطلس اور مخمل کے سُرخ اور سبز پردے دور سے چمک کر برات کی رونق کو اور بھی دوبالا کر رہے ہیں - سب براتیوں سے پُر ہیں اُنکے درمیان میں ایک سکھپال ہے - جسکو کہار مستانوں کی طرح جھومتے ہوئے اُٹھائے لے جا رہے ہیں اور اُسکے بیچ میں ہمارے بہادر جرنیل گاؤ تکیہ لگائے سر پر جڑاؤ مکٹ رکھے بیٹھے ہیں - آہا! سکھپال کی خوبصورتی دیکھکر تو ہر ایک لٹو ہوا جاتا ہے اُسکی سورن کی کلس نما چوٹی جس پر کاریگر نے جڑاؤ کام اس خوبی سے کیا ہے کہ جہاں سورج کی کرنیں اس پر پڑیں - ایسی چمکدار رنگ آمیز شعاعیں نکلیں کہ دیکھنے والوں کیلئے مقناطیسی کشش کا کام کر گئیں جسکی نگاہ اُس پر پڑی بے اختیار نزدیک آکر دیکھنے کی کوشش کی گو برات پہلے ہی بیشمار ہے لیکن اس مقناطیسی کشش نے تماشیبنوں کا وہ ہجوم کر دیا کہ چلنا دشوار ہو گیا - غرض بڑے کر و فر سے منزلیں طے کرتی ہوئی برات دوسرے روز شام کے وقت کسکندا میں پہنچی -

[1] : ہندوپ میں جو شخص وِدّیا حاصل کرتا تھا اسکو وِدّیا دھر کا خطاب دیا جاتا تھا

دل میں تو لبس رہی دولہا کی صورت پیاری ہے - نرملا کی باتیں سُنکر پدم راگا نے شرما کر منہ پھیر لیا اور دھیمی آواز سے کہنے لگی دو سکھی تم کو دل لگی سوجھی ہے اور میرے جی کو بن رہی ہے - مجھکو تو وہاں جانا ہوگا - جہاں اپنا نہ بیگانہ ہوگا -

اتنے میں سگریو محل میں آیا - اور پدم راگا کو دیکھکر آنسو بہا کر چھاتی سے لگا کر بولا - سگریو - بیٹی! کیوں رو رو کر پریشان ہوتی ہے - بھلا تیری جدائی میں گوارا کرسکتا ہوں لیکن کیا کروں - مجبور ہوں - دنیا کی رسموں سے پابند زنجیر ہوں - میری تو کچھ حقیقت نہیں بڑے بڑے مہاراجوں کے گھر بھی لڑکیوں کی سمائی نہیں - تم خود دو وان ہو میرے کہنے کی ضرورت نہیں! پرماتما تم کو ہمیشہ خوش رکھیں -

یہ کہا اور پدم راگا کو لاکر سکھپال میں سوار کیا - اور ہاتھ جوڑ کر پون جی اور ہنومان کو اس کی سونپنا کی -

ناظرین! جسوقت پدم راگا کو سکھپال میں بٹھایا گیا اس نے زار زار رونا شروع کر دیا - جس کی گریہ وزاری کو سُن کر سب کے آنسو بے اختیار نکل پڑے - جونہی برات یہاں سے روانہ ہوئی سب کے چہروں پر اداسی کی گھٹا چھا گئی جہاں تک نگاہ نے کام دیا دیکھتے رہے اور آنسو بہا کر دل کے ارمان نکالتے رہے -

آہ! یہ کیا افسوناک نظارہ ہے جبکہ ہم اپنے لخت جگر کو ایک اجنبی کے ساتھ شاستروں کی پابندی سے وداع کرتے ہیں - اور جس کی اس نے پہلے شکل بھی نہیں دیکھی اُس پر اُس کی زندگی کا مدار چھوڑ دیتے ہیں!!!

باب ۳۲

مبارک ہو - ڈولی آگئی

ڈولی کی آمد آمد سنکر چھوٹے بڑے آدمی - مرد اور عورت - بوڑھے اور جوان رتن پور کے گلی کوچوں سے نکل نکل کر مشرقی دروازہ کی طرف جا رہے ہیں مگر امیروں کی عورتیں

پالکی میں سوار ہو کر اور بعض پیدل عمدہ عمدہ زیور بیش قیمتی رنگ برنگی کپڑوں سے آراستہ ہو کر **انجنا دیوی** کے محل کو آرہی ہیں۔

آہا! **انجنا دیوی** کا محل بھی ایک نرالی وضع کا ہے پہلے ایک بڑا چوبی پھاٹک ہے گویا یہ ہی محل کا صدر دروازہ ہے۔ جس سے گزر کر اندر داخل ہوتے ہی چند برآمدے دکھائی دیتے ہیں۔ ہر ایک برآمدے کے متعلق ایک چھوٹا سا مختصر مکان بھی نظر آتا ہے۔

بعضوں میں تو عورتیں بیٹھی نظر آرہی ہیں کوئی روٹی پکانے میں مشغول ہے کوئی آٹا گوندھ رہی ہے۔ شاید یہ ان سپاہیوں کی عورتیں ہیں جن کی ملازمت کا تعلق اس محل سے ہے۔

بیشک یہ ہی درست ہے۔ وہ دیکھو ایک سپاہی جس کی وردی چارپائی پر پڑی ہے اور خود کھانا کھا رہا ہے۔

ان برآمدوں کے درمیان میں سے ایک اور دروازہ نظر آتا ہے جس کے اندر جاتے ہی ایک پھلواڑی دکھائی دیتی ہے جس میں طرح طرح کے خوشبودار پھول سفید سرخ اور بسنتی رنگ کے کھلے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ ایشور جانے اس میں کیا بھید ہے؟ کہ ایک دفعہ پھلواڑی پر نظر پڑی تو پھر پلٹنے کا نام نہیں لیتی۔ اور آنکھ کھلی کی کھلی رہ جاتی ہے۔ جیسے وہ نرگس کا پھول سامنے دکھائی دے رہا ہے۔

اس چھوٹی سی پھلواڑی میں روشیں بہت عمدہ بنی ہیں۔ کہ چہل قدمی کرتے کرتے دماغ معطر اور دل خوش ہو جاتا ہے اس کے سامنے ایک خوشنما عمارت ہے جو **انجنا دیوی** کے محل سے تعلق رکھتی ہے اس کی چھت پتھر کی ہے اور چار برج ایک دوسرے کے مقابل پر ہیں جن پر سورن کی کلسیاں بنی ہیں۔ آہا! جہاں سورج کی کرنیں ان پر پڑیں ہزاروں اور پیدا ہو گئیں دیکھنے والوں کی آنکھوں کو چکاچوند کر دیا۔ کیا طاقت کہ نظر اٹھا کر دیکھ سکیں۔

دروازہ سے داخل ہوتے ہی ایک چھوٹا سا کمرہ ملتا ہے۔ اس کے بعد ایک بڑا

کمرہ اور آگے جاکر ایک بڑا بھاری دالان ہے۔ جس کی آرایش میں بہت نفاست سے کام لیا گیا ہے۔ اور نیچے ایک بیش قیمت سُرخ قالین بچھا ہوا ہے جس پر انجنا دیوی رانی کیتومتی اور بہت سی عورتیں بیٹھی ہیں اور بعضی ابھی آکر بیٹھ رہی ہیں اور گا بجاکر دل خوش کر رہی ہیں۔

اتنے میں ایک داسی نے آکر کہا۔ "مبارک ہو! ڈولی آگئی!

اس بات کے سنتے ہی انجنا دیوی کا کلیجہ مارے خوشی کے سینے میں اُچھل پڑا اسی وقت ایشور کے گنان گاتی ہوئی تمام استریوں کے ساتھ پھلواڑی تک آگئی ہوگی کہ بڑی دھوم دھام سے ہنومان جی دولہن کے ساتھ سکھپال میں بیٹھے ہوئے دروازہ پر پہنچ گئے ان کو دیکھتے ہی انجنا دیوی کا چہرہ باغ باغ ہوگیا وہ دیکھئے مارے خوشی کے جامہ میں پھولی نہیں سماتی اور بار بار ایشور کے حضور میں سر جھکا کر اس کا دھنباد کر رہی ہے۔ بسنت مالا نے سہارا دیکر پدم راگا کو سکھپال سے نیچے اتارا اور انجنا دیوی نے فرط انبساط سے دولہا اور دُلہن کی پیشانی کا بوسہ لیا اور سب استریوں کے ساتھ ایشور کے گنان گاتی ہوئی پدم راگا کو دالان میں لائی اسوقت چاروں طرف سے مبارکباد کی آواز آرہی ہے اور ہر ایک دولہن کی خوش ہو کر تعریف کر رہی ہے ؎

انجنا من میں مگن ہو گاتی منگل چار ✤ دیں دوہائی نگر کی آئی سب مل نار
دھن دھن تجھ کو انجنا دھن یہ ہنو کمار ✤ ایسی سندر پدمنی جس نے بیاہی نار
جانیں مرگ سے ادھک ہیں نینک چندر سماں ✤ دولہا دولہن بس جرے نوش رکھے بھگوان

ناظرین! گو یہ دالان بڑا فراخ اور وسیع ہے لیکن اس وقت تو تل بھر جگہ خالی نظر نہیں آتی تمام عورتوں سے پُر ہے ہمارے بہادر جرنیل بھی نہ جانے کہاں اور کس وقت چلے گئے جو نظر نہیں آتے۔

حصہ دوم

باب ۳۴

انتقام کی تجویز

شفا یا د الشور میں ہے تاثیر کیا دیکھو + یاس بھی آس کی صورت میں بدل جاتی ہے

اساڑھ کا مہینہ اور دوپہر کا وقت ہے - جبکہ آفتاب جہاں تاب اہل دنیا کو غضب کی نظر سے دیکھ رہا ہے - اور اُسکی تیز کرنیں زمین سے پیوست ہو رہی ہیں - انسان تو کیا حیوان بھی اس وقت اس تپی ہوئی زمین پر چلنے سے پہلو تہی کرتے ہیں - ہاں! جو چیزیں آفتاب کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر دنیا کی رکھشا کرنے پر کمربستہ ہیں وہ آبادی میں تو مکانات ہیں اور جنگلوں میں درخت - گو آفتاب نے اُن کو بھی گرم ہوا کے تھپیڑ مار مار کر اس فرض منصبی کے ادا کرنے سے باز رکھنا چاہا - مگر وہ ایک دھرماتما پرش کی طرح جس نے اپنے دل میں پختہ ارادہ کر لیا ہے - کہ جہاں تک ہوگا اوپکار کرنے سے باز نہیں رہیگا - یہ دونوں ثابت قدم ہیں - اور اُن کی مستقل مزاجی کو دیکھکر قدرت نے بھی آفتاب کو وقت کی زنجیروں میں ایسا جکڑا - کہ مجبوراً اُس کو مایوسی اختیار کر کے مغرب کی طرف جانا پڑا - اب دن کا چوتھا پہر ہے - جبکہ سب جاندار پھر اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہو گئے ہیں - اور وہی پرندے اور درندے جو تھوڑی دیر پہلے اپنے اپنے آشیانوں اور ٹھکانوں

میں دبکے پڑے تھے۔ اب اِدھر اُدھر پھرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے وقت میں ہمارا خیال جہاں پہنچتا ہے۔ وہ **روکھاموں پربت** کی وہ ہموار سطح ہے۔ جو شہر **کسکندا** سے تھوڑے فاصلہ پر مشرق کی طرف واقع ہے۔ اور جہاں ایک سادہ وضع کا مکان ہی بنا ہوا ہے۔ جسکو آجکل کے زمانہ کے مطابق ایک عام جھونپڑی سے تشبیہ دے دیں تو بجا ہے۔ اس کے گرداگرد خوبصورت سبز درخت لہلہاتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔ جن پر مختلف قسم کی بیلیں چڑھی ہوئی اُنکی زینت کو دوبالا کر رہی ہیں۔ اُن بیلوں کے رنگ برنگی بسنتی۔ اودے۔ زرد اور سفید پھول کیا ہی خوشنما ہیں۔ اگرچہ یہ دن کی دھوپ کی دست درازیوں سے کچھ مرجھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر اس پر بھی وہ راہروؤں کے لئے اسوقت **مقناطیسی** کشش پیدا کر رہے ہیں۔ اس مکان کے دروازہ کے عین مقابل ایک چبوترہ ہے جو سطح زمین سے قریباً ایک ہاتھ اونچا ہے۔ اس پر چند آدمی پریشان صورت بنائے سر جھکائے بیٹھے باتیں کرتے سنائی دیتے ہیں۔ ان میں جو شخص مقابلتاً زیادہ غمگین اور حواس باختہ نظر آتا ہے۔ وہ شاہی خاندان کا ایک قوی ہیکل جوان ہے۔ اور جس سے یہ ہمکلام ہے۔ وہ بھی طاقت اور جسامت میں اسی کا ہم پلہ ہے۔ مگر ابھی نوخیز ہے۔

آہا! اس اول الذکر قوی ہیکل جوان کا بار بار ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھنا اور ماتھے کو ہاتھ لگا کر آہ سرد بھرنا مخاطب کے دل کو ہلا رہا ہے بلکہ بےحس و حرکت بنا رہا ہے! ان حرکات کو دیکھکر ہم سے بھی نہ رہا گیا۔ اور ان کی گفتگو سننے کے مشتاق ہو کر اور اپنا وعدہ وفا کرنے کیلئے (جو حصہ اول میں ہم نے اپنے ناظرین سے کیا تھا) آگے بڑھنے کی جرأت کی۔ آہا! یہ تو ہمارا ہیرو **ہنومان** ہے۔ اور وہ قوی ہیکل جوان اس کا مشر **سگریو** ہے! جو اپنے بھائی **بالی** کے جور و ستم سے تنگ آکر گھر بار چھوڑ بلکہ زندگی کی مقدس رفیقہ بیوی سے ہاتھ دھو یہاں چھپکر آ بیٹھا ہے۔ اور اس وقت **ہنومان** سے کہہ رہا ہے۔ کیا کروں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ مجھے اب کیا کرنا ہے۔ تم کو یہاں آنے کی تکلیف اس لئے دی تھی۔ کہ تم ہی اس مصیبت میں میرا ہاتھ بٹاؤ گے لیکن ہائے افسوس! میرا خیال غلط نکلا۔ تم اس کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے!

ہنومان ۔(کچھ سوچنے کے بعد) اگر یہی معاملہ ہے ۔تو میں راجہ **راون** سے امداد کی درخواست کیوں نہ کروں ۔یقیناً وہ مجھے مایوس نہیں کریگا۔

سگریو۔کیا کہا ؟ **راون** وہ تو **بالی** کے نام سے کوسوں بھاگتا ہے ۔مقابلہ کا تو نام ہی نہ لیجئے ۔اور فرض کرو تم لوگوں کی امداد سے وہ کسی طرح **بالی** پر غالب بھی آجائے اور اُس کو زیر بھی کرلے تو مجھے بجز مایوسی کے اور کیا حاصل ہوگا ؟ کیا تم کو خبر نہیں ہے ۔کہ وہ کیسا مغلوب الشہوت انسان ہے ۔تمام ملک میں تو اس کی دھاک پڑی ہوئی ہے ۔ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہے ۔کہ وہ کئی ایک عورتوں[1] کو زبردستی پکڑ لایا تھا ۔کوئی ایسا بشر نہیں جو اُسکی ظالمانہ کارروائیوں کو سُنکر دل ہی دل میں داد کی فریاد نہ کرتا ہو ۔مگر وہ بیچارے خود کر ہی کیا سکتے ہیں ؟ اور سننے والا بھی کون ہے ؟ دور کیوں جاتے ہو انہی ایام کا ذکر ہے ۔میں اسی جگہ بیٹھا ہوا اپنی مصیبت کو یاد کرکے ایشور سے پرارتھنا کر رہا تھا ۔کہ ناگاہ ایک استری کے رونے چلانے کی آواز آکاش سے میرے کانوں میں پڑی ۔جونہی سر اُٹھا کر دیکھا ۔تو اُسی نابکار کو پایا ۔کہ ایک نہایت حسین عورت کو بوان میں بٹھائے ہوئے لئے جا رہا ہے ۔معلوم نہیں اُس عورت نے کیا سوچکر وہ کپڑا (انگلی سے اشارہ کرکے) جس میں کچھ زیور بھی بندھا ہے نیچے پھینک دیا ۔کیا اس حالت میں تم اُمید کرسکتے ہو کہ وہ میری عورت کو جو اپنے حسن میں لاثانی ہے ۔چھوڑ دیگا ؟ نہیں ! کبھی نہیں ! بلکہ وہ اس کو دیکھکر میرے ہی خون کا پیاسا ہوجائیگا۔

سگریو ابھی اپنی تقریر کو ختم نہ کرنے پایا تھا ۔کہ سامنے کچھ فاصلہ پر دو شخص دھنش دھاری اُس کی طرف آتے ہوئے دکھائی دئے ۔جن کو دیکھتے ہی وہ دنگ سا رہ گیا ۔اور حواس باختہ ہوکر **ہنومان** جی سے بولا !

"دیکھو نہ ! وہ سامنے کون آرہے ہیں ؟ مہربانی کرکے جلد جاکر معلوم کرو ۔کہ کہیں **بالی** کے جاسوس تو نہیں ہیں۔"

---

[1] دیکھو بالمیکی رامائن اُترکانڈ سرگ ۲۴ صفحہ ۲۷ + ۲۸ نیز کمان

باب ۳۵

امدادِ غیبی

نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی ٭ کہ دیکھو خوشنما لگتا ہے جیسے چاند بن گہنے

دیکھو! وہ کیسا خوش رو خوبصورت جوان ہے۔ وہ اوصاف جو ایک بہادر سالار میں ہونے چاہئیں سب اس میں معلوم ہوتے ہیں۔ اگرچہ لچھمن جی فقیرانہ لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ یعنی مرگ چھالا اور سر پر جٹا جوٹ۔ لیکن کمان کو دیکھئے کس خوبی سے کاندھے پر رکھی ہے۔ قیاس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت کسی کی جستجو میں اس کی آنکھیں حرکت کر رہی ہیں۔ اوہو! ان کے ہمراہی مہاراجہ رامچندر جی کی طرف تو خیال کیجئے! گو ان کا رنگ لچھمن جی سے سانولا ہے نہیں! نہیں! شیام۔ لیکن غضب کا دل فریب ان کا چہرہ دیکھنے سے تو طبیعت سیر ہی نہیں ہوتی۔ آنکھوں کی سیاہ پتلی اُلٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ سچ ہے گودڑی میں بھی لال چھپے نہیں رہتے! دیکھنے کو تو سر پر جٹا جوٹ اور کاندھے پر مرگ چھالا ہے۔ لیکن ان کی چوڑی اور خندہ پیشانی۔ مرگ کی سی متناسب آنکھیں دیکھنے والے کے دل کی تمام کلفتیں دور کر دیتی ہیں۔ ان کا نورانی چہرہ ایسا دمک رہا ہے جیسے کندن۔ باوجود خویش و اقربا کی جدائی۔ والد کا غم۔ پیاری استری کا اس بیابان جنگل میں یک لخت گم ہو جانا کچھ تھوڑی سی بات نہیں ہے۔ لیکن اس پر بھی اس دھرم بیر کے چہرے پر کسی قسم کی پژمردگی کے آثار نہیں پائے جاتے۔

ناظرین! آپ حیران ہونگے۔ کہ رامائن کے مصنفوں نے تو رام چندر جی کی حالت نہایت مضطرب و پریشان ظاہر کی ہے پھر یہ کیا لکھ رہے ہیں! نہیں! نہیں! یہ آپ کی غلطی ہے۔ اور اس مہاتما کی شان پر ایک بدنما داغ ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ مہاراجہ رامچندر جی میں ایک شکتی کام کر رہی تھی۔ جس نے ان کو کسی حالت میں مایوس ہونے

اُن کے چہرے کے جلال میں فرق آنے نہ دیا۔ وہ شکتی وید مقدس کا گیان تھی۔ اگرچہ اُن کو ہزاروں طرح کی مصیبتوں کا مقابلہ رہا۔ لیکن اُنہوں نے ایک دم بھر کے لئے بھی تو دھرم کے نیموں کو نہیں چھوڑا۔ اور اپنا کرم کانڈ برابر کرتے رہے۔ (جس کی تصدیق رامائن سے بھی ہوتی ہے) تو پھر ہم کیونکر اُمید کر سکتے ہیں کہ وہ شخص سنسار میں یہاں تک فضیلت حاصل کرے کہ ایشور کا اوتار مانا جائے۔ وہی کام کے بس میں ہو کر باولوں کی طرح شرمناک باتیں کہتا روتا اور چلاتا پھرے۔ یہاں مولفوں کی غلطی ہے جنہوں نے کتاب کو دلچسپ بنانے کے لئے ایسے فروعات بھر دئے۔ مہاراجہ رامچندر بالکل نہیں گھبرائے بلکہ بڑے استقلال سے سیتاجی کی تلاش کرتے جا رہے تھے۔ چونکہ ہمارا مضمون یہاں تک محدود نہیں ہے۔ اس لئے اسی پر اکتفا کر کے اصل مطلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

سنئے! لچھمن کیا کہہ رہا ہے؟

لچھمن۔ "(سرد آہ بھر کر) اے جنک دولاری تو نے دنیا کی تمام نعمتوں پر لات مار کر اس بن باس میں ہمارا ساتھ دیا تھا۔ آج معلوم نہیں تو کس حالت میں اور کہاں ہے؟ ہائے وہ کیسی منحوس گھڑی تھی۔ جس وقت تو نے مجھے رامچندر جی کی امداد کو جانے کے واسطے مجبور کیا تھا۔ آہ! میں نے ہی تو کچھ خیال نہ کیا۔ تیری باتوں کو مان کر اس فریب کی آواز پر چلا گیا۔ آف! میں خود ہی کوتہ اندیش بدنصیب ہوں جس نے بزرگوار بھائی کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور تجھے مصیبت میں ڈالا اور خود اس کی آنکھوں سے گر گیا۔" یہ کہا اور رنجیدہ سا ہوگا۔

رامچندر۔ لچھمن! اب رنج و غم کرنے سے تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ دیکھو یہ وقت غمگین ہونے کا نہیں ہے۔ بلکہ صبر اور استقلال کا ہے۔ جو کام دل کو مضبوط رکھنے سے بر آسکتے ہیں۔ وہ رونے چلانے سے کبھی سرانجام نہیں ہو سکتے۔ یاد رکھو! جو انسان مصیبت کا مقابلہ جوانمردی سے کرتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ بیشک تقدیر زبردست ہے۔ مگر تدبیر بھی تو کچھ چیز ہے۔ لیکن اس کے سوچنے کے واسطے انسان کو مادہ چاہئے۔ اور وہ تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب دماغ بے فکر ہو۔ تمہاری یہ طفلانہ حرکات میرے

استقلال اور کوششوں میں سدراہ ہونگی - اس میں شک نہیں کہ وہ پران پیاری ہم سے جدا ہو - اس موذی کے چنگل میں پھنس گئی ہے - مگر یہ کیا ضروری ہے - کہ ہم بھی مایوس انگیز خیالات کو اپنے دل میں جگہ دیکر ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دیں - نہیں نہیں! ایسا نہ کرو - صبر اور حوصلہ سے کام لو - اور اُس کی رہائی کی کوشش کرو"۔

لچھمن (مایوسانہ لہجہ میں) جو کچھ آپ نے فرمایا وہ سب بجا ہے - لیکن میں کیا کروں؟ میرے حواس منتشر ہو رہے ہیں) اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا -

اتنے میں دائیں طرف سے ایک شخص (ہنومان) نمودار ہوا سر تسلیم خم کرکے مودبانہ صورت بنائے ہاتھ جوڑ کھڑا ہو گیا - رامچندر جی نے پہلے تو سر سے پاؤں تک اُس کو اپنی نظر میں وزن کیا - بعد میں کہنے لگے -

رامچندر - "بھائی تم کون ہو - اور ہم سے کیا چاہتے ہو"؟

ہنومان - (ہاتھ جوڑکر) "مہاراج! میں بھی یہاں ایک اجنبی نووارد ہوں - آپ کے نورانی چہرے کو دیکھکر گمان ہوتا ہے - کہ آپ ضرور کسی شاہی خاندان سے ہیں - لیکن بے سروسامانی کا سامان دیکھکر عقل چکر میں ہے - کہ یہ کیا معاملہ ہے - مہربانی فرماکر اپنے حال سے آگاہ کرکے میرے شکوک رفع کیجئے"۔

رامچندر - "ہم دونوں راجہ **دسرت** والئے اجودھیا کے فرزند ہیں - (اشارہ کرکے) اس کا نام لچھمن اور میرا رامچندر ہے - والد کے حکم سے چودہ سال کا بن باس اختیار کیا (لچھمن کی طرف اشارہ کرکے) اس عزیز بھائی نے بھی ساتھ دیا - اور باوفا عورت بھی جدائی گوارا نہ کرکے ہمراہ ہوئی - تیرہ سال تو امن و امان سے جنگل میں بسر ہوئے - لیکن اب چودھویں سال اس علاقہ میں یہ مصیبت پیش آئی - کہ وہ پاکدامن عورت گم ہو گئی - بہت کوشش و جستجو کے بعد جٹاؤ نامی ایک شخص کی زبانی معلوم ہوا ہے - کہ **راون** والئی لنکا اُس کو بوان میں بٹھا کرلے گیا ہے -

ہنومان نے یہ باتیں سنتے ہی رامچندر جی کے پاؤں پر سر رکھا - مگر انہوں نے جلدی اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا اور بولے -

"تم پہلے یہ بتاؤ کہ تم ہو کون"؟

ہنومان - مہاراج یہ **پمپا جھیل** اور اس کے تمام گرد و نواح کے پہاڑ راجہ **بالی والی** کسکندا کی ملکیت ہیں - اور اس کا چھوٹا بھائی سگریو میرا سسر ہے جس کے ساتھ بالی کو اس قدر عداوت ہے - کہ اُس کا گھر بار چھین کر اُسے باہر نکال دیا ہے - اور وہ بیچارہ جان بچا کر (اشارہ کر کے) اُس مکان میں چھپا بیٹھا ہے - کیونکہ اُس کے مقابلہ کی تاب نہیں رکھتا - آپ نے جو راون کی نسبت سُنا ہے وہ بالکل درست ہے - سگریو نے بھی اُس کو بچشم خود دیکھا ہے - بلکہ اس کے پاس ایک دوپٹہ اور کچھ زیور اس پتی برتا عورت نہیں کہیں میری ماتا کا موجود ہے - جس کو اُس نے چلتے ہوئے ہوا سے نہ جانے کیا سوچ کر خود گرا دیا تھا - اگر آپ سگریو کی اس مصیبت میں مدد کرینگے - تو اُمید قوی بلکہ یقین واثق ہے - کہ وہ بھی عنان حکومت ہاتھ میں لے کر آپ کی امداد دل و جان سے کریگا -

ہنومان جی کی تقریر سُن کر مہاراجہ رامچندر جی بہت خوش ہوئے - اور لچھمن[1] سے مخاطب ہو کر اُن کی تعریف کرنے کے بعد بولے -

"خیر اس بات کی تو کچھ پرواہ نہیں کہ وہ ہماری امداد کرے یا نہ کرے - اگر درحقیقت وہ مظلوم ہے - اور بالی اس جرم کا مرتکب ہے - جو تم اس کے نام سے منسوب کرتے ہو - تو ہم چھتری ہیں - اور ہمارا فرض ہے - کہ مظلوموں اور کمزوروں کی امداد کریں - یہ کہکر آگے بڑھے

جب سگریو نے ہنومان جی کو خراماں خراماں آتے دیکھا - تو جلدی سے اُٹھکر استقبال کو آگے بڑھا - اور ہنومان جی سے انکا حال سُنکر بہت خوش ہوا - مہاراجہ رامچندر جی

[1] اس موقع پر جو رامچندر جی نے ہنومان کی تعریف کی ہے وہ قابل غور ہے - وہ کہتے ہیں - "اے لچھمن! جو تعریف شاستر کاروں نے پنڈت اور بدھیمان کی کی ہے وہ سب میں ہنومان میں پاتا ہوں - اس کی طرز تقریر سے معلوم ہوتا ہے - کہ رگ یجر اور شام وید کا جاننے والا ہے - اور ویاکرن بھی عمدہ جانتا ہے - (دیکھو بالمیکی راماین کسکندا کانڈ صفحہ ۵ سرگ ۳)

سے بغلگیر ہو کر لچھمن سے ملا۔ اور باتیں کرتا ہوا ان کو اسی چبوترہ پر لا کر دوپٹہ اور زیور دکھا کر ہمدردی کا اظہار کیا۔ اور بعد میں اپنی سرگذشت رام چندر جی کے گوش گذار کی۔

جب نئی محبت کی باتیں ختم ہوئیں۔ تو ہنومان جی نے اس زمانہ کے رواج کے مطابق آگ روشن کی۔ جس کے گرد مہاراجہ رامچندر اور سگریو نے پھر کر دوستی کا عہد کیا۔ دوسرے روز مہاراجہ رامچندر جی نے بالی کی طرف سے مطمئن کر کے سگریو کو اس کے مقابلہ پر آمادہ کیا اور خود امداد کے واسطے تیار ہو گئے۔

باب ۳۶

بدی کا انجام

جو کوئی کسی کو یار کلپاوے گا یہ یاد رہے وہ بھی نہ کل پاویگا
اس دیر مکافات میں سن رکھ ظالم جو کوئی کرے گا آج تو کل پاویگا

صبح کا سہانا وقت ہے۔ اور تارے آسمان پر جھلملاتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ نسیم سحری کے خوش آیند جھونکے سونے والوں پر جادو کا اثر ڈال رہے ہیں۔ بیدار ہونا تو درکنار وہ کروٹ لینا ہی نہیں چاہتے۔ لیکن اُن مہاتما پرشوں کی آتماجن کو پرماتما کی دید کا شوق ہے۔ ان کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتا ہوا گدگدیاں کر کے کہہ رہا ہے۔ کہ یہ وقت درلبھ ہے۔ پھر ہاتھ نہیں آویگا۔ اس کو رائگاں نہ جانے دو۔ اس اشارہ کو پاتے ہی مہاتماجن اوٹھکر ضروریات سے فارغ ہو کر اشنان کرنت کرم (یعنی سندھیا اوپاسنا ہیں) مشغول ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ راجہ بالی والئی کسکندا بھی صبح کو حسب معمول اُٹھا۔ اور ضروریات سے فرصت پا کر سندھیا کرنے بیٹھ گیا جب نت کرم سے فرصت پائی۔ تو ضروری کام کے لئے رانی تارا وتی کے کمرے میں گیا۔ ابھی اس سے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا۔ کہ ایک داسی نے آکر کہا۔

"مہاراج! نہ جانوں آج **سگریو** کے دل میں کیا خیال آیا ہے۔ کہ ایسی بیہودہ باتیں آپ کی شان میں دروازہ پر کھڑا کہہ رہا ہے۔ جن کی تشریح کرنے سے مجھے شرم آتی ہے۔ شاید وہ اپنی زیست سے بیزار ہو گیا ہے"۔

اسی داسی کا کلام جسکو اجل کا پیام کہیں تو بجا ہے سنتے ہی بالی کا چہرہ مارے غصہ کے سُرخ ہو گیا۔ سر سے پاؤں تک کانپنے لگا۔ خون رگ رگ میں جوش زن ہوا اور یہ فوراً اپنے حربے لئے گھر سے باہر نکلا۔ گو رانی تارا وتی دروازہ تک اس کے پیچھے پیچھے کہتی چلی گئی۔ کہ "معلوم ہوتا ہے **سگریو** کسی زبردست امداد پر نازاں ہے۔ ورنہ اُسے یہ حوصلہ نہ پڑتا تمہارا اس وقت جانا قرین مصلحت نہیں"۔ لیکن وہ کسی بات کی پروا نہ کرتا ہوا سگریو کی طرف لپکا۔ جو اسے دیکھتے ہی وہاں سے بھاگا اور پھر دونوں نظر سے غائب ہو گئے۔

رانی تارا وتی پژمردہ خاطر ہو کر اپنی خواصوں کے ہمراہ کمرے میں آکر بیٹھ گئی ہے اگرچہ اُس کی ہمنشین سہیلیاں اِدھر اُدھر کی باتوں سے اس کا دل بہلاتی ہیں۔ اور کئی طرح کی باتوں سے اُس کو تسکین دینا چاہتی ہیں۔ مگر اس کا دل ہے جو کسی کی نہیں سُنتا۔ اور اُس داسی کی بات کو یاد کر کے غم کے بحر میں غوطہ لگا رہا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ شور و فغاں کی آواز گونجتی ہوئی رانی کے کان میں پہنچی جلدی سے اُٹھکر پوچھنا چاہتی ہی تھی۔ کہ کسی نے کہا! ہائے!!! ایسا زبردست راجہ بالی ایک پل میں مارا گیا"۔ آہ! اس آواز کے سنتے ہی رنج و غم نے رانی کے دل پر قبضہ کر لیا۔ کلیجہ پکڑ کر نیچے بیٹھ گئی۔ خون جہاں حرکت کر رہا تھا وہیں جم گیا۔ جب اس کے خیال منتشر ہو کر خاوند کی تلاش میں چلے گئے تو وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ مگر شوق دیدار نے ان سب امور پر غالب آکر اپنا ہی شعبدہ دکھایا۔ اب رانی جلدی سے اُٹھکر روتی ہوئی چند خواصوں کے ہمراہ جن کی آنکھوں سے ابر نوبہار کی طرح آنسو جاری ہیں اُس طرف کو جا رہی ہیں جہاں بہت سی مخلوق جمع ہے۔

ایں! کیا **بالی** مارا گیا؟ نہیں! نہیں!! ابھی تو وہ زندہ ہے مگر رامچندر کے ایک ہی بان نے اُسکو بستر خاک پر لٹا کر بیہوش کر دیا ہے۔ اور اب بیچارہ کوئی دم کا مہمان ہے۔

جس وقت **تارا** **بالی** کے بالین پر پہنچی - تو اس کو بیکسی کی حالت میں دیکھکر اور اپنی آیندہ اُمیدوں سے مایوس ہوکر وہ بیخودی کی حالت میں ہوگئی اب مایوسی مجسم بالی نے حسرت بھری نگاہوں سے تارا اور انگد کی طرف دیکھا - اور سکوت میں ہوگیا - تھوڑی دیر کے بعد جو ہوش آیا تو **سگریو** سے جو سامنے کھڑا تھا کہنے لگا -

بالی " اے **سگریو**! اگرچہ تو ہی میری موت کا باعث ہے - اور میرا جگر تیری اس بدسلوکی سے پاش پاش ہو رہا ہے - لیکن یہ میری آخری نصیحت ہے جس کی تم سے پوری ہونے کی آرزو رکھتا ہوں - اور وہ یہ ہے کہ میرے بعد **انگد** اور **تارا** کے نگہبان رہنا - اور اُن کو کسی طرح سے ہراساں نہ ہونے دینا - مجھے یقین ہے کہ انگد بھی تیری فرمانبرداری سے گریز نہ کریگا " یہ کہہ ہی رہا تھا - کہ صرصر اجل نے بالی کی زیست کا چراغ ٹھنڈا کر دیا - اور وہ ہمیشہ کے لئے بے فکر ہوکر سو گیا -

جس وقت تارا کو سکوت سے کچھ افاقہ ہوا - تو خاوند کی محبت کے جوش میں کچھ تمیز نہ کرسکی - اور اُس کی لاش کے ساتھ چمٹ گئی اور بڑے زور سے چلا کر کہا " اے پتی تیری یہ گت کیسے ہوئی " مگر جب اُسے کچھ جواب نہ ملا اور اُسے یقین ہوگیا کہ اُس کے شوہر کی زیست کا جام لبریز ہو چکا ہے - تو **تارا** **ونتی** سر پیٹ پیٹ کر دوہائی دینے لگی شوہر کی محبت نے سینہ کے اندر خراش پیدا کر کے مایوس دل کو چٹکیاں لینی شروع کر دیں جنوں ہاتھ پاؤں پھیلانے لگا - شرم و حیا بھی کنارہ کش ہوگئی - دوپٹہ سر سے پھسل کر کاندھے پر آپڑا - تو سر کے بالوں نے اس وقت نقاب کا کام دیا اور یہ بیہوش ہوکر لاش سے پھر چمٹ گئی -

تارا کو اس حالت میں اور **بالی** کو بستر مرگ پر لیٹا دیکھکر سگریو کے خیالات کی رو بدل گئی - اور ساتھ ہی برادرانہ محبت کا جوش موجزن ہوا تو یکبارگی دل دھڑک اُٹھا - اور کلیجہ تھرتھرا اُٹھا - مایوسی نے بیرحمی سے چٹکیاں لینی شروع کیں - تب جا کر اسے معلوم ہوا کہ اصل ماجرا کیا ہے - اور کیا سے کیا ہوگیا - چونکہ سگریو خود ہی اس فساد کا بانی تھا - اس لئے ان سب خیالات کو اندر ہی اندر ضبط کر کے رہ گیا - بجائے اس کے کہ آنکھوں سے ٹپکے ہوئے آنسو اُس کے دل کے بخارات کو ٹھنڈا کرتے - وہ اُلٹے اندر کو

کو رجوع ہوئے۔ اور آتش غم پر پڑے تو ریل کے سٹیم کی طرح کلیجہ سے بخارات نکل کر دماغ کو چڑھے۔ جنہوں نے اس کے سر کو ایسا چکرا دیا۔ کہ بیہوش ہو کر دھم سے زمین پر گر پڑا اور بے اختیار ہو کر چلا اٹھا۔ "ہائے! **بالی** مجھسے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا" کچھ دیر تو اسی طرح شور و فغاں کرتا رہا۔ جب **انگد** پر نظر پڑی تو اس کو گلے سے لگا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگ پڑا۔ ان کو حد سے زیادہ بیقرار اور مغموم دیکھکر رامچندر جی آگے بڑھے۔ اور سب کے غم کو اپنے جادو بھرے منوہر اپدیشوں سے دور کر کے بالی کے مرتک سنسکار پر آمادہ کیا۔

جہاں میں بجز ذات پروردگار   نہیں ہے کسی کو بقا زینہار
گدا ہووے یا بادشاہ و وزیر   کسی کو نہیں ہے قضا سے گزیر
زمانہ کا ہرگز نہیں اعتبار   کسی کا نہیں چرخ گردندہ یار
کرے ناماروں کو دم میں فناہ   کرے سربلندوں کو یوں پست آہ

جب ان سے فرصت پائی تو **سگریو** کو **لچھمن جی** نے تخت سلطنت پر بٹھا کر انگد کو اس کا ولیعہد مقرر کیا۔ اُمراء و وزراء نے رواج کے مطابق نذریں پیش کیں جابجا خوشی کے شادیانے بجنے لگے۔ اور لچھمن جی کی اس کارگزاری کو دیکھکر اعلےٰ سے ادنیٰ تحسین و آفرین کا کلمہ پڑھنے لگا۔

دوسرے روز سگریو ارکان دولت کو ساتھ لے کر رام چندر جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔

"آپ کی اس عنایت کا میں تہ دل سے احسانمند ہوں۔ لیکن معذور ہوں کہ اس سے سبکدوش ہونا میری طاقت سے باہر ہے" یہ کہکر رامچندر جی کے قدموں پر گر پڑا۔ مگر اُنہوں نے فوراً اٹھا کر چھاتی سے لگا لیا اور کہا۔

"سگریو! تم کس خیال میں ہو۔ یہ کوئی احسان کی بات نہیں۔ ایک دوسرے کا شریک درد ہونا انسانی فرض ہے۔ مظلوم کو ظالم کے پنجے سے رہائی دینا چھتری کا دھرم ہے۔ تو بتلا! کہ احسان کس بات کا؟

سگریو (کچھ دیر خموش رہنے کے بعد) "اچھا جو کچھ آپ نے فرمایا وہ بجا اور درست ہے۔ لیکن میں ہرگز گوارا نہیں کر سکتا کہ **سیتا جی** رنج و غم اٹھائیں اور ہم اُن کی

رہائی کا تردد نہ کریں۔ اگر اجازت ہو تو اس ناعاقبت اندیش راون پر فوج کشی کی جاوے۔ کیونکہ اس سے آشتی سے کام نکالنا محال ہے"۔

رامچندرجی (ذرا مسکرا کر) ایسی جلدی! موسم برسات میں شاستر کاروں اور حکمائے زمانہ نے سفر کی سخت ممانعت کی ہے۔ اس لئے ہم کو فی الحال خموشی اختیار کرنی چاہئے۔ ہاں! اس عرصہ میں تم سپاہ اور رسد وغیرہ کا انتظام کر لو"۔

سگریو۔ "بہت اچھا! یہ کہکر وہاں سے اٹھکر شہر میں آیا۔ ہنومان۔ انگد نل اور نیل کو بلا کر سامان جنگ و جدل کے مہیا کرنے پر تعینات کیا۔ اور خود بھی اسی کام میں مصروف ہو گیا"۔

باب ۳۷

ہنومان جی کی تقریر اور راون کی بیخ کنی کی تدبیر

دن کے تیسرے پہر کا وقت ہے۔ جبکہ مہاشیلد پربت کے اس ہموار سطح پر جو دریائے کرشنا کے جنوب میں اور تنگ بھدرا کے شمال میں واقع ہے ایک عجیب نظارہ دکھائی دے رہا ہے۔ اس پہاڑ پر کھڑے ہونے سے چاروں طرف جنگل ہی جنگل نظر آتا ہے۔ مگر ذرا غور سے دیکھیں تو بیشمار چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی دکھائی دینگی۔ جن کو ان جنگلی درختوں نے اپنی آڑ میں چھپا رکھا ہے۔ اگرچہ صاف معلوم نہیں ہوتا مگر گمان غالب ہے کہ جنوب کی آبادی سے ضرور اس جگہ پر کوئی راستہ آتا ہے۔ کیونکہ دو تنگ درخت ایک دوسرے سے پہلو تہی کرتے ہوئے چلے گئے ہیں یا صاف لفظوں میں یوں کہو کہ ایک گلی سی نظر آتی ہے۔ بیشک ہمارا خیال درست ہے۔ وہ دیکھئے! بہت سے لوگ باتیں کرتے ہوئے اسی طرف سے آ رہے ہیں اور اب اس جگہ پہنچ کر فرش فروش بچھا رہے ہیں۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ وہاں خلقت کا اس قدر ہجوم ہو گیا۔ کہ فرش بھی عدم گنجایش کا عذر کر کے

قدرتی فرش کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اور لوگ ابھی جوق جوق آرہے ہیں۔ جس قدر خلقت یہاں موجود ہے۔ چہرے بشاش ہیں اور ہر ایک کے منہ سے یہی کلمہ جاری ہے کہ "دیکھئے یہ نوجوان کون سی ایسی بات سناتا ہے۔ جس کے لئے ہر ایک اعلیٰ سے ادنیٰ تک کو مدعو کیا گیا ہے"۔

اتنے میں چند اشخاص گھوڑوں کو ایڑی لگاتے ہوئے آئے۔ جونہی اُنہوں نے زمین پر پاؤں رکھا سائیسوں نے جو پہلے ہی سے منتظر کھڑے تھے گھوڑوں کی باگ ڈوریں پکڑ کر اِدھر اُدھر ٹہلانا شروع کر دیا۔ اور یہ لوگ بڑے کرّوفر سے آگے بڑھکر اس جگہ پر جو پہلے ہی سے بڑے تکلف کے ساتھ آراستہ کی گئی تھی بڑی آن بان سے بیٹھ گئے۔ اِن کا جاہ وجلال اور زرق برق پوشاکیں دیکھکر گمان ہوتا ہے کہ یہی لوگ اس عظیم الشان جلسہ کے رکن ہیں۔ اگرچہ ان کے رُعب نے حاضرین جلسہ کے مُنہ پر ایسی مہر خموشی لگائی ہے کہ کچھ وقت کے لئے ان کو گونگا کہیں تو موزوں ہے۔ لیکن اُن لوگوں کی نگاہیں اُس نوجوان پر جو ان اراکین مجلس کے درمیان بیٹھا ہے اور جس کے اعضاء میں صانع قدرت نے ایک بہادر تنومند جوان کے تمام جوہر کوٹ کوٹ کر بھرے ہیں بڑی بیصبری سے پڑ رہی ہیں۔ اور یہی سبب ہے۔ کہ ان لوگوں کی حد سے بڑھی ہوئی بیقراری ان کو چین لینے نہیں دیتی۔ اور ایک دوسرے سے کانا پھوسی کرکے کہ رہے ہیں۔ (اُنگلی کا اشارہ کرکے) اس جوان نے لوگوں کے دلوں پر نہ جانے کیا جادو کر دیا ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص خیال میں نہیں آتا جو یہاں نہ آیا ہو"۔

دوسرا۔ "بھئی! کیونکر نہ آئے۔ آج چار پانچ روز سے بڑے بڑے ودیا دھروں اور امیروں کے یہاں مجلسیں ہوتی رہیں۔ مشوروں کے بازار گرم رہے۔ ایشور جانے اصل مدعا ان سب باتوں کا کیا ہے؟ ہم کو تو بجز اس کے کہ یہ نوجوان **پون** کا لڑکا اور سگریو کا داماد ہے کچھ معلوم نہیں"۔

اتنے میں وہی نوجوان جس کا نام **ہنومان** ہے حاضرین مجلس میں ایک کی درخواست پر کھڑا ہوا۔ سب کی ٹکٹکی اسی طرف لگ گئی۔ اور اس نے اپنی تقریر کو یوں شروع کیا:۔

"اے کوہ ماتھیلا۔ رکھاموں اور میروکے راجہ لوگو! اشور بیرو۔ اور سردارو! پیشتر

اس کے کہ میں آپ لوگوں کی سیوا میں کچھ عرض کروں اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ مہربانی کرکے اپنے دل میں اس خیال کو ہرگز نہ جگہ دیں۔ کہ میں نے کسی ذاتی فایدہ کو مدنظر رکھکر آپ لوگوں کو اس دور دراز سفر کی تکلیف دی ہے۔ یا اس میں میری کوئی خودغرضی ہے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ اپنے ملک کی بدتر حالت کو دیکھکر اور آیندہ آنے والی خرابیوں کے خوف سے میرا خون جوش زن ہوا۔ اور بجز اس کے کہ آپ کو تکلیف دوں اور کچھ بن نہ پڑا پیارے بھائیو! سب سے پہلے جن خیالات نے میرے دماغ میں قیام پذیر ہوکر خراش پیدا کی۔ وہ پُرانی تاریخ کے مطالعہ کا لب لباب ہیں۔ جن کے یاد آنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ آنکھیں شرم سے نیچے جھک جاتی ہیں ہائے! وہ زمانہ اس ملک کے لئے کیسا منحوس تھا۔ جبکہ جہالت کی کالی گھٹائیں اپنے چاروں دامن سے اس کو گھیرے ہوئے تھیں اور گھر گھر وحشت برس رہی تھی۔ غیر ممالک کے باشندے حقارت اور نفرت کی نگاہیں ہم پر ڈال ڈال کر ذلیل و خوار کر رہے تھے۔ ہمکلام ہونا تو درکنار ہم لوگوں کی شکل دیکھنے سے بیزار تھے۔ مترو! اگر اس تاریخ کے ایک ایک حرف کو نوکِ خدنگ کہیں تو بجا ہے۔ کیونکہ اس کا ایک ایک لفظ پڑھنے والے کے سینہ میں چھید کرتا چلا جاتا ہے۔ بے غیرتی سر پر بوجھ ڈال کر گردن جھکا دیتی ہے۔ میرے عزیز ہموطنو اس میں مبالغہ نہیں۔ (اشارہ کرکے) یہ تواریخ پڑی ہے دیکھ لیجئے۔ ہاں البتہ اگر کچھ تسکین ہوتی ہے۔ اور حوصلہ بڑھتا ہے تو ان بزرگوں کے کارنامے دیکھنے سے جو کہ اس تاریخ کے اخیر میں درج ہیں۔ اور جن کے مطالعہ سے وہ جہالت کا زمانہ خواب و خیال ہو جاتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اُن کو بڑی بڑی رکاوٹیں پیش آئیں مصیبتیں اُٹھانی پڑیں۔ لیکن ان بہادروں نے بھی بڑی جوانمردی سے اُن کا مقابلہ کیا۔ اور استقلال سے کام لیا۔ صاحب یہ ان ہی کی محنت کا پھل ہے۔ جو آپ لوگ **ودیادھر** کی ڈگریاں حاصل کرکے ودیادھر کہلانے کے مستحق ہوئے۔ اور ناموری حاصل کی۔ وہی غیر ممالک آج تم کو شجاعت اور بہادری میں بے نظیر شمار کرتے ہیں۔ اور تم لوگوں کے نزدیک اپنی نشست کو باعث فخر خیال کرتے ہیں۔ لیکن ہائے افسوس یہ زمانہ انقلاب کی صورت اختیار کرنے والا ہے۔ وہی ستارہ جو کچھ چمک دکھانے لگا تھا۔ آپ لوگوں

کی بے اعتنائی سے پھر تمہانے لگ پڑا ہے نا اتفاقی اور خود غرضی ممالک غیر کا حوصلہ بڑھا رہی ہیں۔ آزادی کوئی دم کی مہمان نظر آتی ہے۔ طوق غلامی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہے۔ آہ۔ افسوس آپ لوگ اس طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ غیر قومیں ہم پر چاہے کتنا ظلم ہی کیوں نہ کریں۔ ہماری آبروئیں چاہے خاک میں کیوں نہ ملادیں۔ آپ لوگوں کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اور رینگیگی کیوں آپ کو تو کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔ اگر پہنچا ہے تو ان غریبوں کو جو آپ کی رعیت یا زیر پناہ ہیں۔ یاد رکھو یہ خیال آپ کو مغالطے میں ڈال رہا ہے۔ آپ کے منصبی فرائض معمولی نہیں ہیں ایشور کے حضور آپ ہی ان باتوں کے ملزم قرار دئے جائینگے۔ دنیا آپ ہی کو نام بد سے یاد کریگی۔ اور اُن غریبوں کی آہیں سطح ہستی سے آپ کو نیست و نابود کردینگی۔ ذرا شاستروں کو دیکھو۔ راج نیتی کو پڑھو۔ غور کرو اور بچارو کہ ہمارے کیا فرائض ہیں۔ اُف۔ جب **لنکا** کی راج دلاری کو غیر ملک کا راجہ زبردستی پکڑ لے گیا۔ کسی نے چوں تک بھی نہ کی۔ نرندر وو دیا دھر کی استری کو **راکشش دیپ والے** لے گئے۔ تو کون باز پرس ہوا؟ ادنیٰ درجہ کے واقعات کا تو کچھ شمار ہی نہیں۔ نہ معلوم پھر آپ لوگ کس بات پر نازاں ہیں۔ بہادرو! جب تک تم ایک دوسرے پر اپنی جان نثار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوجاتے۔ تب تک ہمارے ملک کی بہتری کی کوئی اُمید نہیں۔ یاد رکھو اگر یہی حالت رہی تو تمہارے دشمن ایک ایک کو ہڑپ کر جائینگے اور تم دیکھتے ہی رہ جاؤگے۔ اور تمہاری یہ تمام بہادری جوانمردی شجاعت اور دلیری خاک میں مل جائیگی۔ اور نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تم غیر قوموں کے آگے سر جھکاتے پھروگے اور کچھ نہ بن پڑیگا۔ شاید بعض بھائی اس خیال میں ہوں۔ کہ راکشش دیپ والے زبردست اور پرزور ہیں اُن پر غالب آنا ناممکن ہے۔ لیکن نہیں! نہیں! یہ خیال اُن کا غلط ہے۔ ہم کمزور نہیں ہیں۔ بلکہ وہ کمزور ہیں۔ جو ہر ایک موقع پر ہماری امداد کے خواہاں رہتے ہیں۔ جیساکہ آپ لوگوں پر روشن ہے۔ لیکن ان میں ایک ایک طاقت کام کر رہی ہے۔ جس نے تمہارے حوصلوں کو پست کر رکھا ہے۔ اور وہ اتفاق ہے جو تمہاری نا اتفاقی پر غالب رہتا ہے۔ ہائے! ان بن باسیوں کی مصیبت

کا فوٹو جب میری آنکھوں کے آگے آجاتا ہے تو بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں آہ! وہ کس خیال سے اتنا دور دراز کا سفر طے کرکے تمہارے ملک کی سیر کو آئے اور اُن پر یہ ظلم! حیف ہے ہماری جوانمردی اور زندگی پر! یار و خیال تو کرو۔ اُن کے ملک کے لوگ ہم کو کیا خیال کرینگے؟ کس نام سے یاد کرینگے؟ اپنی بہو بیٹیوں کی جو تم نے کچھ پروا نہ کی۔ لیکن وہ ایک غیر ملک کے مہاراجہ کا لڑکا جو حسن اتفاق سے تمہارے ملک میں آگیا ہے اور اُن کے ساتھ یہ دغا! یہ فریب! ارکشش دیپ والے ظالم کر جائیں۔ اور تم بزدلوں کی طرح دم بخود ہو رہو۔"

ناظرین! نوجوان کی تقریر کا ایک ایک حرف بہادروں کے دل میں تیر کی طرح اثر کر گیا اور زیادہ سننے کی تاب نہ لاکر وہ بول اُٹھے:۔

حاضرین۔ "بس اب ہم میں زیادہ برداشت کی طاقت نہیں۔ آپ ان بن باسیوں کے حال سے آگاہ کریں کہ اُن پر کیا ظلم ہوا اور وہ کون ہیں؟"

نوجوان:۔ (کانپتے ہوئے) "تم لوگوں کے دل مردہ ہوگئے ہیں۔ او پکار کرنا تو جانتے ہی نہیں۔ ذرا خود ہی سوچو کہ جب تمہارے دل میں اپنے ملک کی ہمدردی نہیں تو ایک پردیسی کی کب ہوگی؟ اس بن باسی کی داستان سنکر کیا کروگے؟ بیان کرنے کے واسطے بھی تو دل چاہئے۔ اُس کے دُہرانے سے میرا جگر پاش پاش ہوکر سر چکرا جاتا ہے۔ لیکن جب اس بن باسی کی مستقل مزاجی اور شجاعت کا خیال آتا ہے۔ جس نے باوجود اس قدر غم و الم کے سگریو کی حالت زار کو دیکھکر رحم کو ہاتھ سے نہیں دیا۔ اور بڑی دلیری اور جوانمردی سے اُس بالی کا جو اپنے آپ کو طاقت میں بے نظیر اور لاثانی خیال کرتا تھا کام تمام کیا تو تسکین ہوتی ہے۔ کہ وہ بہادر ہماری امداد کی بھی کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ اور خود انتقام لے سکتا ہے۔ لیکن جو خیال میرے دل کو مسل رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم اول درجہ کے بزدلوں اور بیمرقوں میں شمار کئے جائینگے۔ شمالی ہند کے باشندے ہمیں نام بد سے یاد کرینگے۔ تاریخیں ہماری سنگدلی اور لاپرواہی کی شہادتیں دینگی۔ رسوائی اور شرمساری تاقیامت ہماری گردن پر سوار رہیگی بھائیو تم ہی انصاف سے بتاؤ۔ کہ امداد لازم ہے۔ یا پہلوتہی"؟

(چاروں طرف سے آواز آئی) نہیں! نہیں! اس ظالم کو قرار واقعی سزا دینگے۔ اُس بن باسی کی مدد میں میدان جنگ میں جان پر کھیل جائینگے۔ لیکن اپنے ملک کو بدنام کرنا گوارا نہ کرینگے۔ ذرا اس کی حقیقت تو بیان کرو!

نوجوان۔ "اچھا دیکھوں تمہاری ہمدردی کہاں تک محدود ہے"۔ صاحبو مہاراجہ **رامچندر** کی داستان جس کو میں نے بن باسی کے نام سے منسوب کیا تھا۔ نہایت پر درد اور حیرت انگیز ہے۔ یہ مہاراجہ **دسرت** والئے **اجودھیا** ملک **کوشل** کے فرزند دلبند ہیں۔ یہ وہی رامچندر ہیں۔ جنہوں نے سولہ سال کی عمر میں **تاڑکا** اور **سوباہو** وغیرہ راکشوں کا نام سطح ہستی سے نیست و نابود کر دیا۔ اور کئی ایک نامی بہادروں کی موجودگی میں **متھلا دیش** کے راجہ **جنک** کی راج **دُلاری** کو وہ دہنش جس کو دیکھکر بڑے بڑے شور بیر اور یہاں تک کہ دھنش دھاری بھی گھبرا گئے تھے ایک پل میں توڑ کر بیاہ لایا تھا۔ جب اُن کے والد بزرگوار نے اِن کو ہمہ صفت موصوف پایا۔ تو عنان حکومت ان کے ہاتھ میں دینی چاہی لیکن ان کی سوتیلی ماتا **کیکئی** کو ناگوار گذرا۔ اور اُس نے اپنے بیٹے **بھرت** کو راج تلک اور **رامچندر جی** کو چودہ سال کا بن باس دینے کے لئے راجہ سے درخواست کی۔ چونکہ راجہ **دسرت** کو رانی **کیکئی** نے کسی زمانہ میں سخت مشکل کے وقت امداد دی تھی۔ اور راجہ اس کا معاوضہ دینے کے لئے وعدہ کر چکا تھا۔ اس لئے اس نے اِس نازک وقت میں اپنے متبرک قول کے ایفاء کی خاطر جو کہ چھتریوں کا پرم دھرم ہے **کلیجہ** پر ہاتھ رکھ لیا۔ لیکن ایسے سعادتمند لایق فرزند کو اپنی زبان سے جس سے کہ اس سے پہلے وہ رامچندر کو راج تلک دینے کا حکم دے چکا تھا۔ اب چودہ سال جنگل میں رہنے کے لئے حکم دینا مشکل ہو گیا۔ اور سوگ سمندر میں پڑ گیا جونہی رامچندر جی کو اس حال سے آگاہی ہوئی۔ فوراً باپ کی تسلی کر کے اپنی والدہ کو دھیرج دیکر بن باس کے لئے تیار ہو گئے چھوٹے بھائی **لچھمن** نے اُن کی جدائی گوارا نہ کر کے ساتھ دیا۔ **متھلیش کماری جانکی جی** کو اگرچہ **رامچندر جی** نے بہت سمجھایا۔ اور طرح طرح جنگل میں رہنے کی تکالیف کا فوٹو کھینچ کر ڈرایا لیکن اُس نے یہی کہا۔ "سوامی جی

اگرچہ ماں باپ۔ بہن اور بھائی۔ کنبہ اور سہیلیاں۔ ساس اور سسر عزیز اور غمخوار ہیں۔ لیکن بغیر آپ کے یہ سب سرمایہ تکلیف نظر آئینگی۔ زر و زیور۔ لونڈیاں اور غلام اطلس اور مخمل کی توشکیں اور یہ سب محل اور مکان وغیرہ بغیر آپ کے رنج و غم کا طومار ہو جائینگے۔ جیسے جسم جان کے بغیر اور مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح آپ کے بغیر میرا زندہ رہنا دوبھر ہو جائیگا آپ کے ساتھ جنگل میں رہنا میرے لیئے زیادہ سکھدایک ہوگا جنگلی گھاس کا بچھونا گھر کے نرم نرم مخملی توشکوں سے زیادہ نرم ہوگا۔ آپ کے ساتھ بیٹھکر جنگلی پھلوں کا کھانا خوان نعمت سے کہیں زیادہ لذیذ ہوگا۔ اے سوامی! میں آپ کے بغیر کسی طرح بھی یہاں نہیں رہ سکتی اور نہ ہی استری دھرم مجھکو اس کی اجازت دیتا ہے"۔ جب رامچندر جی نے اُس کو اپنے ارادے پر مستقل پایا تو اپنے ہمراہ جنگل میں لائے۔ تیرہ سال اس پتی برتا دھرم کی دیوی نے بڑی خوشی سے اپنے خاوند کی خدمتگاری میں گزارے۔ اور رامچندر جی نے اس عرصہ میں کئی ایک ناپاک روحوں سے زمین کو پاک صاف کیا۔ آخر اُس ملک کی سیر کے شوق میں پنچ وٹی میں قیام پذیر ہوئے۔ جہاں سوپ نکھا راون کی ہمشیرہ اُن کے چھوٹے بھائی لچھمن پر فریفتہ ہو کر اظہار محبت کرنے لگی لچھمن جی نے اُس کو اس ارادے سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی۔ اور آخر اس کے زیادہ اصرار پر اس کی ناک کاٹ کر اُسے اس گستاخی کی سزا دی۔ تب وہ روتی پیٹتی اور چلاتی اپنے بھائی کھر اور دوکھن کے پاس گئی۔ اور ان کو انتقام لینے پر آمادہ کیا۔ کھر اور دوکھین بہن کی حالت دیکھکر آگ بگولا ہو گئے۔ اور چودہ ہزار راکششی لے کر رامچندر جی کے مقابلہ میں آئے۔ غور کا مقام ہے کہ ایک طرف تو چودہ ہزار راکششی سپاہ۔ اور دوسری طرف دو بھائی تن تنہا۔ مگر ان دو بھائیوں نے اُن کو وہ چنے چبائے کہ راکشش سپاہ ان کا کچھ بھی نہ کر سکی۔ بلکہ اُن کو اُن کے مہلک تیروں کے نذر ہونا پڑا۔ اور اس قدر سپاہ تھوڑے عرصہ میں سرداروں کے ساتھ چٹ ہو گئی۔ راون ان کا بڑا بھائی مقابلہ کی تاب نہ لاکر چوروں کی طرح فریب سے جانکی جی کو اکیلی پاکر زبردستی بوان میں بٹھا کر لے گیا۔ جسے سگریو نے جو اس وقت اپنے ہی رنج و غم میں بیٹھا تھا بچشم خود دیکھا۔ جب رامچندر

اور لچھمن جانکی جی کی تلاش میں کسکندا پہنچے۔ تو سگریو کو مبتلائے غم دیکھکر ان کے دل میں رحم پیدا ہوا۔ اور بالی کو ایک ہی تیر سے راہ عدم دکھا کر سگریو کو تخت حکومت پر بٹھایا۔ پیارے ہموطنو! کیا اس پتی برتا استری کی آہیں جس نے سنسار کے سکھوں کو چھوڑکر استری دہرم پالن کرنے کے لئے اپنے پتی کے ساتھ جنگل و بیابان میں رہنا منظور کیا۔ ایسے ناپاک وجود کا دنیا سے نام و نشان مٹانے کے لئے کافی نہونگی؟ کیا اس کی دلی خواہشیں جن کو وہ اپنے سینے میں لئے ہوئے آبادی پر جنگل کو ترجیح دیتی تھی۔ راون کی آیندہ امیدوں کو نیست و نابود نہ کر دینگی؟ عزیزو! دیکھو گے کہ راون کس طرح پامال ہوتا ہے۔ مت سمجھو کہ رامچندر اکیلا ہے۔ مت سمجھو کہ وہ بہادر بے سر و سامان ہے۔ اور اس کا راون پر غالب آنا دشوار ہے۔ نہیں! نہیں! وہ اکیلا نہیں۔ دھرم اس کی رکھشا کر رہا ہے۔ پرماتما اس کا مددگار ہے سر و سامان کی کچھ پرواہ نہیں۔ راون کو مغلوب کرنے کے لئے اس کا (راون کا) اپنا پاپ ہی کافی ہے۔ یارو! تمہاری حیرت کیوں بڑھ گئی۔ اور کس سوچ میں پڑ گئے ہو؟ کچھ پرواہ نہیں! اگر تم راون کے مقابلہ کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ وہ خود لکھمن اور دو بھائی کی طرح اس کو پسپا کرنے کے لئے تیار رہے"۔

ان آخری فقروں نے حاضرین کے دلوں میں کچھ ایسا جوش بھر دیا۔ کہ وہ غصہ کے مارے کانپنے لگے۔ اور بلند آواز سے بولے "نہیں! نہیں! جب تک ہم جانکی جی کو راون کے جنگل سے رہا نہیں کرا لیتے۔ ہمارے لئے آرام کرنا حرام ہے"۔

اسیطرح انگد۔ نیل اور نل[۱] وغیرہ بانر دیپ کے ہر ایک حصہ میں پرچار کرتے تھے۔

---

(۱) دیکھو کسکندا کانڈ صفحہ ۵۳ - سرگ ۳۶

نوٹ: ناظرین! ہنومان جی کی تقریر سنکر شاید آپ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوگیا ہو۔ کہ ہم نے ایک نیا ہی مضمون اپنی طرف سے پیش کر دیا ہے۔ لیکن یہ نہیں۔ ہم نے کوئی نیا مضمون ایزاد نہیں کیا نہ ہی ہم ایسی متبرک کتاب کے اصل مضمون میں کوئی دست اندازی کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے تو صرف بالمیک جی کے ان جادو اثر (باقی صفحہ ۱۵۴ پر ملاحظہ کریں)

باب ۳۸

"جاؤ ایشور تمہاری سہایتا کریں"

شہر کسکندا کے اُس وسیع میدان میں جو جھیل پمپا کے جنوب مشرق میں واقع ہے - اور جہاں اکثر ہو کا عالم رہتا تھا - آج کچھ عجیب چہل پہل ہو رہا ہے جہاں تک نظر کام کرتی ہے - آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں - اور صدہا خیمے نصب ہیں گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز تمام میدان میں گونج رہی ہے - اور جابجا رنگ برنگی پھریرے ہوا میں اُڑتے ہوئے نظر آتے ہیں جن کو دیکھکر بے اختیار کہنا پڑتا ہے - کہ کسی مخالف نے بالی کی موت کا حال سنکر کسکندا پر فوج کشی کی ہے - بیشک یہ خیال درست ہے - کیونکہ وہ دیکھئے تلواریں چمک کر اور نیزے اور برچھیاں خونخوار زبانیں نکال نکال کر دیکھنے والوں کا دل ہلا رہی ہیں اور بہادر سپاہی ان کو ملاحظہ کرنے کے بعد نیاموں میں ڈال رہے ہیں اور وہ نوجوان افسر دونوں ہاتھ سے اپنی مونچھوں کو تاؤ دے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۳) لفظوں کی جو مانند دریا کے سیپ چمک رہے ہیں تائید کی ہے - دیکھو بالمیکی راماین کسکندھا کانڈ صفحہ ۵۳۰ سرگ ۲۶ - اگرچہ اس میں صاف لفظوں میں یہ مندرج نہیں ہے لیکن اگر آپ ذرا غور سے اس سرگ کو پڑھیں اور بچاریں تو آپکو معلوم ہو جائیگا - کہ اصل مطلب اس کا کیا ہے - سرگ ۴۰ شلوک ۴۵ کی چوتھی سطر میں جو لفظ دیو پتر اور کوئی گندہرب میں درج ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے - کہ بڑے بڑے لایق اور ودوان مہاراجہ رامچندر جی کے ساتھ جنگ لنکا میں شریک تھے بالمیکی راماین آرنیہ کانڈ سرگ چالیس صفحہ ۱۰۵ میں ماریچ کے بیان سے پایا جاتا ہے کہ راون کے ظلم سے نہ صرف غیر قومیں اسکے برخلاف ہو گئی تھیں - بلکہ اسکی رعیت بھی اس سے آزردہ تھی +

رہا ہے۔ دوسرے سے کسکندہا کی طرف اشارہ کرکے اپنے ماتحت سپاہیوں سے کچھ کہہ رہا ہے گویا ہمارے خیال کی تصدیق کر رہا ہے۔ اُف! سگریو بیچارے پر کیسی مصیبت پڑ گئی۔ وہ تو مہاراجہ رام چندر جی کی ہمدردی میں سرگرم تھا یہ بلا کہاں سے نازل ہو گئی؟

ناظرین! بڑے تعجب اور حیرت کے ساتھ ہماری نگاہ آنکھوں سے نکل نکل کر اس غیر معمولی آبادی پر پڑ رہی تھی۔ اور دل میں کئی طرح کے خیالات پیدا ہو کر ہمکو متفکر بنا رہے تھے کہ ناگاہ اس خیمہ کو دیکھنے سے جو بڑ کے دائیں طرف تھا ہمارے بھٹکتے ہوئے خیالات کو کچھ تسکین سی ہو گئی ہے۔ کیونکہ اُس میں ہمیں اپنے۔ اور جرنیل کے ہونے کا شبہ پڑتا ہے۔ آہا! وہ دیکھئے ہنومان بڑے تپاک سے راجہ گند معاون سے ملکر اب گج سے مل رہا ہے ایں! وہ لو! مہاراجہ رامچندر لچھمن اور سگریو وغیرہ بھی اُس بڑے خیمہ سے نکلے ہیں۔ جو راجہ جاموننت اور سوکھین کے خیمہ کے درمیان استادہ ہیں۔ شاید یہ خیمہ راجہ اندر جانوں کا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب لوگ لنکا کے لئے تیار ہو کر آئے ہیں۔ کیونکہ رامچندر جی ہر ایک راجہ سے ملکر اُس کی سپاہ کا ملاحظہ کرتے ہوئے گذر رہے ہیں۔ اور جس طرف نگاہ کرتے ہیں۔ سر تعظیم سے خم ہوئے جاتے ہیں۔ جب سب سپاہ کو دیکھ چکے تو راجہ اندر جانو کے خیمہ میں جو باقیوں سے زیادہ کشادہ ہے واپس آئے۔ اور یوں گفتگو شروع ہوئی۔

سگریو (مہاراجہ رام چندر جی سے) "مہاراج! اُس ناعاقبت اندیش راون کو سزا دینے کے لئے ہر ایک راجہ کمر بستہ ہے۔ اب آپ کے حکم کا انتظار ہے"

رامچندر جی (کچھ دیر سوچنے کے بعد) "سگریو! ہمارا خیال ہے کہ پہلے کسی کو بھیجکر یہ معلوم کرا لیا جائے۔ کہ سیتا جی کس حالت میں ہے؟ اور راون ان کی نسبت کیا خیال رکھتا ہے؟ اگر وہ سیتا جی کو اب بھی بھیج دے۔ اور اپنے قصور کی عذر خواہی کرے۔ تو ہم بھی اس خونخوار ارادہ سے درگذر کرینگے۔ کیونکہ جنگ میں طرفین کو تکلیف اور اس کے ساتھ خونریزی خلق مفت میں ہو گی"

سگریو۔ (ہاتھ جوڑ کر) "مہاراج وہ بڑا مغرور شخص ہے۔ سوائے خود پسندی کے کچھ جانتا ہی نہیں"

رامچندر۔ "نہیں! بعض اوقات انسان غصہ کی حالت میں وہ باتیں کر بیٹھتا ہے جن کا اُسے کبھی خواب وخیال بھی نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ **سوپ نکھا** نے اس کے لوگوں کی اگنی کو بھڑکا دیا ہو اور جوش میں آکر اُس سے یہ حرکت سرزد ہوئی ہو۔ اور اب اس کے خیالات بدل گئے ہوں"

سب راجہ لوگ ایک زبان ہو کر بولے۔ "مہاراج آپ کا خیال بجا ہے۔ لیکن اس کی بڑھی ہوئی خود پسندی دور اندیشی کو تو اُس کے نزدیک ہی پھٹکنے نہیں دیتی۔ سوائے اس کے کس کا حوصلہ ہے جو اُس بدکردار بدکیش کو ایسا مشورہ دینے کی جرات کرے"۔

ان باتوں کو سُنکر **رامچندر جی** بہت متفکر ہو گئے اور حاضرین پر سناٹا سا چھا گیا تھوڑی دیر آپ سر جھکا کر کچھ سوچتے رہے بعد میں کہنے لگے۔ "نہیں! نہیں! یہ مناسب نہیں! پہلے دوسرے کسی کو بھیجنا چاہئے

سگریو اور سب لوگوں نے متفق ہو کر **ہنومان جی** کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "مہاراج! سوائے اُنکے اور کوئی ایسا نظر نہیں آتا۔ جو اس کام کو سرانجام دے کیونکہ ایک تو یہ وید شاستر کے جاننے والے پنڈت[1] ہیں جو بات کرینگے سوچ سمجھ کر کرینگے دوسرے یہ **راون** کی عادت اور لنکا کے ہر ایک گلی کوچہ سے خوب واقف ہیں"

رامچندر جی سگریو کی گفتگو سُنکر بہت خوش ہوئے۔ اور **ہنومان جی** کو اپنی انگوٹھی اُتار کر دی اور کہا۔

"یہ انگوٹھی سیتا جی کو دیکر ہماری کوشل کہنا۔ اور اُنکو دھیرج دیکر جلد واپس آنا"

ہنومان۔ "مہاراج! اگرچہ میں اپنے آپ کو اس لایق نہیں دیکھتا۔ جیسا کہ **سگریو** نے فرمایا ہے۔ تاہم آپ کے اقبال سے اس کام کو سرانجام دینے کی کوشش کرونگا"۔

یہ کہکر انگوٹھی پکڑ لی۔ اور رامچندر جی کے قدموں پر اپنے سر کو رکھکر پرنام کرنے لگا۔ مگر اُنہوں نے جلدی سے اُٹھا کر چھاتی سے لگا لیا۔ اور بولے۔ "اچھا بھائی جاؤ! ایشور تمہاری سہایتا کریں"۔

جب **ہنومان** چلنے کے لئے تیار ہوا۔ تو **سگریو** نے کچھ سوچ کر۔ **انگد**۔ **گج**۔ **تار**

[1] دیکھو بالمیکی رامائن صفحہ ۶۰ سرگ ۴۳۔

گندھ مادن - جاموننت اور سربھ کو مخاطب کرکے " آپ لوگ بھی ہنومان جی کے ساتھ جائیں تو بہتر ہے - نہ جانے کہیں ان کو امداد کی ضرورت پڑ جائے! لیکن پیشتر اس کے کہ تم لنکا کی طرف جانے کا ارادہ کرو - پہلے سب سے کوبیر کے مکان، پوبکرس - سدہ دیس - گاڑھاندی - میناک پربت پر جانا - کیونکہ آدمی اکثر ان جگہوں پر آیا جایا کرتا ہے - کچھ تعجب نہیں کہ سیتا جی وہاں پر مل جائیں - اور ہم سب کی مرادیں بر آئیں " یہ سنتے ہی سب نے باری باری رامچندر جی کے قدموں پر اپنا سر رکھکر آشیرباد لیا - اور سگریو کو پرنام کرکے وہاں سے روانہ ہوئے - لیکن افسوس اتنا دور دراز سفر اختیار کرکے جب منزل مقصود پر پہنچے تو بجز پریشانی اور مایوسی کے کچھ حاصل نہ ہوا - تار - انگد - جاموننت نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دئے اور گندھ مادن سر پر ہاتھ رکھکر وہیں بیٹھ گیا - ان کی یہ حالت دیکھکر ہنومان جی بولے - (بلند آواز سے) "دیارو تم کو اس حالت میں دیکھکر میری حیرت بڑھ رہی ہے تمہارے حوصلے ابھی سے پست ہو گئے تو آیندہ کیا کروگے؟ ذرا غور تو کرو - تم لوگ اُس کی جستجو میں ہو - جس کے رہنے کا کوئی خاص مکان بتلایا نہیں گیا - کچھ پروا نہیں - اگر یہاں کامیاب نہیں ہوئے - میناک پربت ابھی باقی ہے وہاں دیکھیں گے - لنکا میں تلاش کرینگے - اگر قسمت نے وہاں بھی یاوری نہ کی - تو پھر اور جگہ کی فکر کرینگے - لیکن یاد رکھو - بغیر تلاش کئے تو ہم بھی واپس نہ جائیں گے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے - بہادرو! چاہے کیسی ہی مشکل سے مشکل پیش کیوں نہ آئے - اگر جوانمردی اور استقلال سے کام لیا جائے تو ضرور کامیابی ہوگی - تم بھی کمر ہمت باندھو اور کامیاب ہونے کی کوشش کرو - گھبرانا داناؤں کا کام نہیں ہنومان جی کی باتوں نے ان مایوس دلوں کے خون میں کچھ ایسا جوش پیدا کر دیا - کہ اُن کے خیالات یکدم بدل گئے - پژمردگی کے آثار جو چہرے سے نمایاں ہو رہے تھے جاتے رہے - اور وہ سب بآواز بلند کہنے لگے - "نہیں نہیں! ہم پست ہمت نہیں ہیں - جیسا تم خیال کرتے ہو - بیشک جب تک سیتا جی کا پتہ نہیں ملتا تب ہم لوگوں کو بھی چین نہیں آتا -

یہ کہا اور وہاں سے آگے کو روانہ ہوئے جب میناک پربت۔ یا ورکششلا پہنچے۔ تو انہیں عجیب وغریب عمارت کے نشان دکھائی دئے۔ لیکن اُن مکانوں میں جانے کا راستہ کہیں نظر نہ آیا۔ تو اور بھی حیرت ہوئی۔ دل میں یہی سما گیا۔ کہ سیتاجی ضرور یہی یہاں ملیگی۔ اس خیال نے اُن کے شوق دید کو اور بھی دوبالا کر دیا۔ اور وہ بڑی سرگرمی سے اِدھر اُدھر تلاش کرنے لگے۔ بعد مشکل ایک نہایت تنگ و تاریک غار (ٹنڈل) نظر آئی۔ جو پہاڑوں کو کاٹ کر مصنوعی بنی ہوئی تھی۔ اور اُن مکانات میں جانے کا یقین دلاتی تھی اس کو دیکھتے ہی سب خوشی سے اُچھل پڑے۔ اور بڑی مسرت کے ساتھ اس میں گھس گئے کہ راون ضرور سیتاجی کو یہاں چھپا رکھا ہوگا جب کچھ دور اس غار کے اندر گئے۔ تو اندھیرا انتہا درجہ کا بڑھ گیا۔ اور ایسا تیرہ و تار عالم ہوگیا کہ ایک دوسرے کو بھی دیکھ نہ سکتے تھے۔ پاؤں ٹھوکریں کھا کھا کر اور بھی شرمسار کر رہے تھے۔ بدحواسی طاری ہوکر موت کا پیغام سنا رہی تھی۔ دل گھبرا کر ہاتھوں اُچھل رہا تھا۔ زیست کی گھڑیاں کوئی دم کی مہمان دکھائی دیتی تھیں۔ لیکن ہمارا بہادر (ہنومان) ان سب کا حوصلہ بڑھاتا ہوا آگے آگے شیر نر کی طرح جا رہا تھا۔ یکایک کچھ روشنی سی معلوم ہوئی۔ اور اُن کے مایوس دلوں کو قدرے اطمینان ہوا تو قدم بھی بڑی پھرتی سے آگے پڑنے لگا۔ اور تھوڑی دیر میں یہ سب اُجالے میں پہنچ گئے۔ آہا! یہاں کی بہار دیکھکر سب تکلیفیں بھول گئیں۔ اور وہ اُن کے مایوسانہ خیالات خوشی میں بدل گئے۔ اب دیکھئے یہ سب کیسی زندہ دلی سے باغ کی سیر کرتے ہوئے اس طرف کو جا رہے ہیں۔ جہاں بے نظیر عمارتیں اپنی نرالی وضع اور دل کش ہونے کے باعث معمار کی صفت کا اظہار کر رہی ہیں۔ اس عالیشان محل کے قریب پہنچکر اُنہوں نے ایک عمر رسیدہ تپسنی (زاہدہ) کو دیکھا۔ جو مرگ چھالا اوڑھے یادِ حق میں محو تھی۔ اور تھوڑے فاصلہ پر ایک نہایت خوبصورت بوٹا اُگ رہا تھا۔ ہنومان جی نے جھک کر پرنام کیا۔ اُس زاہدہ نے بڑے تعجب اور حیرت کی نگاہ سے اُن کی طرف تپسنی نے دیکھکر کہا۔

لہ دیکھو بالمیکی رامائن صفحہ ۶۳ سرگ ۵۰ کشکندا کانڈ۔

"تم کون ہو۔ اور ایسے کٹھن مقام میں تمہارا کیونکر آنا ہوا"؟ **ہنومان جی** نے مہاراجہ رامچندر کی داستان ایسے پر درد پیرایہ میں اُس کے گوش گذار کی جس کو سن کر اُس کا کلیجہ پاش پاش ہوگیا۔ اور سرد سانس لیکر کہا۔ "اچھا بیٹا! ایشور تمہاری اُمیدیں بر لائیں۔ اب بجز اس کے کہ میں تمکو کھانا کھلا دوں۔ اور کچھ امداد نہیں کرسکتی"۔

ہنومان جی (ہاتھ جوڑ کر) "ماتا جی اگر یہاں سے نکلنے کا کوئی اور راستہ ہو۔ تو بتلائیے کیونکہ یہ راستہ جس سے ہملوگ یہاں آئے ہیں نہایت دشوار ہے۔ اور اس سے گزرنے کیلئے ایک عرصہ چاہئے۔ اور ہماری واپسی کے دن بہت تھوڑے رہ گئے ہیں"۔

تپسنی۔ "بیشک جو کچھ تم نے کہا درست ہے۔ جو شخص اس غار میں داخل ہوا۔ پھر جانبر نہیں ہوا۔ (کچھ دیر سوچنے کے بعد) اچھا تم جو کہ ادیکار کی خاطر اسقدر تکلیفیں اُٹھا رہے ہو۔ اس بوان[1] میں (اشارہ کرکے) سوار ہو کر اکاس مارگ سے چلے جاؤ۔ یہاں اب زیادہ ٹھیرنا مناسب نہیں"۔

---

[1] بالمیکی رامائن صفحہ ۲۵ سرگ ۵۲۔ کسکندھا کانڈ سطر چوتھی میں لکھا ہے۔ کہ اس تپسنی نے کہا۔ "جتنے بہا سے پن ہیں۔ وہ سب سنکلپ کئے دیتی ہوں۔ جس میں تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ! تم لوگ نیتر اپنے بند کرلو۔ بالمیک جی کا بچن ہے۔ کہ یہ سن کر سب نے نیتر بند کرلئے تب اس نے ایک پل میں اکاس مارگ دوارہ ان سب کو باہر کردیا۔ اگرچہ اس مضمون سے ہماری تحریر کی پوری پوری تصدیق نہیں ہوتی۔ لیکن قیاس غالب ہے کہ وہی بوان جو وہاں پڑا تھا۔ تپسنی نے اُن کو دیدیا ہوگا۔ کیونکہ اکاس مارگ سے جانا اور سمندر کو عبور کرنے کے حالات اس کو تقویت دیتے ہیں۔ اگرچہ رامائن کے پڑھنے سے یہ صاف طور پر کہیں پایا نہیں جاتا۔ ہنومان جی بوان میں بیٹھکر سمندر سے پار گئے ہوں۔ لیکن امور ذیل ہم کو اس بات کا بھی یقین دلانے سے مانع ہیں۔ کہ اُنہوں نے اُچھل کر سمندر کو جسکو عرض چار سو کوس کا تھا عبور کیا ہو۔ اول (سندر کانڈ صفحہ ا سرگ ا بالمیکی رامائن) میں لکھا ہے کہ "ہنومان جی نے بچار کیا۔ کہ جس مارگ سے دیوتا لوگ جاتے ہیں۔ اس مارگ سے جاکر سیتا جی کی تلاش کرونگا"۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ ہمارے شاستروں یا پورانوں میں

یہ سن کر ہنومان جی اور سب لوگ بہت خوش ہوئے۔ تپسنی جی کا شکریہ ادا کیا اور بوان میں بیٹھکر وہاں سے سمندر کے کنارے پہنچے۔ تو تار نے نہ جانے کیا سوچکر سرد سانس لی۔ اور تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا۔ اور بعد میں یوں کہنے لگا۔ ”آہ! کیا سیتا جی کا اب کہیں پتہ نہ ملیگا۔ اس ظالم نے اس کو کہاں چھپا رکھا ہے۔ جو کچھ سراغ ہی نہیں ملتا۔ ہا جامونت کو مخاطب کر کے جامونت اب سیتا جی کے ملنے کی تو

دیوتاؤں کا مارگ کس راستہ کو قرار دیا گیا ہے۔ تو اس کا جواب ہمیں یہی ملتا ہے ”اکاس مارگ“ یعنی سطح زمین سے بدرجہا بلند۔ بوانوں میں بیٹھکر سفر کرتے تھے۔ اور اس بلندی کو وانا ؤں نے دیوتاؤں کا مارگ قرار دیا تھا۔ دوم اگر ایک بہادر سے بہادر اکاس (آسمان) کی طرف اُچھل کر بلندی پر جانا چاہے۔ اور وہ شاید سطح زمین سے بہت بلند چلا بھی جائے تاہم چار ہی قدموں کے فاصلہ پر واپس آ رہیگا۔ ہاں اگر سامنے جست کرنے کی کوشش کرے تو البتہ کچھ فاصلہ تک جا سکتا ہے مگر چار سو کوس کا فاصلہ اس طرح طے کرنا بالکل ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے۔ تو رامائن کی کچھ پیرے پر پایا نہیں جاتا کہ ہنومان جی نے اس طرح جست کی تھی۔ سوم سندر کانڈ صفحہ ۳ سرگ ا سطر ۱۷ بالمیک جی ہنومان جی کے رہاں کے چلنے کی کیفیت میں کہتے ہیں ”ہنومان جی کا سایہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جہاز چلا جاتا ہے۔ ہنومان جی کا سروپ دیکھکر سیکڑوں لوگ بھاگنے لگے اور ہنومان سمیرو پربت کی سمان پرتیتی ہوتے تھے۔ جب سمندر کے مدھ بھاگ میں گئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے گرز جی۔ اور پھر جب آگے گئے تو جیسے بدلی میں چندرماہ کبھی گپت اور کبھی پرگٹ“۔ اب سب سے زیادہ غور طلب بات یہ ہے۔ کہ کودنے والے کا سایہ کچھ دیر استھر (قائم) رہتا ہے یا نہیں؟ تجربہ جواب دیتا ہے کہ سایہ معلوم تو ہوتا ہے لیکن جلد معدوم ہو جاتا ہے۔ بہ نسبت اس چیز کے جس کی رفتار ایک اندازہ کی ہو۔ بس اگر ہنومان جی بوان میں نہ تھے۔ بلکہ وہ تیزی سے اُچھل گئے تھے۔ تو جہاز کی طرح اُن کا سایہ آہستگی سے کیونکر چل رہا تھا۔ اور دیر تک مختلف شکلوں میں کیونکر ظاہر ہوتا رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہے وہ اُچھل کر نہیں گئے۔ بلکہ اس بوان پر جو اس تپسنی سے حاصل ہوا تھا۔

کوئی اُمید نہیں پڑتی۔ جہاں تہاں سب جگہ تلاش کیا۔ مگر کچھ پتہ نہیں ملیباروں کی تنگ و تاریک غاروں کو دیکھا۔ مگر وہاں سے بھی سوائے مایوسی اور پریشانی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ کو بیر۔ سدہ دلیس۔ گاڑھا ندی کے کنارے ان مکانات کو جن کا نشان سگریو نے تبلایا تھا دیکھ لیا۔ مگر وہاں بھی حسرت ہی حسرت ٹپکتی نظر آئی۔ اور کچھ دکھائی نہ دیا۔ ہاں! شاید لنکا میں ہو تو ہو۔ اس طرف تو کہیں اس کا سراغ بھی نہیں چلتا۔ مگر لنکا میں جانکی جی کی خبر کو جانا خالی جی کا گھر نہیں ہے۔ کہیں اس (راون) کو خبر ہو جائے۔ تو وہ زندہ ہی کھال اُتروا ڈالے۔ یہ کہا اور سرنگوں ہو کر خاموش ہو گیا۔ تب جاموَنت بولا۔

جاموَنت ۔ بھائی اس بہادری کا تمغہ ہنومان جی کے واسطے ہی مخصوص کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اُس کی (راون) نشست و برخاست و نیز ہر جگہ سے خوب واقف ہے۔ دوسرا اس کے (ہنومان) آبا و اجداد کا راون کے خاندان سے راہ و رسم جاری ہے۔ اور یہ خود لنکا میں کئی دفعہ جا چکا ہے۔ دوست بھی اس کے وہاں ضرور ہونگے۔ اور اُن کو وہاں دیکھکر کوئی بدگمان بھی نہ ہوگا۔ جاموَنت کی گفتگو سنکر متفکر چہروں پر کچھ رونق سی آگئی ہے۔ امید نے مایوسی کو نکال کر دلوں پر اپنا تسلط کر لیا۔ پہلے تو سب چپکے چپکے باتیں کرتے رہے۔ بعد میں انگد نے کہا۔

"ہنومان جی! آپ نے سُنا یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ بغیر آپ کے اس کام کو کرنے والا تو کوئی نظر نہیں آتا۔ یہ لوگ تو حوصلہ چھوڑ بیٹھے ہیں"۔

ہنومان ۔"ہاں! ہاں! میں سب سن رہا ہوں۔ اگر یہی بات ہے تو لیجئے یہاں کیا دیر ہے"۔

یہ کہا اور ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے بوان میں بیٹھ "یہ جا۔ وہ جا" آخر نظروں سے غایب ہو گیا۔ اور کچھ دیر کے بعد سمندر کو عبور کر کے کوٹاچل پربت پر پہنچ گئے۔ اور وہاں جاکر پہاڑ کی ایک غار میں جو عوام کی نظروں سے پوشیدہ تھی بوان کو اُتارا۔ اب وہ خود نہ جانے کس خیال سے اس پہاڑ کی اس بلند چوٹی پر جو بائیں جانب واقع ہے جا رہا ہے۔

آہا! اُس جگہ سے جہاں اس وقت ہمارا بہادر جا کھڑا ہوا ہے - اگر ہم جنوب رو ہو کر دیکھیں - تو عجب نظارہ دکھائی دیتا ہے - جدہر دیکھئے آفتاب کی وہ کرنیں جن کی شوخیاں اب سندھیا دیوی کی آمد آمد سے مات پڑ چکی ہیں - اور وہی تیز تر اری جن کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھنا دشوار معلوم ہوتا تھا زرد پڑ گئے ہیں - مگر تاہم لنکا کی اِن ان بلند عالیشان عمارتوں پر پڑ کر کچھ عجیب ہی لطف پیدا کر رہی ہیں - اور یہی باعث ہے کہ دیکھنے والے کی طبیعت سیر نہیں ہوتی - ہاں! نیچے نظر کرنے سے بعض عمارتوں کا عکس جو اُس کھائی کے پانی میں جس نے شہر لنکا کے چاروں طرف محاصرہ کیا ہوا ہے - اور جس پر آفتاب کی شعائیں اپنی چالاکی دکھا ہی جاتی ہیں دیکھنے سے بے اختیار کہنا پڑتا ہے - کہ اُن مکانوں کی عمارتیں قابل دید اور منظر میں دیکھئے قریباً تمام محلات کی طرح طرح کی کلسیاں جو دکھائی دے رہی ہیں - سنہری ہیں - اور لایق کاریگروں کی صنعت کا اظہار کرتی ہیں - شہر لنکا کا شمالی دروازہ جو یہاں سے صاف نظر آرہا ہے کیسا کشادہ اور بلند ہے - اور دونوں طرف دو قوی ہیکل جوان ننگی تلواریں کاندھوں پر رکھے کیسے چھاتی تانے کھڑے ہیں - جن کو یہ بہادر بڑی دیر سے دیکھ رہا ہے - کچھ دیر تک تو ہنومان جی اسی طرف دیکھتے رہے - بعد میں نہ جانے کیا بچار کر نیچے آئے - اور اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے -

"تم لوگ اس جگہ پر آرام سے حفاظت کرتے رہو - جب تک کہ ہم واپس آئیں"

یہ کہکر کچھ سوچتا ہوا بن سے چل پڑا - جب شہر کچھ فاصلہ پر رہگیا - تو دل ہی دل میں کہنے لگے - "نہیں! نہیں! میرا اس وقت راون کے پاس جانا مناسب نہیں - بلکہ مناسب یہ ہے کہ جب تک **سیتا جی** کو مل نہ لوں سب کی نظروں سے اوجھل رہوں - تاکہ اُس ظالم (راون) کو میرے آنے تک کی خبر تک نہ ہو - مبادا وہ میرے ارادہ سے آگاہ ہو - مجھکو سیتا جی کی قدمبوسی سے محروم رکھے - (خود ہی) نہیں! تو پھر میں سیتا جی کو کیسے تلاش کر سکتا ہوں - مجھکو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کس جگہ ہیں جب تک میں کسی کو اپنا ہمراز نہیں بناتا - تب کامیابی کی صورت دشوار نظر آتی ہے نہیں! نہیں! راز افشا کرنے کی کچھ ضرورت نہیں - میں خود تلاش کرونگا - ایک دفعہ

میں نہیں دو روز میں سراغ نکال ہی لونگا۔ لنکا کی کونسی ایسی جگہ ہے۔ جسکو میں نہیں جانتا" یہ کہکر وہاں کھڑا ہوگیا۔ اور کچھ دیر کے بعد کہنے لگا۔ "ہاں! بیشک یہی درست ہے میں ایسا ہی کرونگا" اور وہاں سے آگے بڑھا۔ مگر دو چار قدم چلکر پھر یہ خیال تبدیل ہوگیا۔ اور کہنے لگا: "ایشور نہ کرے کہ مجھکو کوئی اس وقت دیکھ لے۔ اور راون کو خبر ہو جائے۔ تو میری تمام محنت رائگاں ہو جائے اور آس بھی یاس میں مبدل ہو جائے۔ اس صورت میں رسوائی اور شرمندگی ہمیشہ کے لئے میرے دامنگیر رہیں۔ اور پھر نہ جانوں رامچندر اور سگریو کے دل میں کیا گذرے۔ تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے"؟ یہ کہا اور نہایت متفکر ہو کر وہیں کھڑا ہوگیا۔ اور کچھ دیر سوچتا رہا۔ بڑی غور و خوض کے بعد ایک خیال اُس کے دماغ میں سمایا۔ جس کے ساتھ ہی اُس کے چہرے کی رنگت بھی تبدیل ہوگئی۔ اور بدن میں بھی چستی سی آگئی۔ اور دل ہی دل میں یوں کہنے لگا۔ "آہا! مہراسٹر سے کیوں نہ ملوں۔ وہ بھی تو یہیں رہتا ہے۔ اور میرا بڑا غمخوار اور رازداں دوست ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی تو میرے ارادہ سے کسی کو خبر نہیں کریگا"۔ یہ کہا اور اوپر کی طرف دیکھکر "واہ واہ آفتاب بھی غروب ہوگیا ہے۔ اور وقت بھی بہت عمدہ ہے۔ چلو مہراسٹر سے ملکر اس بات کا تدارک کریں"۔

باب ۳۹

مراد برآئی

رات نہایت ہی تیرہ و تار ہے آسمان پر جا بجا سیاہ بادلوں کے ٹکڑے پھیلے ہوئے اور بھی غضب ڈہا رہے ہیں۔ کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا۔ ہاں! کبھی شمال کی طرف سے بجلی کے چمکنے سے تھوڑا بہت راستہ دکھائی دے جاتا ہے۔ ایسے وقت میں ہمارا بہادر اپنے دوست کے مکان سے نکلکر اس باغ کو جا رہا ہے۔ جو اشوک باٹکا کے نام سے مشہور ہے۔ اور جس کے چاروں طرف بلند دیوار محافظ ہے۔ اور جو نیچے

دخل سے محفوظ رکھنے کا بیڑا اُٹھا چکی ہے۔ ہاں شمال کی جانب ایک آمد و رفت کا دروازہ ہے۔ جس پر ایک گرانڈیل جوان مامور ہے۔ اور راون کے حکم کے بغیر کسی کو اندر جانے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ دن کے وقت تو اس کی شکل دیکھتے ہی اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ اور رات کو اُس کی خنجر آبدار دور سے چمک کر ایسا رعب جماتی ہے۔ کہ دیکھنے والے کا دل دھڑک کر نیچے بیٹھ جاتا ہے۔ اور عزیز جان کی جلتی کا فوٹو پیش نظر ہو کر اس کی ہمت کو پست کر دیتا ہے۔ آہا! یونہی اس بہادر سپاہی کو کسی کے آنے کا گمان ہوا فوراً باواز بلند کہا۔

"کون ہے! جو اس وقت اپنی موت کو آغوش میں لئے آ رہا ہے"؟۔

ہنومان - "بھائی مجھے آپ سے کچھ ضروری کام ہے"۔

سپاہی - "اس وقت یہاں کام وام کا کچھ مطلب نہیں۔ اس طرف آنے کی سخت ممانعت ہے۔ اگر جان عزیز ہو تو وہیں سے پیٹھ دکھاؤ"۔

ہنومان - "بھائی! وہ کام ایسا ضروری ہے۔ کہ زیست بھی اُس کے آگے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔

سپاہی - "بس بس! زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ ورنہ یہ دیکھو۔" (تلوار کو جنبش دیکر)۔

ہنومان - "اچھا! جو ایشور کرے۔ اب مجھکو بھی تو لوٹنا عار ہے"۔

سپاہی - "(کچھ سوچکر) تم کون ہو اور یہاں کیا کام ہے"؟۔

ہنومان - میں یہاں ایک نو وارد اجنبی ہوں۔ اور سیتاجی کی خبر کو آیا ہوں۔

سپاہی - (ہنس کر) واہ خوب کہی۔ صاف ہی کیوں نہیں کہتے۔ کہ تمہارے خون کا پیاسا ہوں۔ ارے باولے ہم تنخواہ کس بات کی پا رہے ہیں؟ اسی لئے کہ بغیر حکم مہاراج کے کوئی سیتاجی کو ملنے نہ پائے۔ چل دور ہو۔ نہیں تو ایک ہی وار میں کام تمام کر دونگا"۔

ہنومان - "بھائی اس میں آپ کا کچھ ہرج نہیں! ابھی ان سے ملکر واپس چلا آونگا۔ خفا کیوں ہوتے ہو"؟

سپاہی - "خفا وفا کی کچھ بات نہیں۔ تمہیں ایک دفعہ کہدیا کہ یہاں آنے کا حکم نہیں

ہے۔ اس پر یہ بک بک کیسی“؟

ہنومان۔ ”ہمنے بہت چاہا بلکہ درگذر کیا۔ لیکن افسوس! معلوم ہوتاہے“ کہ تمہاری زندگی کا جام لبریز ہو چکاہے“۔

ہنومان جی کے منہ سے اس بات کے نکلنے کی دیر تھی۔ کہ سپاہی آگ بگولا ہی تو ہوگیا۔ اور غصہ میں تھر تھر کانپتا ہوا تلوار لے کر ہنومان پر لپکا۔ مگر اس بہادر نے بھی اس کی خونخوار تلوار کو ڈھال پر روک کر اس زور سے گرز کا وار کیا۔ کہ سر اُس کا پاش پاش ہوگیا۔ اور چکر کھاتا ہوا زمین پر لوٹتا نظر آیا۔ اور ادھر مہتاب نے ظلمت شب کی تاریک چادر کو پھاڑ کر بادلوں کو ہٹا جھانکنا شروع کیا۔ اور یہ بہادر باغ کے اندر داخل ہوگیا۔

آہا! اس وقت اس کی نگاہ خوشی سے سیتاجی کی جستجو میں آنکھوں سے نکل نکل کر جا رہی ہے۔ مگر اُن کو نہ پاکر بڑی حیرانی اور مایوسی کے ساتھ واپس آکر اُس کو تشویش میں ڈال بے چین کر رہی ہے۔ لیکن یہ تکیہ اُمید کو نہ چھوڑتا ہوا آگے ہی قدم بڑھائے جاتا ہے۔ اب اس کو جہاں بہت سے گنجان درخت نظر آتے ہیں اور جن کے درمیان مصنوعی روشنی نمودار ہے۔ وہاں پر اسے کسی کے ہونے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ جب ان درختوں کے قریب پہنچا۔ تو ایک بلند عالیشان عمارت نظر پڑی ہے۔ جس کی کرسی زمین کی ہموار سطح سے کسی قدر بلند ہے۔ اور چاروں طرف برآمدے بنے ہوئے ہیں۔ جس کی سنگین چھت کو سنگ مرمر کے خوشنما گول ستون اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اس برآمدے کے بعد ایک بڑا کمرہ ہے۔ جس کو ہم ایک بارہ دری سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ کیونکہ چاروں طرف المقابل دروازے ہیں۔ جن سے ہوا کی آمد و رفت بغیر کسی رکاوٹ کے جاری ہے۔ اس کی دیواریں سنگ مرمر کی بنی ہیں۔ اور جابجا سنہری نقش و نگار نہایت نفاست کے ساتھ ہو رہا ہے اور قسم قسم کے جواہرات بھی موقع پر جڑے ہیں۔ اور زیب و زینت کے سامان سے آراستہ ہے۔ شمال کے برآمدہ میں ایک مطلا پلنگ پڑا ہے۔ جس کے پائے نہایت چمک دمک دکھا رہے ہیں۔ لیکن اس پر سونے والا ایک ادنےٰ درجہ کا انسان معلوم ہوتاہے۔ کیونکہ

نہ تو کوئی تو شک ہے نظر آتی ہے اور نہ ہی کوئی اُجلا بستر دکھائی دیتا ہے۔ ہاں ایک معمولی سی چادر اوڑھے کروٹ لئے کوئی پڑا ہے۔ اور اُس کے دائیں طرف ایک سن رسیدہ عورت آسن پر بیٹھی ہے۔ ناظرین! اس سین کو دیکھکر ہنومان جی کی حیرت بڑھی۔ اور نہایت دلچسپی سے اپنے آپ کو درختوں کی آڑ میں چھپاتا ہوا اُسکی اصلیت معلوم کرنے کے لئے انتظار کرنے لگا۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی۔ کہ اس وجود سے سرد آہوں کی آندھی نے چکر نہ صرف اس سن رسیدہ کا دل ہلا دیا۔ بلکہ اس بہادر کو اور بھی تشویش میں ڈال ایک قدم آگے بڑھنے پر آمادہ کیا۔ آہا! یوں ہی اُس نے پاؤں اُٹھا کر آگے رکھا۔ اور اُس شخص کو جس کی نسبت طرح طرح کے خیال اس کے دل میں پیدا ہو کر دماغ سے دل اور دل سے دماغ کو جا رہے تھے پلنگ پر سر جھکائے بیٹھا دیکھا۔ اس کے خوبصورت لمبے سیاہ بال دونوں رخساروں پر لٹک رہے تھے۔ اور اُن کے بیچ میں سے اس چاند کی طرح جو بادلوں کی سیاہ گھٹاؤں میں سے نمودار ہوتا ہے اس کا چہرہ دکھائی دیا۔ تو اس کو دیکھتے ہی ہنومان کے سب شکوک رفع ہو گئے۔ اور سیتا جی کے ہونے کا گمان غالب ہوا۔ اور اب وہ نہایت بے صبری سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسکی طرف دیکھنے لگا اتنے میں اس ضعیفہ نے کہا

"سیتا! تیری دن رات کی آہ و زاری اور بیقراری نے دیکھ تیری کیا حالت کر دی ہے۔ ہر وقت کا غمگین رہنا اچھا نہیں"۔

سیتا۔ "اے! مادر مہربان جو کچھ آپ نے فرمایا وہ بجا اور درست ہے۔ میں آپ کی تہ دل سے مشکور ہوں اور یہ آپ ہی کی زبان مبارک کی تاثیر ہے۔ جس نے میرے غنچہ دل کو برقرار رکھا ہے اور وقتاً فوقتاً تسلی کی باتیں میرے کوہ غم کے بوجھ کو ہلکا کرتی ہیں۔ ورنہ مجھے یہ طاقت کہاں؟ جو ایسے رنج و غم کے لشکر کا مقابلہ کرتی۔ ماتا! میں بتیرا اپنے نہ سنبھلنے والے دل کو سنبھالتی ہوں کئی طرح کے خیالوں سے ٹالتی ہوں۔ لیکن جب مجھے اپنے ارادہ کی ناکامیابی کا خیال جس کو میں بڑی احتیاط سے اپنے سینے میں پنہاں رکھتی ہوئی جنگل و بیابان میں آئی تھی۔ یاد آتا ہے تو یہ دل مانند مچھلی بے آب کے پھڑ پھڑا کر نیچے بیٹھ جاتا ہے۔ آہ! میں کیسی بدنصیب ہوں

کہ ایسے وقت میں سوامی جی کی سیوا سے محروم رہی۔ اُن کی دلجوئی کرنا تو درکنار اُلٹا میں ہی کمبخت اُن کے غم کا باعث بنی۔ کاش! میں مرجاتی تو اچھا ہوتا۔ ان کے دل کو تسلی تو ہوجاتی۔ ہائے اللہ معلوم وہ کہاں کہاں بھٹکتے پھرتے ہونگے۔ ان کو پہاڑوں کی کرخت گھاٹیوں کو طے کرنے میں کیا کیا دقتیں پیش آئی ہونگے۔ اُف! انہیں لچھمن سے بدظن نہ ہوجائیں۔ کہ وہ مجھکو اکیلا چھوڑ کیونکر چلا گیا۔ (کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد) آہ! تو اب اُن کو کون سمجھائے۔ کہ وہ بیچارہ بیگناہ ہے۔ اُس کا کچھ قصور نہیں۔ میں نے ہی اس کو سخت سست کہکر بھیجا تھا۔ ہائے! میری جان کیسی بے شرم اور ڈھیٹھ ہے۔ کہ نکلتی ہی نہیں۔ فرشتہ اجل بھی تو اس سے ڈرتا ہے۔ اے پرماتما! میں نے کونسا ایسا پاپ کیا ہے۔ جس کے عوض میں یہ روز بد مجھکو دیکھنا نصیب ہوا۔ راون کی نالواجب باتیں برداشت کرنی پڑیں۔ اے زمین! تو ہی رحم کر اور پھٹ جا کہ میں تجھ میں سما جاؤں اور یہ ہر روز کا دُکھ مٹ جائے۔ ہائے! اب تو بجز مرگ کے اس سے رہائی کی صورت نظر نہیں آتی"۔ یہ کہا اور بیخود ہوگئی یا یوں سمجھئے کہ کوہ الم اُس کے نازک سر پر ٹوٹ پڑا۔ اور گردن خم کھا گئی۔

آہ! اس وقت اس کے رنج کا اندازہ کون کرسکتا ہے کا تو تو جسم میں خون نام کو نہیں تھا۔ ایشور جانے اس وقت اس کی رُوح کس تلاش میں ہے۔ کہ پلٹنے کا نام ہی نہیں لیتی۔ سیتا جی کا رنج و غم دیکھکر مہتاب بھی برداشت نہ کرسکا۔ اور نقاب ابر سے منہ چھپا لیا۔ مگر بار بار اس کا نظر بچا کر بادلوں کی اوٹ میں سے دیکھنا زبان حال سے پکار رہا ہے کہ واقعی سیتا جی کے غم نے اس کو غمگین بنادیا ہے۔ اے لو! پانی کی بوندیں بھی گرنے لگیں۔ جن کو دیکھکر قیاس غالب آتا ہے۔ کہ نہیں! نہیں! یہ پانی نہیں بلکہ اُسی کے آنسو ہیں۔

ناظرین! سیتا جی کو اس حالت میں دیکھکر ہنومان جی کے بدن میں سناٹا سا چھا گیا۔ اس کی ساری قوتیں دم بھر کے لئے اپنا اپنا کام چھوڑ بیٹھیں۔ نہیں! نہیں! سب ملکر اس کے دماغ پر ٹوٹ پڑیں۔ اور کئی طرح کے خیال پیدا ہوکر

اس کے بیقرار دل کی چٹکیاں لینے لگے - ہنومان انقلاب زمانہ کو لعنت وملامت کر ہی رہا تھا - کہ گردش ایام نے سیتاجی کی ہو بہو تصویر پیش کر دی اور اس کا عکس جب شیشہ دل پر پڑا - اور اس کے لڑکپن کا زمانہ جو مہاراجہ رامچندر سے منسوب تھا یاد آگیا - تو بے اختیار یوں کہنے لگا - "اے کجرفتار فلک! تیری چالاکی کی تہ تک کوئی نہیں پہنچا" آہ! یہ وہی سیتا ہے - جو راجہ جنک کی آنکھوں کی پتلی اور والدہ کی نور چشمی اور جس کے واسطے بڑے بڑے راجہ مہاراجہ دھنک کے نہ ٹوٹنے سے نادم ہو کر واپس گئے تھے - اور راجہ دسرت کا خاندان جس وقت اس گل اندام کا بیاہ [illegible] سے ہوا مارے خوشی کے پھولا نہ سماتا تھا - ہائے دیکھ یہ وہی پتی برتا سیتا [illegible] نے تمام عیش وعشرت کو چھوڑ کر فقیرانہ لباس منظور کر کے رامچندر جی کے ساتھ اس غرض سے رہنا منظور کیا تھا - کہ تکلیف میں ان کا ہاتھ بٹائے - اور اپنے پتی برت دھرم کو پالن کرے - لیکن اے دنیا! تو بڑی بے قدر اور طوطے چشم ہے [illegible] اے راون! تو بڑا جفاکیش اور ظالم ہے - تجھکو ذرا بھی ان کے حال پر رحم نہ آیا - اور تونے اس پاکدامن کی تمناؤں کا خون کر دیا - مہاراجہ رامچندر کا دل دکھا کر لچھمن کو اپنی سر کوبی پر آمادہ کیا - یاد رکھ! وہ دن نزدیک ہے کہ تو اپنے کئے کی سزا پائیگا - اور بجز پچھتانے کے کچھ بن نہ پڑیگا -

ناظرین! ان الفاظ کے سننے سے سیتاجی کے دل کا جہاز جو بحر رنج وغم کے تلاطم میں تھپیڑے کھا رہا تھا - سنتے ہی کنارے کے قریب آپہنچا - اور وہ اس کے تواحش خیالات جو ادھر ادھر بھٹک رہے تھے - یکسو ہو گئے - وہی نظر جو تھوڑی دیر پہلے پلٹنے کا نام نہیں لیتی تھی - جلدی سے کانوں کا اشارہ پاتے ہی - اسی طرف کو لگ گئی - جس طرف سے آواز آئی تھی - اور رامچندر جی کے نام کی محبت کا جوش دل میں پیدا ہوا - اور زبان نے بے اختیار ہو کر بآواز بلند کہا -

"بھائی تو کون ہے؟ جو اس مصیبت زدہ کی حالت زار پر افسوس کر رہا ہے - کرپا کر کے مجھے درشن دے"

ہنومان نے فوراً آکر سر تسلیم خم کیا - اور مودبانہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا - مگر اس کو

دیکھکر سیتا جھجک گئی۔ اور بہت دیر تک چپ چاپ کچھ سوچتی رہی۔ اور بعد میں یوں کہنے لگی۔ "تم کون ہو اور یہاں کیونکر آئے ہو۔؟۔

ہنومان۔ "ماتا! میں ذات[۱] کا باتر اور مہاراجہ رامچندر جی کا سیوک ہوں۔ اور آپ کی خبر لینے کے لئے یہاں آیا ہوں"۔

سیتا۔ (غور سے دیکھکر) "کیا کہا سوامی جی کا داس! کب سے؟ میں نے تو تم کو کبھی دیکھا نہیں۔ سچ بتاؤ! دیکھنا کوئی فریب نہ کرنا میں اناتھ ہوں"۔

ہنومان۔ "ماتا! آپ دھیرج رکھیں۔ کسی طرح سے گھبرائیں نہیں۔ میں انکا سیوک ہوں۔ (انگوٹھی نکالکر) یہ دیکھئے! مہاراج کی انگوٹھی ہے۔ جو انہوں نے بطور نشانی آپ کو دکھانے کی غرض سے دی ہے"۔ یہ کہکر سگریو اور بالی وغیرہ کی ساری سرگزشت گوش گذار کی۔ سیتا جی کچھ دیر تو انگوٹھی کو لیکر سوچتی رہی۔ اور کئی طرح کے متضاد خیالات اس کے دل میں پیدا ہوتے رہے آخر دماغ نے یہی فیصلہ دیا۔ کہ جو کچھ اسنے کہا درست ہے۔

سیتا۔ تو مجھکو کب تک یہاں رہنا ہوگا؟

ہنومان۔ "ماتا! آپ کچھ فکر نہ کریں۔ اب صرف میرے جانے کی دیر ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ بانر لوگ اس کے اہنکار کو کس طرح توڑتے ہیں۔ اور اس کے جرار فوج کو جس پر یہ نازاں ہے کیسے پامال کرتے ہیں"۔

سیتا۔ "بیٹا! تیری باتیں سنکر میرے بیقرار دل کو دھیرج ہوا۔ پرماتما تمہاری ہمت میں برکت دے اور حوصلہ بڑھائے (ہاتھ سے چوڑی اتار کر) یہ چوڑی سوامی جی کو دینا۔ اور ہاتھ جوڑ کر میری طرف سے عرض کرنا۔ کہ شانتی اور دھیرج سے کام لیں

---

[۱] ہمارے وہ بھولے بھالے بھائی جنکے دل میں شاید ابھی تک کچھ شک ہو۔ کہ ہنومان جی آدمی نہیں تھے بلکہ بندر تھے۔ سیتا جی کے اس واکیہ پر غور کریں۔ کہ آیا ہمکو حیوان سے بھی پوچھنے کی ضرورت ہے کہ تم کون ہو؟ نہیں! ہرگز نہیں! اسکی تو شکل دیکھکر تم پہچان سکتے ہو۔ کہ وہ فلاں قسم کا حیوان ہے اور یہ سوال صرف انسانوں پر ہی عاید ہو سکتا ہے۔ جو مختلف ذاتوں اور فرقوں میں منقسم ہیں۔ دیکھو بالمیکی راماین سندر کانڈ صفحہ ۱۳۔ سرگ ۳۴۔

راکشش لوگ بڑے بدطینت - بدکردار - مکار اور فریبی ہیں - کہیں اُن کے دھوکے میں نہ آجانا - بڑی ہوشیاری سے کام لینا"۔

ہنومان - (جوڑی لیکر) آپ ان باتوں سے بالکل بے فکر ہیں - ہم لوگ اُن کی اصلیت سے بخوبی واقف ہیں۔

ناظرین! یہاں تو اس طرح کی باتیں ہو رہی تھیں - اُدھر سپاہی کی مردہ لاش کو دیکھکر راون کو اطلاع دی گئی - اور کئی ایک جنگجو آدمی اس کے قاتل کی تلاش میں نکلے - وہ دیکھئے! کیسے خونخوار چلے آتے ہیں - ایلو! اب اس طرف کو بھی آنے لگے۔

باب ۴۰

راون کے دربار میں ہنومان جی کی آزادانہ گفتگو

دن کے پہلے پہر کا وقت ہے - اور دن بھی کونسا اسی صبح کا جس میں بہادر ہنومان اسوگ باغ میں گیا تھا - اس وقت آفتاب کی روشن شعاعیں زمین پر جابجا دھوپ کا فرش بچھانے میں مصروف ہیں - در و دیوار کا سایہ جو تھوڑی دیر پہلے بڑے امن و چین کے ساتھ زمین سے ہم آغوش ہو رہا تھا - ان کو دیکھتے ہی کمزور انسان کی طرح پیچھے ہٹ رہا ہے - مگر آفتاب کی شوخ کرنیں ان کا برابر تعاقب کئے جا رہی رہیں - دیکھئے جہاں تھوڑی دیر پہلے سایہ تھا - اب وہاں دھوپ زمین سے پیوست ہو رہی ہے - اسی طرح انسان کی زندگی کی گھڑیاں بھی دم بدم تبدیل ہوتی جا رہی ہیں - غرض یہ وہ وقت ہے کہ نظام عالم روز روشن کی مہمانداری میں مصروف ہے - بازاروں میں خرید و فروخت ہو رہی ہے - ایسے وقت میں ہمارا خیال جہاں پہنچا ہے - وہ شہر لنگا کے دربار شاہی کا وہ وسیع صحن ہے - جس کے ایک طرف تو شارع عام ہے - اور تینوں طرف بڑی بڑی بلند عالیشان عمارتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں - جن کی طرح طرح کی سنہری کلسیاں دور سے چمک دمک دکھا کر کاریگروں

کی اور زرِ سرخ کی کثرت کا اظہار کر رہی ہیں۔ جنکو دیکھکر بے اختیار کرنا پڑتا ہے۔ کہ سونے کی افراط کے باعث یہاں اس کی وہ قدر نہیں جو دوسرے ملکوں میں ہے۔ اگرچہ تمام محلات اپنی نرالی وضع رکھنے سے نہایت دلکش اور منظیر ہیں۔ لیکن وہ محل جہاں ایک پھریرا ہوا میں اُڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ان سب پر سبقت لیگیا ہے۔ اسکی سنہری کلسیاں شہر کی تمام عمارت کو بڑی نخوت اور غرور کی نظر سے گھور رہی ہیں۔ اس کے صدر دروازہ کے مقابل ایک پھلواڑی ہے۔ جس میں طرح طرح کے پھول کھلے ہوئے کیسے پرفزا اور خوشنما ہیں۔ کہ دیکھنے سے طبیعت سیر ہی نہیں ہوتی۔ شاید یہ تفریح عام کے لئے بنائی گئی ہے۔ آہا! یونہی اس دروازہ سے داخل ہوں تو ایک ڈیوڑھی ملتی ہے۔ اور اس کے بعد ایک وسیع ہال نظر آتا ہے۔ جس کا شطرنجی فرش سفید و سیاہ پتھر کا بنا ہوا مثل آئینہ کے صاف اور چمکدار ہے۔ اسمیں پاؤں رکھتے ہی پہلے جس چیز پر نظر پڑتی ہے وہ ایک نہایت عمدہ اور سرخ قالین ہے۔ جس نے اس شطرنجی فرش کے قریباً نصف حصہ کو اپنے دامن میں چھپا رکھا ہے اور عین درمیان میں ایک مرصع جڑاو تخت ہے۔ جس پر مہاراجہ **راون** جس کا گورا رنگ۔ بڑا سر آہو کی سی موٹی آنکھیں اور اس پر سیاہ ڈاڑھی گول چہرے کی سجاوٹ کو اور بھی دوبالا کر رہی ہے۔ یہ اس وقت اس شخص سے جو نفیس پوشاک زیب تن کئے اس کی دائیں طرف بیٹھا ہے کہہ رہا ہے۔

"منتری جی! تم نے کچھ معلوم کیا وہ شخص کون ہے"؟

منتری۔ "مہاراج! معلوم کیا بچشم خود دیکھا ہے۔ وہی **پون** کا پتر جس نے منگل پور کی لڑائی میں ورن کو مغلوب کیا تھا"۔

راون (تعجب کے لہجہ میں) "ایں کیا کہا پون کا پتر ہنومان"۔

منتری۔ جی ہاں! وہی وہی۔

راون۔ "نہیں! نہیں ہرگز نہیں! تم غلطی پر ہو۔ تمہاری آنکھوں نے تمکو دہوکا دیا ہے۔ کوئی اور ہوگا۔

منتری۔ "مہاراج! ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟ وہ خود خوشی سے سیگناتھ کمار کے

ساتھ آ رہا ہے ابھی دیکھ لیجئے گا"۔

اتنے میں شور وغل کی آواز سنائی دی۔ سب کی نگاہیں بے تحاشا آنکھوں سے نکل نکل کر دروازہ کی طرف بھاگیں۔ اور تھوڑی دیر میں خلقت کا اس قدر ہجوم اندر آگیا کہ آدمی پر آدمی گرا پڑتا ہے۔ بصد مشکل میگناتھ اور ہنومان آگے بڑھے۔ ہنومان کی شکل کو دیکھتے ہی راون کا چہرہ مارے غصہ کے تمتما گیا۔ آنکھوں سے شعلہ نکلا نگاہوں سے چنگاریاں اُڑنے لگیں۔ دل پہلو میں تڑپنے لگا۔ کلیجہ میں سوئی سی چبھ گئی غضبناک ہو کر ہنومان سے کہنے لگا۔

"کیا رندھیر تمہاری ہی گستاخی کا شکار ہوا؟ یہ جاسوسی کا کام کب سے اختیار کیا؟ اور جاسوس بھی کس کے؟ بن باسی کے۔ شرم! شرم"!!

ہنومان "مہاراج! شانتی اور دھیرج سے کام لیجئے۔ خفا ہونے کی کوئی بات نہیں۔ میں جاسوس نہیں ہوں۔ بلکہ آپ کا وہی قدیمی خیر خواہ ہوں۔ اور یہی امر ہے۔ جس نے مجھکو یہاں آنے پر آمادہ کیا۔ ورنہ میرا حوصلہ کہاں جو آپ کے برخلاف چلتا۔

راون۔ "واہ! خوب کہی اچھی خیر خواہی جتلائی۔ اس بیچارے سپاہی کا ناحق خون کیا۔ میرے حکم کی کچھ پرواہ نہ کی۔ زبردستی باغ میں جا گھسے۔ کیا اسی کا نام خیر خواہی ہے"؟

ہنومان۔ "مہاراج! مصلحت وقت نے یہی رائے دی۔ کہ بغیر اجازت حاصل کرلے کے سیتا سے ملوں۔ اور اسی بات نے رندھیر کے مارنے پر آمادہ کیا"۔

راون۔ (غصہ سے تیور بدلکر) "وہ کونسی بات تھی۔ جس نے تم کو ایسی نالایق حرکت پر آمادہ کیا ہے"

ہنومان۔ "رامچندر جی کی مصیبت زدہ حالت دیکھکر کون بشر ہے جو آنسو نہ بہائے کون پتھر دل ہے جو موم نہ ہو۔ ذرا بچارئے تو سہی۔ اُنہوں نے کس حالت میں اور کیوں بن باس اختیار کیا؟ صرف اسی لئے کہ دنیا میں یہ نیک مثال قایم ہو کہ اولاد کو والدین کا اس طرح فرمانبردار ہونا چاہئے۔ راج کو چھوڑکر فقیرانہ لباس اختیار کرکے دکھلا دیا۔ کہ دھرم کے آگے دہن ہیچ ہے۔ آہ! سیتا جی کا اس حالت میں اُن سے جدا ہونا کچھ تھوڑی سی بات نہیں۔ خود ہی فرمائیے! انسان جو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے یہی

ہے تاکہ وہ نیک و بد کی تمیز کرسکتا ہے۔ ایک دوسرے کی تکلیف میں شریک ہوسکتا ہے۔ اب آپ ہی انصاف کیجئے۔ کہ میں انکی یہ حالت دیکھکر کیونکر پہلوتہی کرسکتا تھا"؟

راون۔ "کیا یہ ان کا دھرم تھا۔ کہ سوپ نکھا کو نظر بد سے دیکھتے۔ کھر اور دوکھن وغیرہ کو مارتے"۔

ہنومان۔ "سوپ نکھا کی نسبت بالکل جھوٹ اور سراسر غلط الزام ہے آپ ایسی باتوں کی اُن سے ہرگز اُمید نہ رکھیں۔ ہاں اُنھوں نے کھر اور دوکھن کو ضرور مارا ہے۔ لیکن وہ کیوں؟ اپنی جان بچانے کے لئے۔ جو کسی طرح سے بھی شاستروں کے برخلاف نہیں ہے۔ کیا اُن کو شرم نہ آئی کہ چودہ ہزار سپاہ لے کر اُن پر حملہ آور ہوئے۔ مگر اِن دونوں کی بہادری اور مستقل مزاجی کو دیکھئے۔ کہ کس طرح ان سب کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دیا (کچھ سوچ کر) آہا! میں سمجھ گیا۔ یہی باعث۔ جس نے آپکو اس ناپاک خیال پر آمادہ کیا۔ ورنہ آپ جیسے ودوان سے یہ اُمید کب ہوسکتی تھی"۔

راون۔ "آج تمہاری گفتگو ایسی گستاخی کا پہلو لئے ہوئے کیوں ہے۔ کیا سابقہ راہ و رسم پر یکدم پانی پھر گیا۔

ہنومان۔ نہیں! نہیں! میں آپ کا اُسی طرح مددگار ہوں۔ جاں نثار کرنے پر تیار ہوں۔ مجھے ہردم آپ کی بہتری کا خیال لگا رہتا ہے۔ زیادہ تر یہاں آنے کی یہی مراد ہے۔ کہ آپ کو سمجھا کر سیتا جی کو لے جاؤں۔ اور رامچندر جی سے معافی کی درخواست کروں تاکہ جنگ و جدل تک نوبت نہ پہنچے"۔

راون۔ (مسکرا کر) "اوہو! شاید یہی خیال تم کو یہاں لایا ہے۔ ہم تو خیال کرتے تھے کہ تم بڑے لایق ہو۔ اور ہر ایک بات کو بخوبی سمجھتے ہو۔ افسوس ہماری سمجھ نے ہمکو دھوکھا دیا۔ بھائی ذرا ہوش کی دوا کرو۔ کیا اُن بن باسیوں سے جن کا نام لینے سے شرم آتی ہے ہمارے لئے معافی کی درخواست کروگے ایسی بات منہ سے نکالتے ہوئے شرم تو نہ آئی؟ کیا تمہارے کہنے سے میں اُس حسن کی دیوی کو جس نے میرے دل جگر میں اپنا مسکن بنالیا ہے واپس بھیجدونگا کبھی نہیں! جاؤ ان سے کہدو کہ اس خیال باطل کو اپنے دل سے نکال دیں۔ ورنہ جان کے بھی لالے پڑجائینگے"۔

ہنومان۔ "مہاراج! یہ معاملہ نہایت غور طلب ہے۔ اچھی طرح سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔ ایشور کی کرپا سے آپ چاروں ویدوں اور کھٹ شاستروں سے بخوبی ماہر ہیں نیک و بد کو پہچانتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے۔ کہ آپ جیسے ودوان کا پر استری کی نسبت ایسا خیال ہو۔ بے ادبی معاف! کیا سندودری وغیرہ رانیاں سیتاجی سے کم حسین ہیں؟ نہیں! میرے نزدیک آپ کو جس بات نے اس ناپاک گندے خیال پر آمادہ کیا۔ وہ وہی سوپ نکھا کی شکایت تھی اور وہ کھن کی تباہی کے متعلق ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں! انسان غصہ کی حالت میں ناکردنی بھی کر بیٹھتا ہے۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ سیتاجی کو میرے ساتھ کر دیجئے! سنسار میں دہرم کا رتبہ سب سے اعلیٰ اور افضل ہے۔ اس کو دھبہ نہ لگنے دیجئے۔ آپ ہی بچارئیے جو انسان ہو کر تمام کائنات سے گر جائے۔ دھرم ادھرم کا بچار نہ کرے۔ کیا وہ دنیا میں حقارت اور نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائیگا۔ ؎

چہ خوش گفت دانائے دانش گرائے	که آدم بود آدم از عقل و رائے
وگرنہ دریں عرصۂ پر خروش	سگ و گربہ ہم چشم دارند و گوش

راون۔ "ہاں! ہاں! میں سب کچھ جانتا ہوں۔ تمہاری نصیحت کی چنداں ضرورت نہیں۔ جو ہوا سو ہوا۔ مگر اب تو وہ بات ہے کہ سر جائے پر بات نہ جائے۔ ہم اپنے ارادے سے کبھی باز نہیں رہ سکتے۔ میں جب تک سیتا کو اپنے محل کی رانی نہیں بنا لیتا صبر نہیں آتا۔ تسکین نہیں ہوتی۔ کیا ہوا سندودری وغیرہ رانیاں اعلیٰ درجہ کی خوبصورت اور سندر ہیں۔ لیکن اس وقت جس کی پیاری صورت نے ہمارے دل پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ وہ سیتا ہی ہے۔ جیسے چاند کی چاندنی دیکھکر چکور کو سیری نہیں ہوتی۔ اسی طرح بغیر دیکھے سیتا کے ہمارے دل کی حالت ہے۔ شعلہ تو شعلہ ہی ہے۔ کیا آگ کا اور کیا چراغ کا۔ لیکن پروانہ دونوں پر کیوں نہیں فدا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جس نے دل کو پسند کیا۔ اُس کے اُلجھن میں پھنس گیا"۔

ہنومان۔ "مہاراج! سیتاجی کو عام عورتوں میں شمار نہ کیجئے وہ پتی برتا ہے۔ اُس کی آہیں معمولی آہیں نہیں۔ بلکہ فلک کو ہلا دینے والی ہیں۔ جس نے ذرا بھی اپنے دماغ میں

اُس کی نسبت بخیال کیا۔ گویا دین و دنیا سے گیا۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں۔ آپ اس خیال سے درگزریں۔ مہاراجہ رامچندر کو معمولی آدمی خیال نہ کریں۔ اس کی بہادری اور مستقل مزاجی کا نمونہ کھر اور دوکھن کے انجام سے دیکھ لیجئے۔ اُس کے جانگداز تیروں کا جوہر پوچھنا ہو تو انگد سے دریافت کیجئے۔ جس کا باپ بالی جو زمانہ حال کے نامی بہادروں میں شمار کیا جاتا تھا۔ ایک ہی تیر کے لگنے سے دنیا کو خیرباد کہہ گیا۔ آپ کی گفتگو سے شگون سے بد نظر آتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ انسانی خواہشوں کے تابع ہو کر خاندان کو برباد اور رعیت کو تباہ کرینگے۔ ہائے! یہ چنڈال کام جس پر غالب آیا نہ صرف اُسی کو برباد کیا۔ بلکہ اُس کے پڑوسی کو بھی ساتھ لے گیا۔ جو اس نامراد کا مرتکب ہوا۔ نیکی کی بیخ کنی کر کے بدوں میں مرتبہ اعلےٰ پایا۔ دنیا میں حقارت کی نظر سے دیکھا گیا۔ افسوس کا مقام ہے کہ آپ جیسے عالم فاضل اس موذی مرض کا شکار ہوں۔ پرمیشر کے واسطے اپنے حال پر رحم کیجئے۔ اور سیتا جی کو ہمراہ لیکر رامچندر جی سے معافی مانگئے اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اس وقت میری باتیں آپ کو نہایت تلخ اور کڑی محسوس ہوتی ہونگی۔ لیکن یاد رہے۔ کہ وہ وقت نزدیک ہے۔ جب آپ اس وقت کو یاد کر کے پچھتائینگے۔ اور میری ان باتوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھینگے"۔

راون (طیش میں آکر) "کوتہ اندیش! بس چپ رہ۔ زیادہ بکواس نہ کر۔ تمہارے بزرگوں کا بہت پاس کیا۔ اُن کے بار احسان کو بخوبی جانچا۔ اور یہی باعث ہے۔ جس نے ہم کو تمہاری گستاخانہ باتیں سنکر خاموش رہنے پر مجبور کیا مگر افسوس تمہاری قضا تمہیں گھیرے ہوئے ہے۔ ورنہ تمہاری یہ طاقت کہاں۔ جو اس طرح بے باک ہو کر زمین و آسمان کے قلابے ملاؤ۔ اور ہمکو دھمکاؤ۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ اگر اور کوئی اس طرح کی حرکت کرتا۔ تو فوراً اس کی زبان حلق سے کھینچ لی جاتی۔ لیکن تیری ننھی سی جان پر رحم آتا ہے۔ خیر اسی میں ہے کہ میری آنکھوں سے دور ہو جا۔ ورنہ ایک ہی وار میں تمہارا کام تمام ہو جائیگا۔ اور ان بن باسیوں سے کہدو کہ جلد خاموشی تانکر سو رہیں۔ اگر کچھ زور آزمائی کا خیال ہے۔ تو اسطرف سے بھی انکار نہیں"۔

ہنومان - (تیوری چڑھا کر) "میرا بھی بار بار اسی بات پر زور دینا کہ رامچندر جی کی آتش غضب کو فرو کیجئے اس بات پر مبنی تھا - کہ ہمارے بزرگوں کا آپ سے قدیمی راہ و ربط چلا آیا ہے - ورنہ ہم کو کیا! تمہارا خاندان او تم چولھے میں پڑو یا خاک میں ملو لیکن یہ یاد رہے کہ جن لوگوں نے رامچندر جی کی مصیبت میں حصہ لیا ہے اُن کی جنگی طاقت کو دیکھکر بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ لنکا کی بربادی اور آپ کی آبروریزی کا پورا پورا انتظام ہو چکا ہے - صرف میرے جانے کی دیر ہے - نہیں! نہیں! یوں سمجھئے کہ بارود کے ذخیرہ میں فلیتہ لگنے کی کسر باقی ہے وہ بھی سلگ رہا ہے صرف ہاتھ بڑھانے کی کسر رہ گئی ہے کہ تڑاخ! پڑاخ! کی آواز آئی اور لنکا کا تختہ اُلٹا"۔

ؔ پیشتر اس کے کہ ہم لنکا کے جلانے کی نسبت کوئی رائے قائم کریں - اس وقت کے واقعات کا دیکھنا ضروری ہے کہ اُن سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

سندر کانڈ صفحہ ۸۴۹ - سرگ ۵۲ اول ببھیکن کے کہنے سے راون نے ہنومان کی جان بخشی کی اور وعدہ معافی کا دیا - تو پھر کیونکر ہو سکتا ہے - کہ اس نے دوبارہ ایسی ناموزوں سزا تجویز کی ہو - ہاں اگر معافی دینے کے بعد ہنومان اُس سے گستاخانہ پیش آتا - یا کوئی صدمہ پہنچانے کی کوشش کرتا - تو ممکن تھا - کہ وہ بھی اپنے خیالات بدل لیتا - لیکن دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی (دیکھو سرگ ۵۲ صدر) تو پھر کیونکر ممکن ہے - کہ ایک عالم شخص بغیر کسی وجہ کے پل بھر میں اپنے خیالات کو تبدیل کر لے (دویم) اگرچہ رامائن کی تحریر سے یہ ہرگز نہیں پایا جاتا - کہ ہنومان بندر (حیوان) تھا - لیکن اگر ہم اس وقت کے لئے ایسا مان بھی لیویں تو کیونکر ہو سکتا ہے - کہ بیشمار راکشوں کی موجودگی میں جس کی تعداد گوسائیں تلسی داس جی نے دس کروڑ کے قریب بتلائی ہے (دیکھو تلسی کرت رامائن چھاپہ بمبئی صفحہ ۶۸۸ تا ۶۹۱) ایک بندر کو جبکہ اسے گھسیٹتے ہوئے لنکا کے گلی کوچہ میں لے جا رہے تھے - ایک آہنی ستون اُکھاڑنے کی فرصت دی ہو - جس سے ہنومان نے راکشوں کو مار کر بھگا دیا - اور خود لنکا کے محلات پر چڑھ کر مکانات کو جلانا شروع کر دیا ہو - اگر یہ بھی بالفرض مان لیویں - تو تاہم عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایسا ہوا ہو - کیونکہ

ہنومان کی پرجوش تقریر سنکر حاضرین کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ انگشت بدنداں ہوکر بڑی حیرانگی سے ہنومان کی طرف دیکھنے لگ گئے۔ اور ایک سناٹا تھا جس نے

لنکا کے مکانات پختہ تھے۔ اور پختہ مکانات کو جب تک کہ اندر سے آگ نہ لگائی جائے۔ انکا جلنا ذرا دشوار ہے (دیکھو سندر کانڈ صفحہ ۵۴) ہاں اگر گھاس پھوس کے چھپر بجائے مکانوں کے ہوتے۔ تو بلا حیلہ وحجت ہم ماننے کو تیار تھے۔ مگر رامائن سے ایسا ہرگز پایا نہیں جاتا۔ (سویم) ایک قلیل سے عرصہ میں تمام لنکا کا جو ایک پختہ چونہ گچ شہر بنا ہوا تھا۔ سوائے ببھیکھن کے گھر اور آسوگ باغ کے جلکر خاک سیاہ ہوجانا جیسا کہ سرگ صدر سے واضح ہوتا ہے۔ نہایت ہی تعجب خیز واقعہ ہے۔ خیر کچھ ہی کیوں نہ ہو ہم اس کو بھی مان لیتے اگر ذیل کے واقعات ہم کو تسلی بخش جواب دیتے (اول) جب جیو پا کچھ راکش کنبھ کرن کو بیدار کرنے گیا۔ تو سب حال سیتا کے لانے اور ہنومان کے آنے کا اس کے گوش گذار کیا۔ لیکن لنکا کے جلانے کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ (صفحہ ۶۸ و ۶۹ سرگ ۶۰ لنکا کانڈ) حالانکہ سرگ ۵۴ صفحہ ۵۶ سندر کانڈ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہزاروں عورتیں بال بچوں سمیت جلکر راکھ ہوگئی تھیں۔ اور ہزاروں گر کر مرگئی تھیں (دویم) ہنومان کے جانے کے بعد جب راون نے اُن لوگوں کو طلب کیا جو اُس وقت حاضر نہ تھے۔ تو پربست منتری نے آکر کہا۔ کہ آپ غمگین کیوں ہوتے ہیں۔ میں آپ کا وہ سپہ سالار ہوں جس سے دیوتا۔ دانو۔ گندھرب اور راکش لوگ ڈرتے ہیں۔ بانروں کی کیا ہستی ہے جو دم مار سکیں۔ افسوس میں اُسوقت (جب ہنومان آیا تھا) اپنے گھر انند میں مگن تھا۔ ہنومان دھوکہ دیکر چلا گیا۔ تو کیا پرواہ ہے؟ لنکا کانڈ صفحہ ۸ سرگ ۸۔ ناظرین! ذرا غور فرمائیں۔ کہ لنکا میں تو اس قدر تباہی ہو۔ کہ کوئی گھر جلنے سے نہ بچے خاص اس منتری کا۔ جیسا کہ صفحہ ۶۶ سرگ ۵۴ سندر کانڈ سے واضح ہوتا ہے کہ سب سے پہلے جلایا گیا تھا۔ تو پھر اس کا یہ کہنا کہ میں اپنے گھر آنند میں مگن بیٹھا تھا۔ کیا معنے رکھتا ہے؟ آپ ہی انصاف کریں۔ (سویم) ورُسکھ منتری راون سے کہتا ہے کہ آپ کیوں فکر کرتے ہیں؟ بانر لوگ کبھی جیت نہیں سکتے۔ کیا ہوا وہ (ہنومان) دھوکے میں ایسا کر گیا۔ وہ تو چوروں کی طرح آیا تھا۔ لنکا کانڈ صفحہ ۹۔ سرگ ۸۔ (دیکھو صفحہ ۱۷۸)

سب کو آغوش میں لے لیا۔ راون کے دل کی حالت تو اس وقت اشو جانے کیا ہے
مگر اُس کی پیشانی کے بل غصہ کا فوٹو کھینچ کھینچ کر حرارت کے تیز آب میں اپنے عکس کا

ناظرین مذکورہ بالا باتوں کو وزن کیجئے اور وچارئیے کہ ان سے کیا ثابت ہوتا ہے ؟
علاوہ ازیں بہت سے واقعات ہیں۔ جن سے لنکا کا جلایا جانا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی تلسی کرت اور بالمیکی رامائن اس بارہ میں متفق ہیں۔ بلکہ ان دونوں کے بیان میں بڑا بھاری فرق ہے۔ تلسی کرت رامائن چھاپہ بمبئی صفحہ ۹۸۸ سے ۹۹۱ تک دیکھنے کی تکلیف گوارا کیجئے۔ چہارم تمام وید شاستر بتلاتے ہیں کہ بیگناہ کا خون اور کسی کے مکان کو جلانا بڑا بھاری گناہ ہے۔ تو کیونکر قابل یقین ہو سکتا ہے۔ کہ ہنومان جیسے مہاتما نے جس کو رامائن میں پنڈت اور دھرماتما مانا گیا ہے ایسا کیا ؟ نہیں! ہرگز ہنومان نے ایسا نہیں کیا۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ معاملہ کیا تھا۔ جس پر بقدر مبالغہ کیا گیا؟
ناظرین! داناؤں نے جلنا یا جلانا تین قسم کا قرار دیا ہے۔ اول آگ سے۔ دوسرا کسی کی حشمت وغیرہ کو دیکھکر حسد سے جلنا۔ تیسرا کسی زبان درازی کو سُنکر یا آیندہ آنے والی آفتوں کو محسوس کرنے سے۔ کیونکہ اول الذکر سے تو بدن جل کر بھسم ہو جاتا ہے مگر انسان کا غنچہ دل جو خوشی کی حالت میں مانند کنول کے پھول کے کھلا ہوا ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا حالتوں کے ہونے سے اُسی طرح سکڑ جاتا ہے۔ جیسے تھوڑی سی آگ سے چمڑا۔ پس یہی آخری حالت باشندگان لنکا کی سمجھئے۔ ورنہ درحقیقت لنکا جلائی نہیں گئی جیسا کہ عام طور پر غلطی سے مشہور ہے۔ بلکہ اہل لنکا اور راون کا دل ہنومان جی کی گفتگو اور دلیرانہ حرکات کو دیکھ اور آیندہ آنے والی تباہی کو سُنکر جل گیا تھا۔ اسی طرح لنکا کانڈ صفحہ ۹۴ سرگ ۷۵ میں دوبارہ لنکا جلائے جانے کا ذکر ہے۔ جو سوائے لفظ جلانے کے اور کچھ معنی ظاہر کرتا۔ مگر جب ہم اس پر بھی غور کرتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ لچھمن اور ہنومان وغیرہ کے صحت یاب ہونے سے (جن کا ذکر آگے آئیگا) ان لوگوں کے دل جل گئے تھے۔ اور یقین ہو گیا تھا۔ کہ اب رامچندر جی ضرور فتحیاب ہونگے۔ اس لئے وہ لوگ پژمردہ خاطر ہو گئے تھے۔ اور لایق مصنف بالمیک جی نے اُن کے

جوہر دکھا رہے ہیں۔ آنکھیں سُرخ ہو کر چہرہ تمتما گیا۔ تلوار لیکر اُٹھا۔ مگر ببکیمن (راون کا بھائی) نے جو اس کے دائیں طرف بیٹھا ہوا اس سین کو دیکھ رہا تھا فوراً آ کے پکڑ لیا اور بولا۔

"ہاہا! کیا کرتے ہو۔ سفیر پر وار کرنا تمہاری شان کے برخلاف ہے۔ ناحق تم نے بیٹھے بٹھائے سر درد خرید لیا"۔

ہنومان (جلدی سے) گستاخی معاف دردسر! یہ کیوں نہیں کہتے! اِدھر ہوگا اور سر بھی نہ ہوگا۔

اس فقرہ کو سُن کر راون کا جوش اور بھی شعلہ زن ہوا۔ ببکیمن کو غصہ سے پیچھے ہٹا دیا۔ اور دو چار ایسی سخت باتیں سنائیں۔ کہ وہ بیچارہ اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ اور راون نے بآوازِ بلند اپنے بیٹے میگناتھ سے کہا۔

"خبردار یہ جانے نہ پائے"۔

اُف! اس لفظ کے زبان سے نکلنے کی دیر تھی۔ کہ کوؤں کی طرح یہ لوگ ہمارے شیر مرد پر ٹوٹ پڑے۔ مگر اس کو دیکھئے کیسی جوانمردی اور دلیری سے گرز گھماتا

بڑھے ہوئے رنج و غم کو جلنے سے تشبیہ دی تھی۔ جس کی اصلیت کا کچھ بھی خیال نہ کر کے مو‌لفوں نے بھی دوبارہ لنکا کا جلانا قرار دیا۔

جہاں تک ہم راماین کو دیکھتے ہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ غیر فرقہ یا مذہب یا جہالت کی مہربانی ہے۔ جس سے بہت سے فروعات رامائن میں داخل کئے گئے جن کے باعث آج غیر ممالک اس کو فرضی داستان خیال کرتے ہیں۔ دیکھئے کہاں رامائن جس کو آٹھ لاکھ برس گذرے۔ اور کہاں مہابھارت کا زمانہ جسکو آج قریب پانچ ہزار سال کے گذرتے ہیں (دیکھو لنکا کانڈ صفحہ ۹۹ سرگ ۸۰) مگر لوگوں نے رامائن میں مہابھارت کے واقعات داخل کر دیے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دراصل بالمیک جی کی تصنیف کی نقل نہیں۔ بلکہ قیاس غالب آتا ہے۔ کہ وہ گم ہو گئی ہونگی۔ اور مہابھارت کے زمانہ کے بعد لوگوں نے زبانی سنکر تصنیف کی۔ اور یہی وجہ ہے کہ ارتھیوں کے اترتھ ہو گئے

ہوا پیچھے ہٹ رہا ہے۔ کہ ایک بھی تو نزدیک نہیں آنے پاتا۔ ہائے! ہائے! ہائے! نوجوان اچھئی کمار (راون کا لڑکا) ایک ہی گرز کے لگنے سے کیسا زمین پر تڑپ رہا ہے۔ اگرچہ میگھ ناتھ اور چند ہمراہی اس کے تعاقب میں ہیں۔ لیکن ہنومان کو دیکھئے اب نظر سے ایسے غائب ہوئے ہیں جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ ہاہا اس وقت لنکا میں عجیب کھلبلی مچ رہی ہے۔ چاروں طرف سے ہاہاکار کی آواز آ رہی ہے۔ مرد و زن مکانوں کی چھتوں پر کھڑے ہوئے اس سین کو بڑی حیرت سے دیکھ دیکھ کر ہنومان کی بہادری پر عش عش کر رہے ہیں۔ اور یہ جوانمرد بڑی مستقل مزاجی سے اپنے دشمنوں کا مقابلہ کرتا ہوا شہر لنکا سے باہر نکل گیا ہے۔ اور کوٹاچل پہاڑ کے نزدیک پہنچا ہی تھا۔ کہ میگناتھ کی امداد کے لئے ایک جرار دستہ جنگی سپاہ کا مسلح ہو کر آگیا۔ مگر ہمارے بہادر جرنیل نے جلدی سے پہاڑ پر چڑھکر ان سب کو ایسی بھلاوٹ میں ڈالا۔ کہ یہ لوگ ادھر اُدھر تلاش میں رہے۔ اور یہ پوان میں بیٹھکر اکاش مارگ سے سمندر کو عبور کرتا ہوا دکھائی دیا۔ اس کو دیکھتے ہی میگھ ناتھ کا رنگ فق ہو گیا۔ غیرت اور شرم نے سب کے سر نیچے جھکا دئے۔ دیکھئے یہ کیسی صورت بنا کر موت کو زندگی پر ترجیح دیتے اور آنکھوں سے زمین پر وحشت برساتے ہوئے واپس جا رہے ہیں۔

باب ۴۱

فوج کشی

ہمارا خیال ہمکو لیکر کسکندا کے اُس وسیع میدان میں جو جھیل پمپا کے قریب ہی واقع ہے۔ اور جہاں بہت سے خیمے نصب ہیں اُسوقت پہنچا۔ جبکہ آفتاب زعفرانی چادر اوڑھے دنیا کی بے ثباتی کا اظہار کرتا ہوا مغرب کو جا رہا ہے۔ اور سندھیا دیوی کی آمد آمد سے اُن لوگوں کا آتما جن کو کچھ پرماتما کی لگن ہے کنول کی

طرح کھل کر ایکانت پوتر استھان میں بیٹھ منصبی فرض کے ادا کرنے کی یاد دلا رہا
ہے۔ لیکن اُن لوگوں کا دل جو نفسانی خواہشوں کے بس میں ہو کر دن کی بیش بہا
گھڑیوں کو نہایت بے چینی اور پریشانی سے ظلمت شب کے انتظار میں اس غرض
سے شمار کرتے تھے۔ کہ کب وہ اُن کو اپنے آغوش میں چھپائے اور یہ اپنے ناجائز
فعلوں میں مصروف ہوں۔ جلتے ہوئے چمڑے کی طرح سکڑا جا رہا ہے۔ آہ! کیسی
افسوسناک حالت ہے اُن لوگوں کی جو دھرم ادھرم کا وچار نہیں کرتے۔
پیارے دوستو! دن کو آفتاب جہاں تاب کی روشن منور کرتیں اُن کا خون خشک
کرنے میں دریغ نہیں کرتیں۔ اور رات کو خوشنما تارے آنکھیں نکال نکال کر انکی
روحوں کو پاپ کے کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن نفسانی خواہشوں
کے بس میں یہ کچھ ایسے بدمست ہیں۔ کہ ان سب کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ اور
اور اپنے آتما کا خون کرتے ہوئے پاپ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس وقت
ہمارے مہاراجہ رامچندر اپنے دلی ولولوں کو اندر ہی اندر ضبط کیئے کیسے بیٹھے ہیں
جیسے کھِلنے والی کلی! اتنے میں لچھمن جی اُداس صورت بنائے اور سر جھکائے ہوئے
آکر بیٹھ گئے اور بولے۔ "مہاراج! ہنومان اب تک واپس نہیں آیا"۔
رامچندر۔ "ہنومان آج نہیں کل آجائیگا۔ مگر تمہارا ہر وقت کا مغموم رہنا اچھا نہیں
دیکھو! بزرگوں کا قول ہے۔ کہ ایام زندگی میں جو لمحے غور و فکر کے پیش آئیں اُنکو
مبارک سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ بغیر رکاوٹ اور مقابلہ کے ترقی کرنی ہی ناممکن ہے
دشمن کے مقابلہ میں بزدلی کے خیالات کو دل میں جگہ دیکر بزدل نہیں بننا چاہیئے
دلاوری کے مقابلہ میں ہراساں اور ناامید ہونا درست نہیں۔ جوانمرد بنو! کمر ہمت
مضبوط کرو! اور ایشور پر بھروسہ رکھو۔ دیکھو پردۂ غیب سے کیا ظہور پذیر ہوتا ہے۔
لچھمن کچھ جواب دینے کو تھا۔ کہ اتنے میں سگریو۔ ہنومان۔ انگد وغیرہ شاداں
وخنداں خیمہ میں داخل ہوئے۔ جن کو دیکھتے ہی لچھمن جی کے چہرے پر بشاشت سی
آگئی۔ اور ہنومان جی سے کچھ پوچھنا چاہا۔ مگر اُس نے بجائے اس کے لچھمن جی کی
طرف متوجہ ہو اپنے آپ کو رامچندر جی کے پاؤں پر گرا دیا۔ اور اُنہوں نے فوراً

اُٹھا چھاتی سے لگالیا۔ اور اسی طرح سب یکے بعد دیگرے قدمبوس ہوئے۔ اور یہ خبر ایک لحظہ کے اندر تمام کیمپ میں پھیل گئی کہ ہنومان وغیرہ سیتاجی کی خبر لیکر واپس آگئے ہیں۔ تمام راجے مہاراجے جو وہاں خیمہ زن تھے جوق جوق آنے لگے۔ اور ہمارے بہادر نے سب سے پہلے سیتاجی کا چوڑا رامچندر جی کے آگے رکھا۔ اور بعد میں اپنی سرگذشت ان کے گوش گذار کی۔ راون کی نخوت آمیز باتوں کو سنکر حاضرین کے چہرے مارے غصہ کے تمتمانے لگے۔ اور اُس کی اہنکار کی بھری ہوئی باتوں کے شرارے ان لوگوں کے کانوں کی راہ سے ان کے دماغ میں پہنچنے کی دیر تھی۔ کہ دھواں بن بنکر آنکھوں سے نکلنے لگے۔ تھوڑی دیر تک تو عالم سکوت رہا۔ اس کے بعد سگریو نے کہا۔

بس اب زیادہ دیر کرنے کا وقت نہیں۔ راون کی گستاخی کا جواب ہماری تلواروں کی زبانیں اور سنانوں کی نوکیں اچھی طرح دینگی۔ ہم کو پہلے ہی یقین تھا۔ کہ وہ بدکردار کبھی راہ راست پر نہیں آئیگا"۔ اور چاروں طرف سے یہی صدا بلند ہوئی۔ غرض اُسی وقت مشورہ ہو کر نیل[1] کو رسد رسانی کے کام پر مامور کیا گیا۔ اور رشبھ اور بلی مونکھ کو سفرمینا کی پلٹن کے سرپرست کی حیثیت میں صبح ہی کوچ کا حکم ملا۔

صبح ہوتے ہی بیشمار فوج کسکندا سے روانہ ہو کر ساتویں روز شام کے وقت سمندر کے کنارے پہنچی۔ حسب معمول سب نے سندھیا کے بعد کھانا کھایا۔ پھر تمام راجے مہاراجے رامچندر جی کی فرودگاہ میں آئے۔ اور سمندر کے عبور کرنے کے متعلق مشورہ کرتے رہے۔ آخریہ تجویز قرار پائی۔ کہ سمندر پر ایک پُل باندھا جائے تاکہ سپاہ کے پار اُترنے میں کوئی دقت نہ ہو۔ اور اس کام کو لایق انجنیئر بسوکرمان کے لڑکے نل کے سپرد کیا۔ جس نے اس ذمہ داری کو بخوشی منظور کیا۔ اور اسی دم سپاہ کو سامان اکٹھا کرنے کے واسطے حکم دیدیا۔ چنانچہ دیکھیے ہر ایک سپاہی کیسی جانفشانی سے سرتوڑ کوشش کر مصالح مہیا کر رہا ہے۔ دس۔ بیس۔ پچاس کوس کا کچھ خیال نہیں۔ جہاں سے جو چیز ملی فوراً لائی گئی اور پل کی تیاری شروع ہو گئی[2]۔

[1] لنکا کانڈ سرگ ۴

[2] بالمیکی راماین۔ لنکا کانڈ سرگ ۲۲ صفحہ ۲۸ و ۲۹۔ اس جگہ اور کوئی ذکر نہیں صرف رامچندر جی نے اپنے اشٹ دیو کی اوپاسنا کی ہے۔

باب ۴۲

راون کا دربار

صبح کا سہاؤنا وقت ہے۔ لنکا کے شاہی محلوں میں جا بجا ہون ہو رہے ہیں سوگند ہت سامگری کی لپٹیں ہر ایک کمرے کو معطر کر رہی ہیں۔ اور شام وید کے چھند پنڈت لوگ کچھ ایسی سُور سے پڑھتے ہیں۔ کہ اُنکی آواز کانوں میں پہنچتے ہی دل کی تمام کلفتیں دور کر دیتی ہے۔ غنچہ دل کنول کی طرح کھل جاتا ہے۔ اور بے اختیار دل یہی چاہتا ہے۔ کہ سب کام کو چھوڑ کر اُنہیں کو سنا کریں۔ ایسے وقت میں ہمارا خیال جہاں پہنچتا ہے۔ وہ لنکا کا دربار خاص ہے۔ جہاں اسوقت راون تخت شاہی پر جلوہ افروز ہے۔ ببکھیمن اور میگھ ناتھ بھی بڑے کروفر سے اسکی دائیں طرف بیٹھے ہیں۔ منتری اور جنگی افسر اپنی اپنی جگہ پر مامور ہیں۔ مگر سب کے سب کسی آنے والی گھڑی کے انتظار میں ایسے خاموش بیٹھے ہیں۔ جیسے ایک جوگی یاد ایشور میں۔ مگر نہیں عابد کا چہرہ تو کندن کی طرح دمک کر ایشور شکتی کو ظاہر کرتا ہے۔ اور برعکس اُس کے یہاں سب حاضرین حواس باختہ اور پریشان صورت نظر آتے ہیں۔ آہ! راون کے چہرے کو تو دیکھئے! کیسا زرد ہے۔ یاس اور حسرت ٹپک رہی ہے۔ طرح طرح کے خیالات پیدا ہو کر اس کے دماغ میں چکر کھا رہے ہیں۔ اور فکر کے بوجھ سے گردن جھکی جاتی ہے۔ حاضرین دربار میں سے کوئی بھی بشاش نظر نہیں آتا۔ بہت دیر تک عالم سکوت رہا۔ اور آخر یہ سکوت راون کی لب کشائی سے ٹوٹا۔

راون۔ "آخر رامچندر نے اس قدر فوج کہاں سے جمع کر لی؟ اس کے تو ارمان غم۔ افسوس یا حسرت کی فوج ہونی چاہئے تھی۔ یہ بہادر جنگجو سپاہیوں کا لشکر اسے کہاں سے مل گیا؟ غالباً یہ سگریو کی کارستانی ہے۔

منتری۔ "مہاراج! اسوقت سمندر کے پار کئی کوسوں میں جدھر لشکر ہی لشکر دکھائی

دیتا ہے۔ جہانتک نگاہ کام کرتی ہے۔ خونخوار تلواروں کی زبانیں اور سنانوں کی نوکیں چمکتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اور سمندر کو عبور کرنے کے لئے بڑی سرگرمی سے کوشش کر کے پل باندھا جا رہا ہے۔ یقیناً وہ ایک دو روز میں ہی اس پار آ جائیں گے"۔

راون۔ "ایں! اس قدر سپاہ؟ اور اب سمندر کے عبور کرنے کے لئے بھی پل باندھا جا رہا ہے"! یہ کہا اور حیرت زدہ ہو کر منتری کی طرف دیکھنے لگا۔

منتری۔ "مہاراج! جو کچھ میں نے عرض کیا وہ شنید نہیں بلکہ چشم دید واقعہ ہے۔ تمام بانر دیپ کے بہادر لڑائی پر آمادہ ہیں"۔

ان لفظوں کو سُنکر راون کے بدن میں رعشہ سا پڑ گیا۔ اور منتری کے منہ کی طرف دیکھتے کا دیکھتا رہ گیا۔ ناظرین! دیکھئے یہ وہی راون ہے جو اپنے برابر کسی کو شمار نہیں کرتا تھا۔ باوجود دس[1] کروڑ جرار سپاہ کے اس وقت کیا پژمردہ خاطر ہو رہا ہے طرح طرح کے خیالات پیدا ہو کر اس کے بہادر دل کو چٹکیاں لے کر پریشان کر رہے ہیں۔ چہرے پر وہ رونق دکھائی نہیں دیتی تمام اعضاء سست اور ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ وہی دیوان خاص جس میں بہادروں کی پرجوش تقریریں گونج کر بزدلوں کا بھی حوصلہ بڑھاتی تھیں۔ آج وہیں سے یاس اور حسرت ٹپک رہی ہے۔ اور در و دیوار سے وحشت برس رہی ہے۔ یہ سب کیوں؟ دھرم ادھرم کا نہ جاننا۔ اور نفس پرستی کا نتیجہ۔ ایبا رے سجنوں راون کو ملول خاطر اور غمگین دیکھکر پربہت منتری بولا۔

"مہاراج آپ کیوں فکر کرتے ہیں۔ ہم لوگ آپکی بات پر اپنی جان تک نثار کر دینگے اور آپ کو آنچ نہ آنے دینگے۔ لیکن اگر آپ کی یہی حالت رہی تو ہمارے بھی حوصلے اسی طرح اوبھر اوبھر کے بیٹھ جائینگے۔ جیسے پانی کا بلبلا۔

درمکھ۔ "مہاراج! آپ اسقدر متفکر ہو رہے ہیں۔ رام چندر جی کی کیا حیثیت ہے۔ جو ہم لوگوں کا مقابلہ کرے۔ کچھ پرواہ نہیں۔ اگر بانر لوگ اس کی امداد پر مستعد ہیں۔ خیال تو کیجئے۔ کہ اندر۔ یم راج۔ کوبیر۔ برن وغیرہ کیا اس سے کم تھے۔ مگر کیسے پامال ہوئے۔ جیسے ہاتھی کے پاؤں میں چیونٹی۔ بس ان کو بھی تب تک جانئے جب تک مقابلہ نہیں ہوتا"۔

[1] دیکھو بالمیکی راماین لنکا کانڈ صفحہ ۱۹۔ سرگ ۲۴

راون۔" اسوقت جو تم اس طرح کی باتیں بنا رہے ہو اس وقت کہاں تھے؟ جب ہنومان بر سر اجلاس میری آبرو خاک میں ملا کر چلا گیا۔ اکیلا میگھ ناتھ اُس کے مقابلہ پر نکلا۔ اور تم لوگوں کی شکل تک نہ دکھائی دی"۔

پرہست۔" مہاراج! ہم کو تو خبر ہی پیچھے ہوئی تھی۔ میں تو اُسوقت بڑے آنند سے[1] اپنے گھر میں مگن بیٹھا تھا۔ اسوائے اس کے وہ بے خبر آیا اور دھوکا دیکر چلا گیا"۔ اسمیں ہمارا کیا۔

درمکھ (تیوری چڑھاکر) "مہاراج! ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ بانر لوگ ہم پر غالب آجائیں۔ کیا ہوا جو ایک شخص چوروں کی طرح آیا۔ اور دھوکا دیکر چلا گیا"۔

راون۔" مانا کہ تم لوگ اسوقت موجود نہ تھے۔ مگر جو یہاں تھے اُنہوں نے کیا کر لیا جو تم نے نہ کیا۔ کیا یہ شرم کی بات نہیں۔ کہ وہ اکیلا۔ اور ہم لوگ اسقدر"۔

اتنے میں کنبھ کرن بھی آگیا۔ اور وہ راون کی گفتگو سنکر بولا۔

" راجن! اب اس طرح کی باتوں سے بیقرار ہونے کا فایدہ کیا؟ آپ بخوبی جانتے ہیں۔ کہ سچ کے آگے جھوٹھ کی کچھ ہستی نہیں۔ پھر یہ کب ممکن تھا کہ یہ لوگ اُس بہادر پر جس کا آتما راستی کو لئے ہوئے ہاتھوں اُچھل رہا تھا۔ غالب آتے؟ ان کا دل تو شہادت دے رہا تھا۔ کہ آپ نے یہ کام اچھا نہیں کیا۔ پھر وہ کیونکر اُس کے مقابلہ کی تاب لاسکتے؟ راجن! خرمن دروغ کے تباہ کرنے کو راستی کی ایک چنگاری کافی ہے۔ ہائے افسوس! آپ جیسے عالم و فاضل اندریوں کے تابع ہو جائیں۔ آف! یہ آثار خاندان کی تباہی اور راج کی بربادی کے نظر آتے ہیں۔ بڑے ہی اُتم بھاگ ہوں جو آپ رامچندر جی پر غالب آئیں۔ (راون کو چین بچیں دیکھکر) مگر کچھ پرواہ نہیں! ایکدفعہ تو رامچندر کیا تمام بانربنسیوں کو وہ ہاتھ دکھاوں گا۔ کہ پھر اس طرف کا کبھی رخ نہ کرینگے۔ اور جب تک میرے دم میں دم ہے۔ آپ کا بال تک بیگا نہ ہونے دونگا"۔

ببیکھن جو ان سب کی باتیں سن رہا تھا۔ بے اختیار غصہ میں آکر بول اُٹھا۔

" مہاراج! میں سچ کہتا ہوں۔ کہ یہ منتری جتنے ہیں سب جھوٹے خوشامدی ہیں۔ ان میں کسی کا حوصلہ نہیں۔ جو رامچندر کے مقابلہ میں کھڑا ہو۔ یہ آپ کے دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں۔ آپ دیکھ چکے ہیں۔ کہ اکیلے رامچندر نے چودہ ہزار راکشش

[1] لنکا کانڈ سرگ ۵ صفحہ ۸۔

کا نام صفحہ ہستی سے کس طرح مٹا دیا۔ اور اب تو تمام باز دیپ ان کے ہمرکاب ہے۔ ان باتوں کو چھوڑ کر صرف ہنومان کی بہادری پر غور کرو۔ کہ وہ کس طرح سینہ زوری کر کے چلا گیا۔ میگھ ناتھ وغیرہ اُسکا کچھ بھی نہ کر سکے۔ اور اب وہ کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ ہم رامچندر وغیرہ کو زیر کرینگے۔ یہ بالکل جھوٹ اور لغو ہے۔ میرے نزدیک تو یہی بہتر ہے۔ کہ آپ سیتا جی کو بھیجدیں اور اپنی آبرو کو بچالیں +

میگھ ناتھ (طیش میں آکر) چچا افسوس! تم بزرگ ہو کر ایسی بزدلانہ باتیں کرتے ہو۔ کہ دوسروں کا حوصلہ بھی سنکر پست ہو جائے۔ ایسا ڈرپوک ہونا اچھا نہیں اگر چچا جی سے یہ حرکت ہوئی ہے تو کچھ مضایقہ نہیں مگر ہم کو اب ڈر کر سیتا کو بھیجنا بھی مناسب نہیں۔ کیونکہ مرد کی بات ایک ہوا کرتی ہے۔ کس کی طاقت ہے جو میرے سامنے کھڑا ہو سکے۔ اندر۔ یمراج وغیرہ تو میری شکل سے کانپتے ہیں۔ رامچندر وغیرہ کیا چیز ہے؟

ببیکھن۔ "میگھ ناتھ! اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ تم بڑے لایق اور بہادر ہو۔ مگر دیکھو دھرم شاستر کا حکم ہے کہ اگر باپ کوئی ایسا کام کرے۔ جو دھرم کے خلاف اور اسکی شان کے بعید ہو۔ اور جو خاندان کے زوال کا باعث ہو تو اس حالت میں سنتان کو چاہئے۔ کہ والدین کو سمجھا کر راہ راست پر لا دیں اگر وہ نہ مانیں تو علیحدگی اختیار کریں اسلئے اے میگھ ناتھ تیرا فرض ہے کہ مہاراج کو سمجھا کر اُس کو اس خام خیال سے باز رکھے ورنہ یاد رہے کہ داناؤں کے نزدیک تم عاقل نہ شمار کئے جاؤ گے۔ (راون کی طرف اشارہ کر کے) مہاراج میں پکار کر کہتا ہوں۔ کہ سیتا جی کو بھیجکر بیفکر ہو کر راج کیجئے!

ببیکھن کی باتیں سن کر راون کا چہرہ مارے غصہ کے لال ہو گیا۔ اور غضبناک ہو کر بولا۔

ببیکھن! مجھے بڑا افسوس ہے۔ کہ مارِ آستین جو سنتے تھے تم ہی نکلے۔ ارے نالایق یہ تو ہم کو بخوبی ثابت ہو گیا۔ کہ در پردہ تو رام سے سازش رکھتا ہے اور ہمارا بدخواہ ہے۔ بھلا میگھ ناتھ کو کیوں بہکارتا ہے؟ افسوس تم میرے بھائی ہو۔ ورنہ ابھی ان باتوں کا نتیجہ دیکھ لیتے۔ اب خیر اسی میں ہے کہ میری آنکھوں سے دور ہو جاؤ۔ تمہارا یہاں رہنا میرے لئے شکاری

کے اُس بناوٹی ہاتھی کی طرح ہے۔ جس کو جنگلی ہاتھی ہمجنس سمجھ کر دامِ فریب میں آجاتے ہیں۔"

ببیکھن نے "مہاراج! اگر آپ کا ایسا ہی خیال ہے تو لیجئے! میرا بھی نمسکار ہے۔" یہ کہا اور اپنے منتریوں کو ساتھ لے بوان میں بیٹھکر رامچندجی کے پاس چلا گیا۔

جب ببیکھن چلا گیا تو راون نے سک اور سارن منتریوں کو دریافت حال کے لئے مہاراجہ رام چندر کی فوج کی طرف روانہ کیا۔ اور میگھ ناتھ وغیرہ کو سامان جنگ مہیا کرنے کے لئے حکم دیا۔

باب ۴۳

مشورہ

ہم اپنے ناظرین کو جس جگہ کی سیر کرانا چاہتے ہیں۔ وہ سمیل گری ہے۔ شہر لنکا کے جنوب میں تھوڑے فاصلہ پر واقع ہے۔ گو یہ پہاڑ بلندی میں ایسا اونچا نہیں۔ جیسے کہ اور پہاڑ لیکن طول اور عرض کے لحاظ سے سب پہاڑوں پر فضیلت رکھتا ہے۔ اِس پر کھڑے ہونے سے جو قدرتی نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ وہ نہایت ہی دلکش اور فرحت بخش ہے ایک طرف تو سمندر کا پانی بڑے زور شور سے لہریں مار رہا ہے جس پر آفتاب کی تیز شعاعیں پڑ کر اور بھی غضب ڈھا رہی ہیں۔ دوسری طرف شہر لنکا کی سبزی نظر آ رہی ہے۔ اور دائیں بائیں اونچے اونچے سرسبز درخت مستانہ وار جھوم رہے ہیں۔ اور اُن کے درمیان جا بجا خیمے نصب ہیں۔ رنگ برنگی پھریرے اُڑ اُڑ کر اور بھی لطف دکھا رہے ہیں۔ ان سب خیموں کے بیچ میں وہ خیمہ جو بلحاظ اپنی مجموعی خوبیوں کے سب سے نفیس

اور بڑا دکھائی دیتا ہے۔ اور جس کے اردگرد قوی ہیکل جوان برہنہ تلواریں ہاتھوں میں لئے پھر رہے ہیں۔ اور سب سے بلند سُرخ پھریرا ہوا میں اُڑ اُڑ کر دشمن کے حوصلے کو پست کر رہا ہے۔ مہاراجہ رامچندر کا ہے۔ جس میں بانر دیپ کے راجے اور سردار بیٹھے ہوئے انگد[۱] کے ناکامیاب واپس آنے اور راون کی کوتہ اندیشی پر افسوس کر رہے ہیں۔

سگریو۔ مہاراج! آپ ناحق افسوس کر رہے ہیں۔ وہ عقل کا اندھا خاندان کا دشمن جبتک میدان کارزار دیکھ نہیں لیگا باز نہیں آئیگا۔

سوکھین[۲]۔ بیشک! سگریو سچ کہتے ہیں۔ اب دیر کرنی واجب نہیں جہانتک جلد ممکن ہو۔ لنکا کا محاصرہ کیا جائے۔ تو اچھا ہے۔

ببیکھن۔ آہا! تم لوگ کس خیال میں ہو۔ کیا سوچ رہے ہو۔ راون تو اپنا تمام انتظام کرکے لڑائی پر مستعد بیٹھا ہے۔

سگریو۔ کیوں! کچھ خبر ملی؟۔

ببیکھن۔ ہاں! ہاں! ابھی میرے منتریوں نے خبر دی ہے۔ کہ انگد کے آنے کے بعد راون نے مشرقی دروازہ پر پرہست۔ جنوبی پر مہودر۔ مغرب پر میگناتھ اور شمالی پر سک۔ سارن کو بیشمار فوج دیکر تعینات کیا ہے۔

---

[۱] مہاراجہ رام چندر نے انگد کو بھیجکر ایک مرتبہ اور راون کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر برگشتہ بخت راون اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آیا۔ بعض مؤلفانِ رامائن راوی ہیں۔ کہ انگد نے راون کے دربار میں جاکر قدم اس شرط پر جمایا تھا۔ کہ اگر راون یا اوس کا کوئی بھی ماتحت اسکے پاوں کو زمین سے اُٹھا لیگا۔ تو وہ بلا کسی حیلہ وحجت کرنے کے مہاراجہ رامچندر کو جنگ کرنے سے دست بردار ہونے اور سیتا کو اسی حالت میں چھوڑنے پر مجبور کریگا۔ لیکن بالمیکی رامائن سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کسی غیر مذہب کے محقق نے اس بات کی تائید کی ہے (دیکھو بالمیکی رامائن لنکا کانڈ سرگ ۴۱ صفحہ ۴۴)

[۲] یہ راجہ دھرم راج کا پتر تھا۔

سگریو حیرانگی سے رامچندر کی طرف دیکھنے لگا۔ تب رامچندر نے کہا۔
(کچھ دیر سوچنے کے بعد) اچھا پرہست کے مقابلہ میں ببیکھن اور کمود۔
مہودر سے۔ ست بلی۔ اور انگد۔ میگھ ناتھ سے تم (سگریو) اور گج
اور سک سارن کے مقابلہ پر ہم اور ہنومان رہینگے۔ سیب برن
ہیم کوٹ۔ پلوبگم۔ راجہ سورج کے پتر۔ اور سنومکھ اور درمکھ برہما
کے پتر کیمپ کی حفاظت رکھیں۔ گواچھ۔ گومئی۔ نیل۔ نل۔ جاموت
یہ چاروں ہم لوگوں کی کمک کے واسطے تیار رہیں۔ اور لڑائی کے اثنا
میں جس جگہ مناسب خیال کریں مدد کو پہنچ جائیں۔
لچھمن۔ (ہاتھ جوڑ کر) مہاراج میں آپ کو اکیلا نہیں جانے دونگا۔ اور
آپ کے ہمرکاب رہونگا۔
رامچندر۔ (کچھ سوچنے کے بعد) اچھا تم نے بھی اوتر دوار پر ہمارے
ساتھ رہنا۔

باب ۴۴

قلعہ لنکا کا محاصرہ

پڑی ہے چوٹ آکر ابر و باران اور بجلی میں
سوامی خیر! دیکھیں اسکا کیا انجام ہوتا ہے

صبح کا وقت ہے۔ کوہ سمیل گڑھ کے ارد گرد کا میدان جہاں رات بھر سنسان کا عالم تھا یا
سناٹا اپنا ڈیرا جمائے خوفناک سین دکھا رہا تھا۔ اس وقت بازدیپ کے بہادروں
اور سرداروں سے پر ہے۔ ولاوران جنگ طرح طرح کی وردیاں پہنے کھڑے ہیں
ان کے تیز رفتار گھوڑے جن کی رگ رگ میں تیزی بھری ہوئی انہیں چپ چاپ

کھڑا نہیں ہونے دیتی۔ سروں کو ہلا ہلا اور پاؤں کو اُٹھا اُٹھا کر زمین پر مار کنوتیاں بدل رہے ہیں۔ جن پر سوار ترکشوں کو تیروں سے پُر کئے اور جانستاں نیزوں کو ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں۔ اور باگ ڈوریں اس زور سے کھینچے ہوئے ہیں۔ کہ ان بیچاروں کی گردنیں دوہری ہوئی جاتی ہیں۔ اور اِن کے سوا اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہ کرکے کسی آنیوالی گھڑی کے منتظر دکھائی دیتے ہیں۔ اِن کے آگے بیشمار پیدل سپاہ ننگی تلواریں کاندھوں پر رکھے کچھ اس طرح صف بستہ کھڑی ہے۔ کہ صبح کے آفتاب کی ترچھی شعاعیں ان تلواروں پر گھبرا کر پڑتی اور پریشان ہو ہو کر اِدھر اُدھر پھیل جاتی ہیں۔ دور سے دیکھنے والے کی نظر اُن پر پڑ پڑ کر ایک آہنی دیوار کا دھوکھا کھا جاتی ہے۔ اِن کے آگے وہ بہادر سپاہی ہیں۔ جو گرز زنی کے ہنر میں بے نظیر اور لاثانی ہیں۔ اور جو اُن کے آگے ہیں تیر و کمان سے آراستہ ہیں۔ جن کے تیر اژدہا کی طرح بالشت بھر کی زبانیں نکال نکال کر خوفناک نظارہ پیش کر رہی ہیں۔ جب سب سپاہ جنگی اصول کے مواقف ترتیب سے صف بستہ ہو کر کھڑی ہوگئی تو ہر ایک سپہ سالار اپنی اپنی زیر کمان فوج کا پُرجوش تقریر سے حوصلہ بڑھانے لگا۔ اگرچہ اسوقت بہت سے ناموروں کی آوازیں سُنائی دے رہی ہیں۔ لیکن سب سے پُرجوش آواز جو اسوقت ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے وہ بہادر جرنیل ہنومان جی کی ہے جو سُنئے! کیا کہہ رہے ہیں۔ "بہادرو خوش قسمتی سے وہ وقت آگیا ہے۔ جس کا تم مدت سے انتظار کر رہے تھے۔ اور اپنے دلی ولولوں کو اندر ہی اندر ضبط کرکے رہ جاتے تھے۔ آج تمہاری اُن تلواروں کا جو بڑی مدت سے پڑی ہوئی نیاموں میں تڑپ رہی تھیں۔ وکھینے کا موقع ملا ہے۔ مجھ کو اس بات کے کہنے کی کچھ ضرورت نہیں کہ بانر دیپ کی قسمت کا فیصلہ آپ لوگوں کے حوصلہ پر منحصر ہے کیونکہ تم لوگ خود اپنے ملک کی تکالیف محسوس کر رہے ہو اور اُسکی آزادی کا بیڑا اُٹھا چکے ہو۔ ہاں! اس امر سے آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ اگر ذرا بھی تم لوگوں کی طرف سے کوتاہی ہوئی تو یاد رکھنا۔ کہ نہ صرف تم لوگ ہی رسوا ہوگے بلکہ بانر دیپ کا بچہ بچہ تمہاری اسوقت کی بزدلی کا شکار ہوگا۔ راکشس لوگ پہلے سے بڑھکر بدسلوکی کرینگے اور سوائے

ہین کے کہ تمہارے ملک پر زندہ درگور کی مثال صادق آئے کچھ بن نہ پڑے گا۔ بہادرو! میدانِ جنگ میں دشمن سے مقابلہ کر کے جان دینا سپاہی کا دھرم ہے۔ اس نازک وقت پر اُن کو جوش دلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوا کرتی ۔ ہاں اتنا ضرور سوچ لو کہ اگر تم لوگوں میں کوئی بزدل ۔ جنگ سے ڈرتا ہو یا جس کو اپنی جان عزیز ہو۔ وہ شوق سے بے کھٹکے ہتھیار ڈالکر ابھی چلا جائے۔ ہمکو بھی اُس کی ضرورت نہیں۔

سپاہی (بلند آواز سے) نہیں ! نہیں ! ہم میں کوئی بھی ایسا بزدل نہیں ہے ۔ ہم لوگ جان پر کھیلنے کو تیار ہیں ۔ ابھی آپ دیکھینگے ۔ کہ ہم کس طرح راکشوں کو تہ تیغ کرتے ہیں ۔ ہمارے تیر کس طرح اُن کے ناپاک جسموں میں چھید کر کے انہیں خاک میں سلاتے ہیں ۔ مہاراج آپ تسلی رکھیں ۔ ہم لوگوں میں کوئی ایسا ڈرپوک نہیں ۔ جو میدان کارزار میں پیٹھ دکھا کر چھتری کے نام کو کلنگ لگائے یا نردیپ کا دشمن بنے ۔ ہمنے راجپوتی کل میں اِسلئے جنم نہیں لیا ۔ کہ جان چھپا کر گھر میں جا بیٹھیں ۔ ہمارا راجپوتی خون ہمارے جسموں میں جوش مار رہا ہے ۔ ہماری خونخوار تلواریں اور جانگداز تیر دشمن کے پہلو میں گھسنے کے لئے بے صبری سے آپ کے حکم کا انتظار کر رہے ہیں ۔

ہنومان ۔ (خوش ہو کر) ہاں ! ہاں ! تم لوگوں پر ایسی ہی اُمید ہے اور مجھے کامل یقین ہے ۔ کہ تمہارے ہاتھ سے راکشوں کا جانبر ہونا محال بلکہ ناممکن ہے ۔" اس طرح ہمارا بہادر جرنیل کہہ ہی رہا تھا ۔ کہ ناقوس کی پُر جوش آواز گونجتی ہوئی کانوں میں پہنچی ۔ جس کو سنتے ہی سب سپاہ قلعہ لنکا پر حملہ آور ہوئی سواروں کے حملے سے زمین تھرتھرا اُٹھی ۔ رتھوں اور ہتھیاروں کی جھنجھناہٹ اور گرز دل کے چھوٹے قلعہ لنکا کے دروازے پر پڑنے سے آسمان گونج اُٹھا ۔ تیروں کی بارش سے آفتاب کی تیز کرنیں بھی مدھم پڑ گئیں ۔ جنگی باجوں کی آوازیں ہوا میں گونج کر بہادروں کا جوش بڑھانے لگیں ۔

اُدھر قلعہ سے سپاہ سالاران پرہست اور میگھ ناتھ وغیرہ کے بہادر

سپاہیوں نے بھی اپنے خونخوار تیروں سے تُرکی بتُرکی جواب دیکر بانر لوگوں کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ کیا بات؟ جو ایک تیر بھی خالی جائے۔ آہ! پل بھر میں دلاوروں کے خون سے زمین سُرخ ہوگئی۔ صدہا مجروحین کے زخم اپنے خون سے فوارے اُچھال رہے ہیں۔ اور کئی ایک نیم بسمل زمین پر تڑپ رہے ہیں۔ مگر بانر لوگ جنگی خیالات کے دُھن میں کچھ ایسے محو ہیں کہ اُن کی طرف کچھ توجہ نہیں کرتے۔ ہاں! راکش اِن کی یہ حالت دیکھ کے نعرے مار کر راون کی جے جے کار کی صدا بلند کر رہے ہیں۔ بہادر ہنومان۔ انگد۔ اور سگریوان آوازوں سے ذرا بھی نہیں گھبراتے۔ اور اپنے بازوؤں پر بھروسہ رکھتے ہوئے بڑے زور شور سے کمانوں کو تان تان کر تیروں کو چھوڑ رہے ہیں۔ اگر کچھ خیال دل کو مسل رہا ہے تو یہ کہ راون کی سپاہ تو بلند قلعہ کی سوراخوں سے اِن کا نشانہ بنا رہی ہے، اور ان کے تیر بے سود جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اب قریباً تمام سپاہ دروازوں پر حملہ آور ہے۔ تاکہ اُن کو توڑ کر اندر گھس جائے۔ اگرچہ راکش کئی طرح کی رُکاوٹیں ڈالکر اُن کو پیچھے ہٹانے میں سرگرم ہیں لیکن نہیں! بانر لوگ اُن کے خونخوار تیروں اور اپنی عزیز جان کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے بے دھڑک دروازوں کو توڑ رہے ہیں۔ اُف! کس زور سے گرز چلا رہے ہیں۔ جن کی دھما دھم سے کان بھی بہرے ہوئے جاتے ہیں آہا ہا! وہ لو!! - شمالی پھاٹک تو ٹوٹ گیا۔ اور بانر لوگ سینہ سپر کر کے شیر نر کی طرح گرجتے ہوئے اندر گھسنے لگے۔ اُدھر پرہست کی سپاہ نے بڑی جوانمردی سے مقابلہ کر کے دشمن کو وہیں روک دیا۔ اب حملہ آوروں کا قدم ایک بالشت بھر بھی تو آگے نہ بڑھ سکا۔ بلکہ ہندن مالی اور جمبون مالی کی زیر کمان فوج نے اس بہادری سے یورش کی کہ بے اختیار بانری سپاہ کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ اور اس وسیع میدان میں جو قلعہ لنکا کے باہر واقع تھا دست بدست لڑائی شروع ہوگئی۔ ایک دم میں چمکتی ہوئی تلواروں نے بیشمار بہادروں کو بیخوف کر کے زمین پر سُلا دیا۔ نیزے اور برچھیاں اپنی لمبی زبانوں سے بیدریغ دلیروں کے پہلوؤں کا

خون چاٹنے لگیں۔ گرانبار گرز جیکے سر پر پڑا مغز پھٹ گیا۔ اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ دونوں جانبین کیطرف سے بڑے جوش وخروش سے تلوار چلنے لگی ؎

ہوا حملہ آور ہنومان جب زدو کشت باہم ہوئی خوب تب
کیا قافیہ پرہست کا اس نے تنگ رہی اُسکو ہرگز نہ پھر تاب جنگ

میگھ ناتھ پرہست کو مغلوب دیکھکر کمک کو پہنچا۔ اور شیر نر کی طرح گرجتا ہوا حملہ آور ہوا۔ مگر دیکھئے! بہادر لچھمن نے کس طرح اُسکو روک لیا ہے۔ مہاراجہ رامچندر نے لچھمن کی یہ دلیری دیکھکر تحسین و آفرین کی آواز بلند کی۔ اُدھر جنگی طبل کی دل ہلا دینے والی آواز سے میدان گونج اٹھا۔ اور بہادر سوکھین کے سنکھ کی آواز سنتے ہی گج اور گواچھ بھی پہنچ گئے۔ میگھ ناتھ نے طیش میں آکر اس زور سے لچھمن پر گرز کا وار کیا۔ کہ اگر اُس کے سر پر لگ جاتا تو مغز پاش پاش ہو جاتا۔ مگر رتھوان کو دیکھئے کس پھرتی سے رتھ کو چکر دیکر صاف بچائے گیا ہے۔ رتھوان کی اس چالاکی نے میگناتھ کے اس جوش کو اور بھی دوبالا کر دیا۔ اور وہ نہایت غیظ وغضب میں آکر تیر برسانے لگا جس کا جواب بہادر لچھمن ترکی بترکی دے رہا ہے۔ گج اور گواچھ نے بھی خونخوار تیروں کی بارش سے راکششوں کو پریشانی میں ڈالدیا قریب تھا۔ کہ راکشش لوگ پیچھے کو جنبش کرتے مگر پرہست اور نکومبھ وغیرہ کے آنے سے اُن کے حوصلے مضبوط ہو گئے۔ اور اکھڑے ہوئے قدم پھر جم گئے۔ اور بڑے زور سے للکارتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔ آہ! راکششوں کا "راون کی جے" کا لفظ کہکر حملہ کرنا تھا۔ کہ مہاراجہ رامچندر جی کی سپاہ میں غضب کی آگ بھڑک اٹھی۔ بہادری کی شراب میں مخمور ہو کر جرات کے دریا میں غرق ہو گئے۔ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ اور ظالم تلوار بہادروں کی مضبوط ہڈیاں توڑنے لگی۔ تیز برچھیاں اور خونخوار سنانیں پہلوؤں سے خون بہانے لگیں۔ ایک دم میں ہزاروں جانیں تلف ہو گئیں۔ انگد اور ہنومان کے پے در پے حملوں نے راون کی سپاہ میں ہل چل ڈال دی۔ اُن کے پاؤں میدان سے اُکھڑ گئے۔ سوکھین کے بہادر سپاہی تو یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ جس طرح ہو۔ آج ہی ان کا فیصلہ کر ڈالیں۔ مگر صاف دل آفتاب اب زیادہ خونریزی خلق نہ دیکھ سکا۔ اور مغرب میں جا چھپا۔ مجبوراً بہادروں کو آج کے جوش کو کل پر موقوف کرنا پڑا۔

باب ۴۵

شبخون

آدھی رات کا وقت ہے اور رات بھی کیسی اندھیری کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا گھٹا ٹوپ اندھیرا چار اطرافِ عالم میں چھا رہا ہے۔ تمام عالم تیرہ و تار نظر آتا ہے۔ کوہ تمیل گر کی بلند چوٹیاں اس وقت نہایت ڈراونی دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن اس کی اس ہموار سطح سے جہاں مصنوعی روشنی کا اوجالا ہو رہا ہے۔ اور بہت سے خیمے دکھائی دیتے ہیں۔ چند آدمیوں کے بولنے کی آواز آ رہی ہے۔ جو غالباً اُن سپاہیوں کی ہے۔ جو مہاراجہ رامچندر کے کیمپ کے محافظ ہیں۔ آہا! بیشک یہی درست ہے وہ دیکھئے تمام سپاہ کے اردگرد کیسے کیسے قوی ہیکل جوان ننگی تلواریں کاندھوں پر رکھے اسلحہ جنگ سے مسلح ہو کر کچھ اس طرح کھڑے ہیں کہ ان پر نگاہ پڑنے سے آنکھیں چار دیواری کا دھوکا کھا جاتی ہیں۔ کیا طاقت کہ ان کی اجازت کے بغیر پرندہ بھی اندر جا سکے۔ یا نزدیک پھٹک سکے۔ ناظرین! ایسی حلقہ بندی صرف یہاں پر ہی محدود نہیں۔ بلکہ تین جگہ متواتر دو دو سو گز کے فاصلہ پر اسی طرح محافظ کھڑے ہیں۔ تاکہ رات کے وقت حریف کے بیجا حملوں سے سپاہ محفوظ رہے۔ ایں! یہ لوگ باتیں کرتے کرتے دفعتاً چپ کیوں ہو گئے ان کی زبانیں کیوں رک گئیں؟ کیا ان پر نیند غالب آ گئی ہے یا بولنے کی ممانعت ہو گئی ہے۔ نہیں صاحب! دال میں کچھ کالا کالا دکھائی دیتا ہے۔ وہ دیکھئے! ایک غیر معمولی روشنی کی چمک نے جو غالباً بریگیڈ (حلقہ) اوّل سے آ رہی ہے جموشی کا قفل لگا کر چوکنا بنا دیا ہے اور یہی باعث ہے کہ اب یہ لوگ بڑی حیرت سے اسکی طرف دیکھ رہے ہیں۔ نجانے اسمیں کیا اسرار ہے۔ دیکھتے دیکھتے تمام سپاہ میں ہل چل مچ گئی۔ اور اب ہر ایک سپاہی کیل کانٹے سے لیس ہو کر شمال و مشرق کی جانب بڑھ رہا ہے۔ آن کی آن میں بہت سا حصہ فوج کا آگے پیچھے

ہوکر ایک ایک گز کے فاصلہ پر صف بستہ کھڑا ہوگیا دفعتاً ناقوس کی دور سے گونجتی ہوئی آواز ان کے کانوں میں آئی۔ آہا! یہ آواز نہیں تھی۔ بلکہ کسی کمانی دار کل کی کوک تھی جسکے پیدا ہوتے ہی ساری سپاہ کا دایاں پاؤں اُٹھا اور وہ سب کے سب اسطرح سے تیزی سے آگے بڑھے جیسے آجکل کی قواعد داں فوج "کویک" مارچ کی آواز سے جاتی ہے۔ بہادر ہنومان نے جو دائیں طرف آگے آگے جارہا تھا کچھ الفاظ کہے۔ جنہیں سنتے ہی اُس کی زیرکمان فوج تین مختلف حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ اور اسی طرح جاموَنت۔ انگد وغیرہ بھی اپنے اپنے سپاہیوں کو لیکر آگے بڑھے۔ اور تھوڑی دور ہوگئے ہونگے۔ کہ حریف تیسرے بکٹ (حلقہ) پر حملہ آور ہوگیا۔ اور نیل نے جسکے زیرکمان یہ حلقہ تھا۔ اس زور سے سنکھ بجایا کہ آسمان گونج اُٹھا۔ درند پرند دہشت زدہ ہوکر اپنے اپنے آشیانوں اور ڈکانوں میں دبک گئے۔ اور اس اثناء میں ہمارا بہادر جرنیل سپاہ کو لیکر دشمن کے مقابلہ میں جاڈٹا۔ اور بڑی سرگرمی سے لڑائی شروع ہوئی۔ جانبین کے سپاہی بیدریغ کمانوں سے تیر چھوڑنے لگے۔ آہ! اِس وقت اگر کچھ آواز سنائی دیتی ہے۔ تو یہی کہ "مارلو مارلو خبردار جانے نہ پائیں" تھوڑی دیر میں بیشمار بہادر حق نمک یا شرط وفاداری ادا کرکے خون کی چادریں اوڑھکر بستر عدم لیٹ گئے۔ کئی تن سر سے جدا ہوکر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ دکھانے لگے۔ جب تک درمیان میں کچھ فاصلہ رہا۔ تیر مینہ کی طرح برس کر جاندار اجسام میں ترازو ہوتے رہے۔ لیکن اب تو تلوار کی کھٹا کھٹ یا گرزوں کی دل ہلا دینے والی آواز بہادروں کی مضبوط ہڈیوں کو توڑتی ہوئی آرہی ہے۔ یا آنکھیں چند ہیا دینے والی برچھیوں اور سناؤں کی تیز نوکیں دلاورانِ جنگ کے پہلوؤں کو چھیدتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ آہ! سپاہ سالار دھومر کے سر پر انگد نے ایک مضبوط گرز کا وار کیا کہ بیچارہ برداشت نہ کرسکا۔ اور چاروں شانے چت گر پڑا۔ اِسکو گرتا دیکھ راون کی سپاہ میں کھلبلی مچ گئی۔ سب کے سب طیش میں آ پڑے۔ چندر کی سپاہ پر حملہ آور ہوئے آہ! میگناتھ اور پرہست کو دیکھئے! کیسے جوش میں آکر بیدریغ بازی فوج تہ تیغ کررہے ہیں انگد بیچارہ اگرچہ زخمی ہوکر خون میں تر بتر ہے تاہم دشمنوں کو ترکی بترکی جواب دینے میں کوتاہی نہیں کرتا۔ بہادر ہنومان جونکو ممبہ سے نبرد آزما ہے۔ انگد پر حریف کو غالب دیکھکر آگ بگولا ہوگیا۔ جاموَنت کو اُس کے مقابلے پر چھوڑکر

نل اور نیل کو ساتھ لیکر بلائے ناگہانی کی طرح میگناتھ وغیرہ پر آپڑا۔ اُن کو بڑھتے دیکھکر سب کے حوصلے دوبالا ہوگئے اور بہادری کے نشہ میں ایسے مخمور ہوئے۔ کہ انہی شعلوں سے جو روشنی کا کام دیتی تھیں۔ نیزے اور بھالوں کا کام لینے لگے۔ ہمارے اس ناول کے ہیرو نے اُن کا اسقدر بڑھا ہوا جوش دیکھکر باواز بلند کہا "بیشک ہمیں اسوقت روشنی کی کچھ ضرورت نہیں۔ چمکدار نیزون کے پھل تیروں کی نُکھیاں اور تلوار کی دھاریں روشنی کے لئے کافی ہیں۔ یہی ہمارے شیچراغ ہیں۔ بہادرو! اُن بےغیرتوں اور نامردوں کی جو دھرم سے گرے ہوئے ہیں تمہارے سامنے کیا ہستی ہے۔ مارو! مارو!!"
اِن الفاظ نے بانر لوگوں میں نئی روح پھونک دی۔ اور وہ آگے بڑھکر سرگرم کارزار ہوئے۔ ایک دم میں کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ ہنومان اور میگناتھ کی دست بدست لڑائی شروع ہوگئی۔ دیر تک باہم کشمکش رہی اور کوئی بھی اپنے حریف پر غالب نہ آسکا۔ میگناتھ کی یہ پھرتی قابل تعریف ہے کہ میدان کارزار میں یا تو ہنومان کے ساتھ نبرد آزما تھا۔ یا نظر سے پوشیدہ ہوگیا۔ اور پرست مقابلہ میں دکھائی دیا اس وقت میگناتھ کو وہاں نہ دیکھکر سب کو یقین ہوگیا کہ وہ بھاگ گیا ہے۔ اور راکشوں کے قدم بھی میدان سے اُکھڑے ہوئے دکھائی دئے۔ اس لئے یہ لوگ ان کے تعاقب میں رہے۔ اُدھر میگھناتھ نے ایسی پھرتی کی۔ کہ بوان میں بیٹھ کر اُس مقام پر پہنچا۔ جہاں مہاراجہ رامچندر اور لچھمن وغیرہ بجرور وشٹ سے جو ساون کا ایک نامی سپاہ سالار تھا مصروف کارزار تھے اور پے در پے تیروں کے وار کرنے شروع کر دئے۔ اگرچہ دونو بھائی معہ سگریو۔ سوکھین۔ ببیکھن وغیرہ ہر ایک تیر کا ترکی بترکی جواب دے رہے ہیں۔ لیکن بہادر میگھناتھ تیروں نے ان سب کو عجیب کشمکش میں ڈال رکھا ہے۔ کیونکہ حریف کا کچھ نشان معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں سے وار کر رہا ہے آخر بہت تشویش اور سوچ کے بعد ببیکھن نے کہا۔

سہ نہیں میگھناتھ آدمی زنہار ✤ دغل باز ہے دیو یہ نابکار ✤ تم اُسکے فریب سے بچتے رہو ✤ یہ ہے دھوکا بازی میں بس تا مجو ✤ بہت یاد ہے اس کو افسونگری ✤ سمجھ کر کرو اس سے جنگ آوری ✤ اس میں ذرا شک نہیں۔ کہ ایسی غیر معمولی پھرتی

صرف اُسی کا غصہ تھی مہاراجہ رامچندر نے یہ سُن کراگن بان کمان سے رہا کیا۔ جو بجلی کی طرح چمکتا ہوا دھنکھ سے نکلا اور بلندی پر پہنچ کر روز روشن کی طرح اوجالا دکھا کر ببھیکھن کے بیان کی تصدیق کر گیا۔ مگر اس اثنا میں میگھناتھ نے دو سرپ[۱] نامی تیر پے در پے کمان سے رہا کئے۔ اگرچہ اِن بہادروں نے اپنے بچاؤ میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا مگر دونو کے پہلو زخمی ہو گئے۔ اور تھوڑی سی دیر میں اِن پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ اُن کو اس حالت میں دیکھکر سگریو نے سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا کہ انہیں فرودگاہ میں لے گیا۔ ببھیکھن اور سکھیین نے تیراندازی کے وہ جوہر دکھلائے۔ کہ اگر میگھناتھ وہاں سے بھاگ جاتا تو اُس کا جانبر ہونا محال تھا۔ اُدھر جب ہمارا بہادر جرنیل اور نیل اور نل وغیرہ راون کی فوج کو شکست دیکر واپس آئے تو مہاراجہ رامچندر اور لچھمن جی کی حالت دیکھکر نہایت بیقرار ہوئے۔ اس وقت تمام سردار مایوسانہ صورت بنا کر حلقہ باندھے مہاراجہ رامچندر اور لچھمن کے گرد (جو بیحس و حرکت پہلو بہ پہلو پڑے ہیں) چشم تر بیٹھے ہیں۔ اور ہر ایک کے چہرہ سے اوداسی برس رہی ہے۔

ببھیکھن۔ (زخم کو غور سے دیکھکر) "ایشور نے بڑی کرپا کی۔ کہ اِن کے گھاؤ کچھ ایسے گہرے اور خطرناک نہیں ہیں"

ہنومان "مہاراج! تو کیا کارن ہے کہ اس قدر بیہوشی طاری ہے"

ببھیکھن "یہ صرف تیروں کے زہریلے پن کا نتیجہ ہے۔ سو دیکھئے! ابھی علاج ہو جاتا ہے"

یہ کہا اور اپنے منتری سے کچھ اشارہ کیا جس نے فوراً ایک بوٹی لاکر سوکھیین کے ہاتھ میں دی جواب دیکھئے! دونو بھائیوں کے زخموں پر لگا رہا ہے۔ اور ببھیکھن اِسے پانی میں گھول رہا ہے۔ تاکہ مریضوں کو پلائی جائے۔ اس بوٹی کے استعمال سے زخموں میں فوراً ٹھنڈک آگئی۔ تھوڑی دیر میں دونو بھائی اُٹھکر بیٹھ گئے اور ببھیکھن اور سگریو سے مخاطب ہو کر یوں کہنے لگے۔

"آہ! معلوم نہیں۔ کہ اس تیر میں کیا افسون تھا۔ کہ لگتے ہی بدن میں جلن پیدا

---

[۱] ایک قسم کے تیر تھے۔ جنکے پھل سانپ کے منہ سے مشابہت رکھتے تھے۔

ہوئی۔ اور بیہوشی طاری ہو گئی۔ میں نے ہر چند اپنے آپکو سنبھالا لیکن بے سود۔
ببیکھن :۔ "مہاراج اس نابکار میگھناتھ کا یہی وطیرہ ہے۔ کہ دھرم یدھ تو جانتا نہیں جہاں دوسرے کو غالب دیکھا دھوکے بازی اور فریب پر کمر بستہ ہو گیا۔
رامچندر :۔ "بڑا افسوس ہے کہ یہ لوگ بات بات میں آدھرم کرتے ہیں۔ اُنکو عاقبت کا بھی تو کچھ خیال نہیں۔"
ببیکھن :۔ جب مند بھاگ ہوتے ہیں۔ تو بُدھ ملین ہو جاتی ہے دہرم آدھرم کا کچھ بچار نہیں رہتا۔

مہاراجہ رامچندر اور لچھمن کو روبصحت دیکھکر افسران اور سپاہ کی جان میں جان آئی اور کیمپ میں خوشی کے نعرے گونجنے لگے۔

باب ۴۶

تیسری لڑائی دوسرا دن بہادر ہنومان اور دہوم

دن کا پہلا پہر ختم ہو چکا ہے۔ دہوپ کی تیزی دمبدم بڑھ رہی ہے۔ آفتاب کی شوخ کرنیں اِن بہادروں کی تلواروں پر جو میدانِ جنگ میں بڑی بیدردی سے ایک دوسرے پر وار کر رہے ہیں۔ دونو طرف کے لشکر اس وقت کچھ ایسے جوش میں ہیں کہ تن بدن کی بھی ہوش نہیں۔ ہر ایک سپاہی اپنے فرض منصبی ادا کرنے میں کوشاں ہے۔ تندرست سپاہیوں کے بدن سے پسینہ پانی کی طرح بہ رہا ہے۔ اور مجروحین کے زخم خون کے فوارے اُچھال رہے ہیں مگر یہ لوگ جنگی خیالات کی دہن میں ایسے محو ہیں۔ کہ اِن باتوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اور بڑی چابکدستی سے ایک دوسرے پر وار کر رہے ہیں۔ بہادر ہنومان اپنی فوج کی کمان بڑی مستعدی سے کر رہا ہے۔ جرأت کا سمندر اسکی رگ رگ سے لہریں مار رہا ہے۔ شجاعت پیشانی سے ٹپک رہی ہے۔ اور جنگ و جدال کے خیالات دماغ میں چکر لگا رہے ہیں۔ نگاہ آنکھوں سے

نکل نکل کر پہلے تو اپنی سپاہ پر پڑتی ہے۔ اور پھر حریف کے لشکر پر پڑ کے چاروں طرف پھیل جاتی ہے۔ ناظرین! راون کی طرف سے جسکو آج سپہ سالاری کا فخر حاصل ہے وہ بہادر دہومر ہے۔ جو دیکھئے! کس دلیری سے اپنی زیر کمان فوج کا حوصلہ بڑھا رہا ہے اور خود بھی دیوانتک اور نرانتک وغیرہ کے ہمراہ حملہ آور ہوا ہے۔ اسکو حملہ آور دیکھکر رامچندر کی سپاہ میں اسقدر جوش پھیل گیا ہے کہ سب کے چہرے سرخ ہوگئے ہیں۔ یہ حالت دیکھکر ہمارے بہادر نے اس زور سے نعرہ مارا کہ مصرع مہر کا اپنا چرخ چکر کھا گیا * اور ادھر سے جنگی باجے بڑے زور و شور سے بجنے لگے۔ اور جانبین میں اسقدر جنگ سخت وقوع میں آئی کہ پیر فلک کے کانوں نے بھی کبھی نہ سنی تھی۔ گرد و غبار سے ہر طرف ایسی تاریکی چھا گئی۔ کہ دوست و دشمن کی بھی تمیز نہ ہوسکی۔ تلوار بیدریغ چلنے لگی۔ دلیروں نے حسرت سے زمین پر تڑپ تڑپکر پاؤں دراز کئے۔ ہزاروں دھڑ بے سر پڑے ہیں۔ جنکے سر گیند کی طرح ادھر اُدھر لڑھک رہے ہیں۔ دھومر ہمارے بہادر کا بڑھا ہوا جوش دیکھ طیش میں آگر اس پر حملہ آور ہوا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر بیشمار تلوار کے وار کئے یہانتک کہ دونو کے بدن خون سے تر ہوگئے تلواروں کی دھاریں آپس میں بار بار ٹکرانے سے نکمی پڑ گئیں۔ اب دونو بہادر تلواروں کو پھینک کر گرزوں سے کام لینے لگے۔ مگر یونہی دہومر نے اُچھل کر گرز کا وار کرنا چاہا۔ ہنومان نے شہزوری سے اپنی ڈھال پر روک لیا۔ اور اپنا گرز گھما کر اس زور سے اُسکی کمر پر رسید کیا۔ کہ کمر ٹوٹ گئی۔ ہڈیاں پاش پاش ہوگئیں۔ اور وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا۔ اور ایسا گرا کہ دوبارہ اُٹھنے کی فرصت نہ ملی نرانتک اور دیوانتک وغیرہ بہت سے نامور۔ اندرجانو اور گواچھ کے ہاتھ سے جاں بحق تسلیم ہوئے۔ بس پھر کیا تھا راون کی سپاہ کے حوصلے پست ہوگئے۔ سوائے بھاگنے کے کوئی اور چارہ نظر نہ آیا۔ اور مہاراجہ رامچندر کی سپاہ خوشی کے نعرے بلند کرتی ہوئی کیمپ کو واپس آئی۔

باب ۴۷

جنگ روز سوئم بہادر ہنومان اور بجر درشٹ

آفتاب کی آمد آمد سُن کر مہتاب شب گُذشتہ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہوا رخصت ہوا۔

اور بہادر ہنومان - انگد - گج - گوی اور جاموونت وغیرہ اپنی اپنی زیرکمان سپاہ کے ساتھ میدان کارزار میں نمودار ہوئے - دوسری طرف سے بجر دروشٹ مہا پارس - مہودر - اتی بیر وغیرہ بھی پہنچ گئے - طبل جنگ بجا - سنکھ پھونکے گئے جنگ کے بھیرو بجنے پرجوش بہادران سلف کی جانبازی کے راگ الاپنے شروع کئے - وہی تلواریں جو تھوڑی دیر پہلے نیاموں میں چھپی ہوئی تھیں - ایکدم ہوا میں چمک اٹھیں - کمانیں تن گئیں نیزے جھک گئے - بہادر آگے بڑھ بڑھ کر ایک دوسرے پر حملہ کرنے لگے اور بڑے زور شور سے لڑائی شروع ہو گئی ہمارے آزمودہ کار جرنیل کی سپاہ معمول سے بڑھکر حوصلہ دکھانے لگی - کیا افسر کیا سپاہی سب کی آنکھیں جوش جرأت سے سرخ دکھائی دے رہی ہیں خون رگ رگ میں جوش مار رہا ہے - اُدھر راون کی سپاہ بھی اگرچہ ان سے بڑھ چڑھکر جوش و خروش دکھاتی اور سینہ سپر ہوکر مقابلہ پر آمادہ ہے - لیکن ان میں وہ تیزی وہ پھرتی اور چستی ہرگز پائی نہیں جاتی جو ایک جانباز سپاہی میں ہونی چاہئیے - برعکس اسکے ان کے دل رعب سے دبے ہوئے اور بدن ڈھیلے پڑ گئے ہیں - جو غالباً دو تین روز کی متواتر شکست اور بہادر دہومرکی دیروزہ مرگ کا نتیجہ ہے - اور اسی نے انکے حوصلے پست کئے ہوئے ہیں بہادر بجر دروشٹ نے ان کی حالت کو محسوس کیا - فوراً گھوڑے کو ایڑی لگا کر ان کے قریب پہنچا - اور کچھ ایسے جوش دلانے والے الفاظ زبان پر لایا کہ انکی تلواریں جو رک رک کر چل رہی تھیں - بجلیاں بن بن کر جانبازوں کے جسموں پر پڑنے لگیں - آن کی آن میں خون کے دریا بہ گئے - کشتوں کے پشتے اور لاشوں کے انبار لگ گئے ایکدم میں قیامت کا خوفناک نظارہ دکھائی دینے لگا - اثنا: بہادر انگد اور بجر دروشٹ کا مقابلہ ہوگیا - دیر تک ایک دوسرے پر تیروں کے وار کرتا رہا حتیٰ کہ دونو کے جسم چھلنی ہوگئے - ترکشوں نے جواب دیدیا - تو بھی ان بہادروں نے استقلال کو ہاتھ سے نہ دیا - اور اب تلواریں سوت کر ایک دوسرے پر وار کر رہے ہیں اوف بجر دروشٹ کی تلوار اس سرعت سے چل رہی ہے کہ انگد کو سوائے اسکے کہ اپنے آپ کو محفوظ رکھے پہلے وار کرنے کا موقع نہیں دیتا - قریب تھا کہ راہوار کی پشت اسکے بوجھ سے سبکدوش ہوجائے کہ ہمارے جرنیل کی نگاہ جو مہا پارس سے نبرد آزما تھا - اسطرف جا پڑی - فی الفور کمان تان کر ایک تیر بجر دروشٹ پر سنا کیا - جو اس کا پہلو چیرتا ہوا پار نکل گیا - اور خود اس نے درسے للکار کر

حربیت پر جھپٹا کہ سننے والوں کے کلیجے دہل گئے۔ دل دھڑک اٹھے بدحواس ہو کر اسکی طرف دیکھ ہی رہے تھے کہ ہمارے بہادر نے بڑے جوش سے گرز کا وار بجر دروشٹ پر کیا۔ بجر دروشٹ بیچارہ پہلے تیر لگنے سے مجروح ہو چکا تھا۔ اسکی برداشت کی تاب نہ لا سکا۔ اور بیہوش ہو کر گھوڑے سے گر پڑا۔ بجر دروشٹ کی یہ حالت دیکھکر مہا پارس اور راتی بیر وغیرہ طیش میں آگئے اور پُر جوش لڑائی ہونے لگی۔ گرز و خدنگ نے ستم ڈھایا تیغ و تبر نے آفت برپا کردی۔ تیروں کی بارش سے آفتاب کی روشن کرنوں پر بھی تاریکی چھا گئی۔ بہادر گج۔ گوہی اور جاموِنت للکار للکار کر دشمن کے سر تن سے جدا کرنے لگے۔ اور مقتول تڑپ تڑپ کر جان دینے لگے۔ گو مہا پارس بھی ایک آزمودہ کار قوی ہیکل جوان ہے لیکن اسوقت جو ہاتھ سب سے بڑھکر چل رہا ہے وہ ہمارے بہادر جرنیل کا ہے۔ جسکا ایک بھی وار خالی نہیں جاتا اور جس طرف نگاہ اُٹھ جاتی ہے صفیں کی صفیں خالی دیتے کے دیتے نمارد ۔ آمد تھی تیغ کی کہ اجل کا پیام تھا ۔ یہ صف اخیر تھی وہ رسالہ تمام تھا۔ بجلی سا ہر جگہ فرس تیز گام تھا ۔ پشت ہر رہتی موت چار طرف قتل عام تھا ۔ ناظرین! مہاراجہ رامچندر کی سپاہ ایسا دل کھول کر لڑی۔ اور اسقدر جوش و خروش سے کام لیا۔ کہ مخالفین کو بجز بھاگنے کے کوئی چارہ نہ سوجھا۔ اور میدان ہمارے بہادروں کے ہاتھ رہا۔

باب ۴۸

جنگ روز چہارم۔ بہادر ہنومان اور انکپن

راون نے تمام رات کروٹیں لینے میں گذار دی۔ صبح ہوتے ہی اُسنے انکپن اور مہا پارس کو بیشمار فوج رزمگاہ کو روانہ کیا۔ اور اُدھر سے گنڈ ماون اور سگریو اور بہادر جرنیل ہنومان بھی جرار لشکر لیکر پہنچ گئے۔ خونی پھریرا ہوا میں اُڑنے لگا۔ طبل جنگ کی آواز گونج گونج کر دلاوروں کا جوش بڑھانے لگی۔ جس کو سنکر زیادہ صبر کی تاب نہ لا سکے اور مخالف فریق پر حملہ آور ہوئے جوہر دار تلواریں بجلی پھرتی سے چمکیں اور سرخ ہو گئیں۔ خونخوار نیزوں نے بہادروں کے سروں کو اچھالنا شروع کیا۔ اور بیرحم برچھیاں اُنکی مضبوط ہڈیوں میں شگاف کرنے لگیں آہا!

بہادر انگپین کو دیکھئے! کیا حیرت انگیز کرتب دکھا رہا ہے کہ اس کا ایک ایک تیر حریف کے بہادروں کو مجروح کرتا ہوا گذرتا جا رہا ہے اودھر سے گند ماون اور سوکھین اور ہنومان نے بھی ان کا تیز کی تیزی کی جواب دیکر ناک میں دم کر رکھا ہے۔ غرض یہ وہ وقت ہے۔ جب ہر ایک بہادر کے دل میں یہی خیال جوش زن ہے کہ جس طرح ہو آج حریف کو شکست دیکر شہرت حاصل کرے۔ اور وہ سب اسی دھن میں محو اور بہادری کے نشہ میں مخمور ہیں کہ کسی کو تن بدن کی ہوش نہیں۔ ان کے پاؤں مقتولوں کے سینوں پر پڑ رہے ہیں بہت دیر تک سخت جنگ وقوع میں آئی۔ یہاں تک کہ طرفین کی سپاہ کپھرا اٹھی۔ اور جی رسالے چیخ اٹھے۔ ہزاروں بہادر اپنے ہمراہیوں کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بستر عدم پر لیٹ گئے۔ بہادر انگپین بھی جو ہمارے بہادر سے نبرد آزما تھا جانبر نہ ہو سکا۔ اور ایک ہی تیر سے سر کو نیچے جھکا کر زمین پر گر پڑا۔ گند ماون سنپاتی کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ اور سگریو نے اسکو بھی گند ماون کے ساتھ لٹا کر اپنے جوش کو سرد کیا۔

ناظرین! آج بھی جسکو فتح نصیب ہوئی۔ وہ مہاراجہ رامچندر کا بہادر جرنیل و ہمارے ناول کا ہیرو ہنومان ہے۔ وہ دیکھئے! راون کی سپاہ کس طرح پسپا ہو کر بھاگ رہی ہے۔

باب ۴۹

جنگ روز پنجم

بہادر ہنومان اور کنبہ کرن

تین چار روز کی متواتر ناکامیوں اور پے در پے شکستوں اور ان بہادر سپہ سالاروں کی مفارقت نے جو جنگ میں کام آئے۔ راون کو نہایت ہی بیقرار کر دیا۔ رات تو جوں توں کر کے کاٹی۔ صبح ہوتے ہی۔ کنبہ کرن کو بلا کر کہنے لگا۔

"معاف رکھنا! تمہارے آرام میں مخل ہوا۔ بیوقت آنے کی تکلیف دی۔ لیکن

کیا کروں مجبور ہوں۔ بجز تمہارے کوئی نظر نہیں آتا جو رامچندر اور بانری سپاہ سے مقابلہ کرے۔ آہ! بڑے بڑے شوبیر جن کے وجود پر اس راج دھانی (حکومت) کو فخر تھا۔ لڑائی میں کام آ چکے ہیں۔ ہزاروں بہادر جان نثار کر چکے ہیں۔ خزانہ خالی نظر آتا ہے اور کامیابی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔"

کنبھ کرن "یہ وقت تشویش میں پڑنے کا نہیں۔ بلکہ جوانمردی اور استقلال سے کام لینے کا ہے۔ آگ کی وہ چنگاری جو ایک عرصہ سے خرمن امن میں پڑی سلگ رہی تھی۔ آخر ایک روز تو شعلہ زن ہونی ہی تھی۔ اگر اس طرح ترساں اور لرزاں ہونا تھا۔ تو پہلے ان باتوں کو سوچا ہوتا۔ یا اپنے احباب وارکان کی التجا پر توجہ کی ہوتی۔ افسوس اُسوقت ہم لوگوں نے بہتیرا سمجھایا۔ ہر چند کوشش کی۔ مگر تمہاری دور اندیشی کی آنکھ ہرگز نہ کھلی۔ حالانکہ کھر اور دوکھن کے ساتھ ہزاروں راکشوں کے قتل نے رام اور لچھمن کی بہادری کی مکمل تصویر کھینچ کر تمہیں دکھا دیتی تھی۔ بجائے اس کے کہ ہماری درخواست پر کچھ غور کرتے اُلٹا اِس بُری کوشش پر تمہارا ارادہ مضبوط ہو گیا تھا کہ ببھیکھن بیچارے کو اسی بات پر شہر بدر ہونا پڑا۔ سوتے ہوئے شیر کو جگانا اور پھر جان کی امان چاہنا ناممکن ہے ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو ۔۔۔ از مکافاتِ عمل غافل مشو

راجن! اگرچہ وہ وقت ہاتھ سے جاتا رہا۔ مگر اشتہا خونریزی انتہا درجہ پر پہنچ گئی ہے اسکو فرو کرنے کی اب صرف ایک تجویز ہے تو یہ ہے۔ کہ آپ سیتا کو ہمراہ لیکر رامچندر سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔ آپ لنکا کے حال پر رحم کریں۔ اور اپنے خاندان کی بیخ کنی سے درگذریں۔

راون۔ (طیش میں آکر) بس بس! میں اس سے زیادہ سننے کی تاب نہیں رکھتا۔ میں طفل مکتب نہیں ہوں۔ جو تمہاری نصیحت کا محتاج ہوں۔ میں اپنے ارادے میں اسی طرح مضبوط ہوں۔ جیساکہ پہلے تھا اور آیندہ بھی رہونگا۔ کچھ پرواہ نہیں اگر تم لوگ رامچندر سے جنگ سے پہلو تہی کرتے ہو۔ میں خود اکیلا اُس سے اپنے بہادروں کا انتقام لینے کے لئے کافی ہوں۔" اور نیچے سر جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔

اُدھر کنبھ کرن دل ہی دل میں یوں کہہ رہا تھا "آہ! میں نے بہتیرا چاہا ہر چند

کوشش کی۔ کہ کسی طرح یہ آفت ٹل جائے خونریزی خلق اور خاندان کی تباہی نہو۔ لیکن افسوس تقدیر کو یہ منظور نہیں۔ کہ پولست مُنی کی نسل دنیا میں اب زیادہ عرصہ تک قائم رہے" اس اثناء میں راون نے ایک دفعہ کُمبھ کرن کیطرف دیکھا۔ اور سرد سانس لیکر سر نگون نیچے جھکالی۔ راون کی یہ حالت دیکھتے ہی کُنبھ کرن کا خون محبت جوش زن ہوا اور کہنے لگا۔

"راجن! میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ کہ آپ کو رنجیدہ کروں۔ یا یہ کہ میں جنگ و جدل سے ڈر کر پہلو تہی کرتا ہوں۔ نہیں! نہیں! ہرگز نہیں! میں آپ کا سچا خیر خواہ اور جاں نثار بھائی ہوں۔ جبتک میں زندہ ہوں آپ کسی بات کا اندیشہ نہ کریں۔ اگر آسمان کے تارے زمیں پہ آجائیں۔ آسمان اودھر کا اُدھر ہو جائے تو ممکن ہے۔ لیکن میری موجودگی میں آپ کی طرف کوئی بھی تیز نظر سے دیکھ سکے یہ بالکل ممکن نہیں"

کُنبھ کرن کی گفتگو سُن کر منتریوں میں سے ایک نے کہا ؎

معاون ہے اقبال تیرا شہا
تیرا بھائی ہے تجھ پہ دل سے فدا

تجھے پھر ہے اندیشہ کا کیا مقام
کہ ہے چرخ بھی در پے انتقام

اگرچہ ہے گمبھیر لیل بہت
مگر اس سے کچھ کم نہیں کُمبھ کرن

نہ کر فکر اے شاہِ بیدار بخت
سلامت رہے تجھکو یہ تاج و تخت

نہ مطلق ہراساں نہ ہو زینہار
معاون ہیں سب تیرے لیل و نہار

راون نے خوش ہو کر کُمبھ کرن کو گلے لگا لیا۔ اور کہنے لگا "بیشک تم ایسے شجاع ہو۔ مجھے کامل یقین ہے کہ تمہاری موجودگی میں مجھکو کسی بات کی فکر نہیں۔ رام لچھمن مغلوب کرنا اور بانری سپاہ کو شکست دینا جس کے مقدر میں لکھا ہے۔ وہ تم ہی ہو۔ لاکھوں بہادر ہزاروں جنگی جوان تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ جاؤ! جلد جا کر انہیں فتح سے ملا دو"

ادھر یونہی جاسوسوں نے مہاراجہ رامچندر کو اطلاع دی کہ۔ کُمبھ کرن آج بڑے نامی سرداروں کے ہمراہ زور شور سے جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے تو انہوں نے فوراً بببھیکھن اور دوسرے مشیروں سے مشورہ کیا۔ اور خود زرہ[1] بکتر زیب تن کر کے ہنومان۔ سگریو

[1] زرہ و دیگر سامان جنگ۔ راجہ ترن نے راجہ رامچندر کی نذر کیا تھا۔ دیکھو مہابھارت بن پرب ترجمہ ہندی

سوکھین - نل - نیل اور جاموںت کو ساتھ لیکر سرخ پھریرا ہواہیں اڑاتے ہوئے میدان کارزار میں آموجود ہوئے -

آہا! اس وقت مہاراجہ رام چندر کی سینہری قابل دید ہے - آگے آگے بیشمار پیدل سپاہ ہے اور اس کے پیچھے سوار اور رتھ ہیں - ہر ایک سپہ سالار کا جداجدا پھریرا ہوا میں اوڑ رہا ہے - اور جنگی باجوں سے زمانہ سابق کے بہادروں کے پر جوش جانبازی کے راگ نکل نکل کر دلاوران جنگ کے جوش کو دو بالا کر رہے ہیں - اور وہ بہادری کے نشہ میں مستانہ وار جھومتے ہوئے جا رہے ہیں - جن کو دیکھکر بے اختیار کہنا پڑتا ہے - کہ آج بڑی خونریزی ہوگی - جوں ہی میدان معینہ کے قریب پہنچے - مہابہادر گھوڑا دوڑاتا ہوا آگے بڑھا - اور بہ آواز بلند کچھ الفاظ کہے - جن کو سنتے ہی بہادروں کی کمانیں تن گئیں - چلے چڑھ گئے - اور اپنی اپنی جگہ قائم ہو کر جنگ کا بے صبری سے انتظار کرنے لگے - اس اثنا میں کمبھ کرن زرہ بکتر پہنے فیل مست پر سوار ہو کر بے شمار جرار سپاہ ساتھ لئے میدان میں پہنچا - ہاتھی سے اتر کر بادرفتار گھوڑوں کو آجکل کے "ویلروں" سے تشبیہ دیجائے تو مبالغہ نہ ہوگا سوار ہوا - اور رتھ کو آگے بڑھا ہی رہا تھا - کہ دونو طرف سے سنکھ کی آواز بلند ہوئی - اور طبل جنگ پر چوٹ پڑنے سے میدان گونج اٹھا - گھوڑوں کی کنوتیاں تن گئیں - اور پر جوش لڑائی شروع ہوگئی - کمبھ کرن کے مقابلہ میں مہاراجہ رامچندر کی طرف سے جس شخص کو نبٹے دشمن کے مقابلہ

بقیہ صفحہ ۲۰۴ - یہ جو عام کہاوت ہے اور اکثر رام لیلا میں دیکھا جاتا ہے کہ جنگ کے وقت مہاراجہ رامچندر اور لچھمن کو ہنومان کے شانوں پر سوار کرتے ہیں محض غلط ہے - بالمیکی رامائن کے مطالعہ سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ رتھوں پر سوار ہوتے تھے - زمانہ قدیم میں ہاتھی گھوڑوں وغیرہ کے علاوہ سواری کے گھوڑوں کا رتھ ہی ایک ایسی سواری تھی - جو بوقت جنگ بہت کام دیتی تھی - اور جنگ میں زیادہ تر اسی کا استعمال ہوتا تھا (دیکھو بالمیکی رامائن صفحہ ۱۲۹ اسرگ ۱۰۰-

کا فتح حاصل ہوا وہ ہمارا بہادر جرنیل ہے جو دیکھئے مہاراجہ رامچندر کے قدمبوس ہوکر سگھین - نل اور نیل سے کہہ رہا ہے "جہانتک ممکن ہو آپ لوگ مہاراجہ رام چندر اور لچھمن جی کے نگہبان رہیں - انہی کی حفاظت اور خبرداری کو مقدم سمجھیں - مبادا کہ دشمن کے مکر و فریب سے ان کو صدمہ پہنچے - ہماری تمام امیدیں انہی سے وابستہ ہیں" یہ کہا اور چھاتی تانے چلہ چڑھائے گھوڑے کو چکر دیتا ہوا کمبھ کرن کے نزدیک پہنچ کر بآواز بلند بولا "

" خبردار سنبھل جا! ان بیچارے سپاہیوں سے کیوں بے عزت ہو رہا ہے یہ کہا اور ایک تیر اپنی کمان سے رہا کیا - جس کو اُس نے اپنے تیر سے کاٹ دیا - نہایت غضبناک ہوکر ہنومان پر تیر برسانے لگا جن کا جواب یہ بہادر بھی ترکی بترکی دے رہا ہے - اسی طرح دیر تک جانبین میں پُرجوش لڑائی ہوتی رہی ہمارے بہادر کی چابکدستی سے کمبھ کرن غضب میں آگیا - اور اژدہا کے ماند کی طرح سے مُنہ سے آگ کے شعلے نکال کر وار کرنے لگا - افوہ! اس قدر تیر برسے - کہ دو نو بہادروں کے بدن چھلنی ہوگئے - جسم خون کے فوارے اُچھالنے لگے - گو ہمارا بہادر اس وقت سرتاپا زخمی ہو چکا ہے - مگر کمال بہادری سے دشمن کے حملوں کا جواب دے رہا ہے - اور بار بار ایسے مہیب نعرے لگاتا ہے کہ سننے والوں کے کلیجے دہل جاتے ہیں - اوف گھوڑے کو دیکھئے - کس سرعت سے چکر لگا رہا ہے - کہ حریف کا نشانہ مشکل سے ٹھکانے پہنچتا ہے - یہ مہیب نظارہ دیکھکر مہا پارس - اتی بیر وغیرہ سب اسی طرف جھک پڑے - بظاہر ان سب نے ہمارے بہادر کو نرغہ میں لے لیا ہے - لیکن اس کو دیکھئے! کس پھرتی سے اپنے آپ کو بچاتا ہوا ہر ایک کو جواب دے رہا ہے - اور گھوڑے کی تیزی بھی اس وقت قابل تعریف ہے - جوں ہی ہنومان مہا پارس پر حملہ آور ہوکر اپنا راستہ صاف کرنے لگا کمبھ کرن نے بڑے غصہ سے تیر کمان سے رہا کیا جو اسکی زرہ کو پاش پاش کرکے پہلو کو چیرتا ہوا نکل گیا - مگر گھوڑے نے اس وقت وہ تندی دکھائی - کہ حریف کی سپاہ میں سے جو آگے آیا روندتا ہوا

اپنے لشکر میں آپہنچا۔ اس کو جاتے دیکھکر راون کی سپاہ نے خوشی کے نعرے بلند کئے۔ گویا وہ شکست کھا کر بھاگ گیا ہے۔ ادھر سکھین نے فی الفور بسلیکرن بوٹی زخموں پر لگا کر تھوڑی دیر آرام کرنے کو کہا۔ اور سگریو کمبھ کرن کے مقابلہ پر جا ڈٹا۔ اگرچہ سگریو اور اُسکی زیر کمان فوج اعتدال سے بڑھکر حوصلہ دکھا رہی ہے۔ لیکن حریف کو دیکھئے! کس جوش سے تیر اندازی کر رہا ہے۔ اور جب یہ لوگ اُس پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ تو رتھ کو اس سرعت سے چکر دیتا ہے۔ کہ بجز دھول کے اُڑنے کے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ اور تھوڑی دیر بعد پھر وہی نمودار ہو جاتا ہے۔ اِس کا ایک ایک وار پانچ پانچ دس دس بہادروں کے لئے پیام اجل بن رہا ہے۔ اور وہ بیچارے دیکھئے! کن حیرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے زمین پر تڑپ رہے ہیں۔ جُونہی سگریو۔ انگد۔ جاموَنت وغیرہ طیش میں آکر حملہ آور ہوئے۔ ہزاروں راکش بیدریغ تہ تیغ ہوئے۔ کئی مجروح جسم پاؤں تلے روندے گئے۔ کمبھ کرن اور سگریو کا دوبدو مقابلہ ہو گیا۔ دیر تک ایک دوسرے پر وار کرتے رہے۔ آخر سگریو کے سر پر ایک گُرز اِس زور سے لگا۔ کہ بیچارہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور کمبھ کرن نے پھرتی سے اُسے زمین سے اُٹھا لیا۔ اے لو! سگریو کو دشمن کے پنجہ میں گرفتار دیکھ کر جاموَنت۔ انگد وغیرہ کے چھکے چھوٹ گئے ہیں۔ اُدھر راون کی سپاہ نے خوشی کے نعرے بلند کرکے "راون کی جے" کی صدا بلند کی۔ مگر جُونہی یہ آواز ہمارے بہادر کے کان میں پڑی اور سگریو کو دشمنوں کے قابو میں دیکھا۔ فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر للکارتا ہوا حریف کی طرف بڑھا۔ اور بہ آوازِ بلند بولا۔" دغابازی سے وار کرنا اور ایک بیہوش زخمی بھائی کو اُٹھا کر لیجانا مردوں کا کام نہیں۔ مردمیدان ایسا نہیں کیا کرتے اگر میں ایسا کرنا چاہتا تو تم کو کبھی کا پیوندِ زمین کر دیا ہوتا۔ مگر ایسا کرنا دھرم کے درودہ اور جنگی اصول کے خلاف سمجھتا ہوں۔

کمبھ کرن۔ کیوں اسقدر لاف زنی اور خود سرائی سے اپنا دل خوش کرتا ہے تمہارے درمیان مجھے مارنے یا گرفتار کرنے والا کوئی بھی نظر نہیں آتا۔ معلوم ہوا تو

اپنی جان سے بیزار ہے۔ یا تمکو اپنی اُس جرأت اور حوصلہ کا گھمنڈ ہے۔ جو میری نیر ملتری میں ظاہر ہوا۔ لیکن یاد رکھ اب تیرا میرے ہاتھ سے جانبر ہونا محال ہے۔ ہنومان" میں تم لوگوں سے بخوبی واقف اور تمہارے حوصلوں سے خوب آگاہ ہوں۔ تمہارے خاندان کی جو طاقت ہے وہ مہاراجہ برن کی جنگ میں اچھی طرح دیکھ چکا ہوں۔ ذرا گریبان میں منہ ڈال اور دیکھ کہ میں کون ہوں۔

۵ اگر تو ہے مرد شجاع و دلیر — تو میں ہوں شجاعت کے بیشہ کا شیر
گراں کوہ سا گر ترا گرز ہے — مرا گرز بھی کوہ البرز ہے
کرے تیر جوشن سے تیرا گذر — سناں میری توڑے جبل کا جگر
میں بجرنگ ہوں جنگ میں سخت کوش — اڑا دیتا ہوں شیر مردوں کے ہوش

لے خبردار! سنبھل جا! زیادہ باتیں بنانے کا وقت نہیں " یہ کہا اور دونو ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ باہم اس قدر زور آزمائی ہوئی۔ کہ جن بہادروں کو شجاعت اور تہور پر بڑے بڑے دعوے تھے۔ وہ بھی حیران رہگئے۔ اور کسی کو نزدیک آنے کی جرات نہ ہوئی۔ بہادر جرنیل کو دیکھئے! کس دلیری سے سینہ سپر ہو کر کنبھ کرن کو تر کی بتر کی تیروں کا جواب دے رہا ہے۔ اور جو تیر اسکا دشمن اُس پر مارتا ہے۔ اُسے اپنے نیزے سے کاٹ دیتا ہے یا ڈھال پر روک لیتا ہے۔ انجام کار وہ شجاع شیر مست کی طرح غراتا ہوا مخالف پر حملہ آور ہوا۔ اور اسے غالب آتے دیکھ مہا پارس۔ اتی بیر۔ نکونبھ وغیرہ اسی طرف جھک پڑے۔ ادہر سے مہاراجہ رامچندر۔ لچھمن۔ انگد۔ نل۔ نیل بھی کمک کو آپہنچے۔ رتھوں اور گھوڑوں کی ہل چل سے زمین میں زلزلہ سا محسوس ہونے لگا۔ تلوار پر تلوار۔ اور نیزہ پر نیزہ تیر پر تیر اور گرز پر گرز پڑنے لگا۔ یہ سب ہتیار بمنزلہ چقماق آہن کے بن گئے جن میں سے آگ کے چنگارے اُڑ اُڑ کر آسمان کو جارہے ہیں۔ جو سپاہی تہور اور بہادری میں بے نظیر ہیں۔ وہ تو جان ہتھیلی پر رکھکر آگے بڑھے جاتے ہیں۔ اور ایک ہی ضرب سے حریف کا کام تمام کر دیتے ہیں۔ لیکن بزدل نامرد مارے خوف کے بھاگنے کا بہانہ ڈھونڈھتے ہیں۔ اور اسی جستجو میں ہیں کہ کہیں چوہے کا بل ہی مل جائے۔ تو اُس میں سما جائیں غرض ہمارے بہادر جرنیل کی

زہ کمان فوج نے دل کھول کر ہاتھ دکھلائے۔ بہادر لچھمن اور انگد نے پے در پے تیروں سے مخالف کا ناک میں دم کر دیا۔ ؎

گرے ایک پر ایک بے اختیار ۔۔۔ سوار و پیادہ وہاں بے شمار
ہوئے کشتوں کے پشتے تیار واں ۔۔۔ ہوئے لاشوں کے خوب انبار واں
ہر اک رنگ کے مردوں سے وہ سرزمین ۔۔۔ ہوئی ساری ہمرنگ ارژنگ چین
کرشمے ہوئے پھر بہت سے عیاں ۔۔۔ لگے رقص کرنے وہاں کشتگاں

ناظرین! اپنے لشکر کو مغلوب ہوتے دیکھکر کنمبھ کرن نے مارے غصہ کے بڑے زور سے سنکھ بجایا۔ اور تمام سپاہ کو یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیا ؎

ہوا بوق او کوس کا یہ خروش ۔۔۔ کہ یکسر پریشاں ہوا صبر و ہوش

کنمبھ کرن طیش میں آکر لچھمن پر لپکا۔ مگر اسی وقت مہاراجہ رامچندر نے دشمن کی خاطر و تواضع کے لئے سنسناتا ہوا تیر کمان سے رہا کیا۔ جو اس کی زرہ کو کاٹتا اور چھاتی کو چیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ کنمبھ کرن بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا ؎

ہوا خاتمہ بھی کرن کنمبھ کا ۔۔۔ کہ دم بھر میں لی اس نے راہ بقا

کنمبھ کرن کو بستر مرگ پر دیکھکر راکششوں میں تہلکہ مچ گیا۔ لڑائی بند کی گئی اور باقی ماندہ سپاہ نہایت بدحواس ہوکر راون کے پاس گئی۔ ؎

ہر اک راکشش اشک ریزاں ہوا ۔۔۔ کہ اقبال لنکا گریزاں ہوا
نظر آتا ہے آج برگشتہ بخت ۔۔۔ رہیگا نہ قایم کبھی تاج و تخت
شگوں رام لچھمن کا ہر اک ہے نیک ۔۔۔ کہ غالب ہے ان کا سپاہی ہر ایک
مگر کیا کریں۔ کوئی یارا نہیں ۔۔۔ کہ قسمت کے لکھے سے چارہ نہیں

باب ۵۰

جنگ روز ہشتم

بہادر لچھمن اور میگناتھ

عشرت ہے کبھی دہر میں اور غم کا کبھی دور ۔۔۔ ہے شادی و غم کا یہ مرقع جو کرو غور

آج معمول سے کچھ بڑھکر راون کی سپاہ جوش و خروش دکھا رہی ہے۔ بڑے بڑے نامور اور بہادر معرکہ آرائی پر آمادہ ہیں۔ اِن کا غیر معمولی اشاروں اور کنایوں میں باتیں کرنا اور ایک دوسرے کا باہم حوصلہ افزائی کے لئے مسکرانا ہماری حیرت کو اور بھی بڑھا دیتا ہے۔ کہاں ان کا پے در پے شکستوں سے مبتلائے غم ہوکر تخت لنکا سے مایوس ہونا۔ اور کہاں اِس وقت اِس مسرت آمیز کیفیت سے آمادہ کارزار ہونا۔ ضرور کچھ راز پوشیدہ رکھتا ہے +

ناظرین! ان کے بڑھے ہوئے حوصلے دیکھ کر ہم سے بھی رہا نہ گیا اور بے اختیار دریافت حال کے لئے اپنے خیالِ تیز رفتار کو اُن کے قریب پہنچانا ہی پڑا! +

سنئے کنبھن پرجنگ سے کیا کہ رہا ہے +

کنبھن :- پرجنگ! جہاں تک ہو سکے مخالفین کو سوچنے اور اندازہ کرنے کا وقت ہی نہ دیا جائے۔ مبادا وہ ہمارے راز سے آگاہ ہوکر کامیابی میں خلل انداز ہوں +

پرجنگ :- آپ اس طرف سے مطمئن رہیں۔ میں نے اس بات کا اچھا انتظام کر لیا ہے۔ بلکہ ہر ایک سردار سے عہد و پیمان لے لئے ہیں۔ اُمید قوی ہے۔ کہ آج وہ ایسی جانبازانہ لڑائی لڑینگے۔ کہ حریف کو دم لینے کی فرصت نہ ملے گی +

کنبھن (خوش ہوکر) ہاں۔ ہاں بیشک ایسا ہی ہونا چاہئے۔ کیونکہ مہاراج کے روبرو ہمارے کنور نے (میگھ ناتھ) پرتگیا کی ہے۔ کہ آج اُن سب کا فیصلہ کردونگا پس ہمیں بھی لازم ہے کہ ایسے کڑے وقت میں کوئی دقیقہ وفاداری کا اُٹھا نہ رکھیں اور جہاں تک ممکن ہو اسے پرتگیا پالن کرنے میں مدد دیں +

پرجنگ (کچھ آہستہ سے کہکر) کیا اس میں کچھ ہرج ہے؟"

کنبھن۔ ہاں! ہرج کی کیا بات؟ سراسر نقصان بلکہ تمام کوشش رائگاں جانے کا احتمال ہے۔ اور ناحق رسوا اور ذلیل ہونے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ رامچندر اور لچھمن تیراندازی میں اس قدر مہارت رکھتے ہیں۔ کہ آج دُنیا میں اون کا مقابلہ کرنیوالا نظر نہیں آتا۔ اور ہنومان ایسا زبردست سپہ سالار ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف کسی ارادے میں کامیاب ہونا ایک نہایت ہی دشوار بلکہ ناممکن امر ہے +

پر جنگ ۔ "اچھا! تو جب وہ مقابل ہی نہ آئیں گے ۔ تو کامیاب کیونکر ہو سکتے ہیں ؟"
گنیپن ۔ (کان میں کچھ کہکر) "بس ایک ایک تیر سب کے لئے کافی ہے ۔ خیر تم ۔ ان باتوں کی کچھ فکر نہ کرو ۔ جہاں تک ہو سکے ۔ ایسی لڑائی لڑنے کی کوشش کرو کہ حریف کو تن بدن کی ہوش نہ رہے ۔ پھر دیکھنا ہم کیونکر کامیاب ہوتے ہیں ؟
پر جنگ (خوش ہو کر) "بہت اچھا! آپ میری طرف سے اطمینان رکھیں ۔"

یہ کہا اور اپنی زیر کمان فوج سے جو اس عرصہ میں کچھ دور آ گئے نکل گئی تھی جا ملا اودھر سے سپہ سالار و وید ۔ مینڈ ۔ کج دھاموواں نل ۔ سگر یو ۔ انگد اور بہادر اہبادر جرنیل بیشمار سپاہ لیکر پہنچے ۔ اور دونوں لشکر بالمقابل کھڑے ہو گئے ۔ آہ اس وقت کے سین کو دیکھ کر بے اختیار رکھنا پڑتا ہے ۔ کہ آج ضرور حشر برپا ہو گا ۔ ہزاروں جانیں تلف ہوں گی ۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے ۔ جرار لشکر ہی لشکر دکھائی دیتا ہے ۔ اور دونوں طرف کے بہادر سپاہی کمانیں تانے چلے چڑھائے علم کے منتظر کھڑے ہیں جونہی جنگ کا طبل بجا ۔ سنکھوں نے جنگ کے شروع کرنے کی صدا بلند کی ۔ کہ کمانوں کی کشاکش کی آواز آنے لگی ۔ تیر جو ابھی ترکشوں میں پڑے ہوئے اپنی خونخوار زبانیں چھپائے ہوئے تھے ۔ جانباز سپاہیوں کے اجسام میں ترازو ہو گئے ۔ کئی گوشت کو چیرتے ہڈیوں کو توڑتے ہوئے کمر سے پار ہو گئے ۔ آناً فاناً میدان جنگ میدانِ محشر بن گیا ۔ بہادروں سے زور و شور سے اپنی شجاعت کے ثبوت دینے شروع کئے ۔ دیر تک طرفین میں تیروں سے ردّو بدل ہوتی رہی دفعتاً راکشس سپاہ حملہ آور ہوئی ۔ اور دونوں طرف اس قدر گھمسان مچ گیا ۔ کہ اپنے بیگانہ کی تمیز نہ ہو سکی ۔ نیزہ برچھیوں اور تلواروں کے پے درپے واروں نے کئی دھڑ بے سر کر دیئے ۔ اور بہادروں کا بیش قیمت خون پانی کی طرح زمین پر بہنے لگا ۔ ؎

ہوا گرم ہنگامۂ کشت و خوں ہوئی خون سے یکسر زمیں لالہ گوں
ہوا ابق اور کوس کا یہ خروش یہ یکسر پریشاں ہوا صبر و ہوش
ہوا گیر ہو کر غبارِ زمین گیا تا سرِ سقف چرخ بریں

دو لشکر بہم حملہ آور ہوئے ہزاروں تن اکدم میں بے سر ہوئے
بشمشیر و گرز و سنان و خدنگ رہا دیر تک گرم بازارِ جنگ

ذرا ہمارے بہادر کی تلوار کو دیکھئے۔ کس سُرعت سے چل رہی ہے۔ کہ حریف کو وار کرنے کی مُہلت ہی نہیں دیتی۔ اور نہ وہ بدنصیب اپنی حفاظت ہی کر سکتے ہیں اُدھر انگد اور سگریو وغیرہ دادِ شجاعت دے رہے ہیں۔ ہزاروں جانیں تلف ہو گئیں۔ بیشمار راکش اور اُن کے چیدہ چیدہ سردار مجروح ہو کر زمین پر گر پڑے۔ قریب تھا کہ راکش سپاہ بیدل ہو کر میدان سے مُنہ موڑے۔ اور بھاگ کر شکست تسلیم کرے۔ ناگاہ خونخوار زہر آلود تیروں کا مینہ برسنا شروع ہوا۔ آہ! جس کو ناتیر مس بھی ہوا بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ ایلو! دیکھنا نل۔ جاموَنت وغیرہ زمین پر بیحس و حرکت پڑے ہیں۔ اُن کو اِس حالت میں دیکھ کر ہمارا بہادر سگریو کے پاس گیا۔ مگر وہ ابھی اسے دیکھ ہی رہا تھا۔ کہ ایک تیر جوشن سے گذرتا ہوا اس کے پاؤں پر لگا۔ اور تھوڑی دیر میں یہ بھی بیہوش ہو کر عالم خواب میں اپنے رفیقوں سے جا ملا۔ ان سب کی یہ حالت دیکھ کر بہادر لچھمن شیر نر کی طرح گرجتا ہوا وہاں پہنچا۔ اور ایسا پُرجوش حملہ کیا۔ کہ راکش سپاہ مقابلہ کی تاب نہ لا کر قریب تھی کہ پیٹھ دکھائے۔ اور بہادر لچھمن مظفر و منصور واپس ہو۔ کہ ایک تیر شکتی[۵۱] نما اُس کی زرہ کو کاٹتا ہوا پہلو میں لگا۔ اور پار ہو گیا

۵۱ جس کا پھل برچھی کے پھل سے مشابہت رکھتا ہے +

قدیم ہندوستان میں آلاتِ جنگ مختلف اقسام کے ہوا کرتے تھے۔ بعض موجدوں کے نام سے مشہور تھے جیسے اندربان برہم استر وغیرہ وغیرہ۔ خصوصاً برہم استر جایا سا تیر تھا۔ کہ اس میں زہر رختہ کیا جاتا تھا۔ اور اس کے لگنے سے زیست کی امید منقطع ہو جاتی تھی۔ سنا گیا ہے کہ آجکل بھی مشرقی افریقہ میں جنگلی (ربانی) لوگ اسی قسم کے تیر شکار وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں اور بعض ہتھیار جس چیز سے مشابہت رکھتے تھے۔ اُسی کے نام سے مشہور تھے۔ جیسے ہل۔ مگدر۔ پرگھ۔ وغیرہ۔ اسی طرح انگلستان میں بھی ایڈورڈ اول کے عہد میں ایک ہتھیار تھا جس کا نام لڑائی کا بھیڑیا تھا (وار وولف) اور ایڈورڈ سوم کے عہد میں بلی کا گھر (کیٹ ہاؤس) اور آرہ تھا جو ڈینمرکی لڑائی میں استعمال کئے گئے تھے +

(باقی نوٹ صفحہ ۲۱۳ پر ملاحظہ کرو)

مہاراجہ رامچندر نے جن کا رتھوان دیکھئے۔ کس طرح رتھ کو اوڑاتے ہوئے آرہا ہے۔ اوپر نظر اُٹھائی۔ اور میگھ ناتھ کو دیکھا کہ بوان میں بیٹھا وار کر رہا ہے۔ آپ نے فوراً سنسناتا ہوا اگن بان کمان سے رہا کیا۔ اور اسی طرح پے در پے تین چار بان چھوڑے۔ مگر میگھ ناتھ کی چابکدستی دیکھئے۔ کہ وہ اپنا بوان اس سرعت سے لئے جا رہا ہے۔ کہ مشکل سے کبھی کبھی نظر آتا ہے۔ اور یہی باعث ہے کہ وہ ابتک مہاراجہ رامچندر جی کے دشمن کش تیروں سے محفوظ ہے۔ ورنہ کبھی کا زمین پر لیٹتا ہوا نظر آتا۔ میگھ ناتھ کا بوان جب تک میدانِ کارزار پر حلقہ باندھے گردش میں رہا۔ انہوں نے بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ مگر جب حد سے زیادہ اُسکا تعاقب کیا۔ تو نظر سے غائب ہوگیا۔ اور راون سے جاکر کہنے لگا ؎

مبارک مجھے آج یہ دن چڑھا ۔ کہ دیرینہ کینہ کا بدلہ لیا۔
اگر زندگی نے میری کی وفا ۔ دکھاؤں کا ہر دو کو راہ فنا

اتنے میں راون کی باقی ماندہ سپاہ خوشی کے نعرے بلند کرتی ہوئی حاضر ہوئی۔ اودھر جب مہاراجہ رامچندر نے حریف کا کچھ بھی نشان نہ پایا۔ تو سب کو دیکھتے ہوئے

(صفحہ ۲۱۲ کا بقیہ حاشیہ) بعض مؤلفان رامائن راوی ہیں۔ کہ لچھمن جی کو شکتی (زہر آلود تیر) کے لگنے کے وقت ہنومان وہاں موجود نہ تھا۔ وہ اس وقت ناروجی سے مہاراجہ رامچندرجی کی بزرگی کے راگ سُن رہا تھا۔ اگرچہ ان کی یہ تحریر ہمارے بہادر کی بزرگی اور رامچندر جی کی سچی بھگتی ہونے کا اظہار کرتی ہے۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ ہنومان کی موجودگی میں میگھ ناتھ کچھ بھی نہ کرسکتا تھا۔ لیکن ناظرین یہ حالات ایک طرح پر اُوس کی بزرگی ثابت نہیں کرتے۔ بلکہ اوس کی زندگی پر داغ لگاتے ہیں۔ کہ ایسے جنگ وجدل کے موقع پر ایک سپہ سالار کا۔ اور وہ بھی کونسا جسپر لڑائی کا زیادہ دارو مدار ہو۔ میدانِ کارزار سے منہ موڑ راگ رنگ میں مصروف ہو۔ اور ایسا محو ہو کر اُسے رزمگاہ کی کچھ بھی خبر نہ رہے کچھ تھوڑی سی بات نہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ ہنومان اصولِ جنگ سے ناواقف اور میدان کا بزدل تھا۔ لیکن شکر کا مقام ہے۔ کہ بالمیکی رامائن میں ہم اِن لفظوں کو نہیں پاتے (دیکھو بالمیکی رامائن۔ لنکا کانڈ صفحہ ۹۲ و ۹۳) +

لچھمن کے قریب جو اس اثناء میں بیہوش ہو کر گر پڑا تھا۔ آئے۔ لچھمن جی کو خون میں تر بتر پایا۔ اور وہ اس وقت قوت ناطقہ سے محروم تھے۔ مہاراجہ رامچندر جی عالمِ تحیّر میں دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ اور اپنے دل سے کہنے لگے ؎

یک ساعت یک لحظہ یک دم   دگرگوں میشود احوال عالم

اتنے میں سوکھین۔ گواچھ وغیرہ بھی آ گئے۔ اور اُن بہادروں کو جو بیہوش پڑے تھے۔ بغور دیکھا فوراً سوائے لچھمن کے سب کے زخموں پر جو حریف سے تھے۔ مگر زہریلا پن کے باعث بیہوش پڑے تھے سورت کرنی بوٹی استعمال کی جس کے لگاتے ہی سب ذلا در ہوش میں آ گئے۔ مگر آہ لچھمن جی کا زخم ایسا گہرا تھا۔ کہ دو تین قسم کی بوٹیاں جو وہاں موجود تھیں۔ یکے بعد دیگرے استعمال کی گئیں۔ مگر وہ کچھ کام نہ دیکیں اور زخم بمصداق ع مرض بڑھتا گیا۔ جُوں جُوں دوا کی۔ گہرا ہوتا گیا۔ لاچار اُنہیں اُٹھا کر کیمپ میں لائے +

باب ۔ ۵۱

سجیون بوٹی

کیا اعتبار دھر کا عبرت کی جا ہے یہ

ناظرین ! دنیا عبرت کی جگہ ہے۔ اس میں دم مارنے کی کسی کو جا نہیں۔ انسان کچھ سوچتا ہے۔ تقدیر کچھ کرتی ہے۔ آہ ! یہ وہی لچھمن ہے۔ جو تھوڑی دیر پہلے بڑے جوش و خروش سے شیر نر کی طرح گرجتا ہُوا میدانِ کارزار میں حریف کو پس پا کر رہا تھا۔ اور اب بے حس و حرکت ہاتھ پاؤں زمین پر ڈالے خون میں تر بتر پڑا ہے۔ اس کی ایک طرف سوکھین[۵۱] سگریو ہنومان وغیرہ اور دوسری طرف مہاراجہ رامچندر سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ اِن شور بیروں کے رنج و غم کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ زبان کو طاقت نہیں کہ بیان کرے۔ اور قلم کو یارا نہیں

۵۱ مہاراجہ رامچندر کا سپاہ سالار اور دہرم راجہ کا لختِ جگر تھا۔ دیکھو بالمیکی رامائن لنکا کانڈ صفحہ ۳۶۔ سرگ ۳۰ +

کہ رقم کرے۔ لچھمن جی کی بھولی بھالی صورت - اِن کی میٹھی میٹھی باتیں - فرمانبرداری کی خصلت - وطن کو چھوڑ کر بن باس کے لئے تیار ہونا - اور اپنے آرام کو اِن کے رنج و غم پر قربان کرنا - یہ سب باتیں تصور کا فوٹو بن کر مہاراجہ رامچندر کی آنکھوں کے سامنے پھر گئیں - بے اختیار کلیجہ دھڑکنے لگا - دل گھبرا گیا - اور آنکھوں کے آنسو نکل پڑے سوکھین نے جو سامنے ہی بیٹھا ہے کہا -

"اِس میں شک نہیں کہ بھائی زورِ بازو مصیبت میں پشت پناہ اور اڑے وقت کا سہارا ہوتے ہیں۔ لچھمن جی کی بیماری کا رنج و غم جسقدر آپ کریں بجا ہے - لیکن تقدیر بڑی زبردست شے - اِس کے آگے کسی کا چارہ نہیں - ہاں - تدبیر کرنا انسان کا فرض ہے - دیوادسر سنگرام میں دو چار نہیں! دس نہیں!! بلکہ سینکڑوں بہادر اِن ظالموں کے ہاتھ سے اسیطرح فریب میں آکر زخمی ہوئے - مگر امرت سجیونی کے استعمال سے تھوڑی ہی دیر میں توانا و تندرست ہو گئے - ہائے افسوس[لہ] وہ دوائی اسوقت موجود نہیں - اور ہم اپنے اوس جنگل سے جو گند مدھنا پہاڑ پر واقع ہے - بہت دور ہیں - ورنہ لچھمن جی کا زخم تو کچھ چیز نہیں - اگر تمام بدن بھی گل گیا ہو - تو تندرست ہونا دشوار نہ تھا +

رامچندر - "تو پھر اب کیا کرنا چاہیئے ؟"

سکھین - "بجز اِس کے کہ امرت سجیونی میسر ہو کوئی صورت چارہ گری کی نظر نہیں آتی - اور وہ بھی طلوعِ آفتاب سے پہلے - ورنہ اُسوقت کے بعد سوائے تاسف اور افسوس کے کچھ پیش نہ جائیگی "

رامچندر - (ہنومان کی طرف دیکھ کر) "میرے بہادر جرنیل! بغیر تمہارے اور کوئی نظر نہیں آتا - جو اِس اہم کام کو سر انجام دے - لچھمن جی کی زندگی تمہارے ہاتھ ہے"

ہنومان - (ہاتھ جوڑ کر) مہاراج! آپ تسلی رکھیں - جہانتک ہوگا - کوشش کرونگا امرت سجیونی لانے میں دریغ نہ کرونگا (مغرب کی طرف دیکھ کر) - آفتاب غروب ہوا جاہتا ہے - اب اجازت دیجئے +

لہ دیکھو الیڈ اوف دی ایسٹ صفحہ ۲۸۷ - یہ جنگل جو اندازاً سات سو میل کے فاصلہ پر تھا +

مہاراجہ رامچندر "شاباش! بہادر تم سے ایسی ہی امید تھی (سوکھین کی طرف دیکھ کر) بہادر جرنیل کو سب حال بتا دیجئے"

سوکھین "امرت سجیونی کا پودا زرد[1] رنگ ہوتا ہے پھل سبز۔ پھول ہلکے سُنہری رنگ اور اُس میں سے جنگلی صندل کی بو بھی آتی ہے۔ زمین پر اس قدر پھیلا ہُوا ہوتا ہے۔ کہ زمین نظر نہیں آتی۔ اِن باتوں کو خوب یاد رکھنا۔ مگر یہ خیال رہے کہ یہ کام طلوع آفتاب سے پہلے ہونا چاہیئے"

ہنومان "بہت اچھا! ایسا ہی ہوگا"

ہنومان نے یہ کہا۔ اور پوان پر سوار ہوکر نظر سے غائب ہوگیا۔ پوان بقدر تیز تھا۔ کہ بمشکل ڈیڑھ پہر رات گذری ہوگی۔ جب یہ بہادر کوہ گندمدہنا پر جو کسکندا کے شمال اور ہندوستان کے جنوب میں شہر کسکندا سے کچھ فاصلہ پر واقع تھا جا پہنچا۔ اِس وقت رات ایسی اندھیری ہے۔ کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا چاروں طرف سے خوفناک آوازیں آرہی ہیں۔ خونخوار درندے اور جنگلی جانور دکا رہے ہیں۔ پہاڑوں کی بلند چوٹیاں اور کرخت گھاٹیاں اور بھی ستم ڈھا رہی ہیں۔ ہوا شائیں شائیں کرتی اور فراٹے بھرتی گذر رہی ہے۔ غرض یہ وہ وقت ہے۔ کہ ایک بہادر سے بہادر کے اوسان بھی خطا ہو جاتے ہیں۔ لیکن مہاراجہ رامچندر کا بہادر جرنیل اِن باتوں

ناظرین! ہماری یہ تحریر کہ ہنومان جی امرت سجیونی کو دروناگر سے نہیں لائے۔ اور نہ ہی بھرت سے ملے ہیں۔ شاید آپ لوگوں کو اس وجہ سے ناگوار گذرے۔ کہ ہم نے گوسائیں تلسی داس جی کی تصنیف کی تردید کی ہے۔ مگر آپ یہ امر مدنظر رکھیں۔ کہ اُنہوں نے جو کچھ لکھا ہے۔ بھگتی بھاؤ یا مہاراجہ رامچندر جی سے سچی محبت کے اظہار کا جوش ہے نہ کہ تاریخی واقعات۔ مگر ہم نے چونکہ تواریخی واقعات اخذ کرنے میں یکتی (دلیل) اور پرمان (ثبوت) سے کام لینا ہے۔ اس لئے جب ہم سب سے پہلے بالمیکی رامائن لنکا کانڈ صفحہ ۹۳ کو دیکھتے ہیں تو اس بات کا کہیں بھی پتہ نہیں ملتا۔ اور نہ انگریز مؤرخ مسٹر رچرڈسن صاحب جنہوں نے نہایت جانفشانی سے سنسکرت کی رامائن کا ترجمہ بڑے بڑے لائق فائق پنڈتوں کی امداد سے انگریزی میں کیا۔ اس کی شہادت دیتے ہیں۔ دیکھو (باقی صفحہ ۲۱۷ پر ملاحظہ کرو) +

[1] دیکھو ایلیڈ آف دی ایسٹ صفحہ ۲۳۔

کی کچھ بھی پرواہ نہ کرتا ہوا برابر اپنے کام میں مصروف ہے۔ وہ دیکھئے مشعل ہاتھ میں لئے ہر ایک پودے کو دیکھتا اور تلاش کرتا پہاڑ کی بلند چوٹی پر خوش خوش کامیابی کی امید میں جاتا ہے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد نہایت مایوس ہو کر واپس آجاتا ہے اور کچھ سوچنے لگتا ہے۔ اور پھر کچھ سوچ کر کسی دوسری طرف چلا جاتا ہے۔ جب کچھ وقت اسی طرح گذر گیا۔ اور رامچندر جی کے بہادر سپہ سالار کو حصولِ مراد کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ تو لچھمن جی کی حالت زار آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ نہایت بیچین ہو کر سوچ میں پڑ گیا۔ لیکن جوانمردی اور مستقل مزاجی نے اِس کے مایوس دل کو تسلی دی۔ اور کہا کہ کوئی مشکل نہیں جو آسان نہ ہو۔ وہ جستجو ہی نہیں جس میں کامیابی نہ ہو بشرطیکہ صدق دل سے انسان اُس کے درپے ہو۔ پس اگر تم مہاراجہ رامچندر کے سچے خیر خواہ ہو۔ تو وقت کو سوچ بچار میں ضائع نہ کرو۔ اور تلاش کرو۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی ہمارا بہادر ہنومان پھر مشغول ہو گیا۔ اور اُس پہاڑی پر جو گندھمادن کی بلند چوٹی کے نیچے ہے پہنچا۔ آہا! جیسے یہ بہادر زمین سے نظر ملائے ہر ایک پودے کو دیکھتا ہوا جا رہا تھا۔ جونہی ایک خاص پودا نظر پڑا۔ کچھ شک سا دل میں پیدا ہو گیا۔ وہیں مشعل لے کر بیٹھ گیا۔ جب بغور دیکھا۔ ان علامات کو جو اس کی شناخت کی تائید میں سوکھین نے بیان کی تھیں۔ پایا۔ تو اطمینان سے ہاتھ بڑھا کر توڑنا چاہا۔ مگر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۶) اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کوہ دوناگر کا جو ہمالہ پہاڑ پر واقع ہے۔ لنکا سے کتنا فاصلہ ہے۔ مروجہ نقشوں سے پتہ ملتا ہے۔ کہ یہ فاصلہ دو ہزار میل سے کچھ زیادہ ہے۔ جو آمد و رفت کے لحاظ سے قریب ساڑھے چار ہزار میل کے ہوتا ہے۔ اس دور دراز سفر کو طے کرنے کے لئے سوائے بِمانوں کے اور کوئی ذریعہ قلمبند نہیں ہے۔ جن کی رفتار ہمارے رشیوں نے زیادہ سے زیادہ ۱۳۰ میل فی گھنٹہ کے حساب سے درج فرمائی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ کس قدر وقت اس کام کی سرانجام دہی کے لئے ہنومان کو ملا۔ چونکہ لنکا میں دن رات قریباً برابر ہے۔ اسلئے نصف گھنٹہ آخری دن کا اور ۱۲ گھنٹے رات کے لیتے ہیں۔ تو کل ۱۲ گھنٹے ۳۰ منٹ ہوتے ہیں۔ ان میں سے کم سے کم نصف گھنٹہ بوٹی کی جستجو کا اور دو گھنٹے باقی بات کے جبکہ ہنومان جی واپس آئے منہا کرتے ہیں۔ تو صرف (باقی صفحہ ۲۱۸ پر ملاحظہ کرو)

جھجک کر رہ گیا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ "معلوم نہیں اسکی جڑ دکار ہے یا شاخیں اور پتیاں اور مقدار کا بھی حال معلوم نہیں"۔ ناظرین! ہنومان تھوڑی دیر تک تو اسی سوچ میں رہا بعد میں نہ جانے کیا سوچ کر چار پانچ پودے جڑھ سے اوکھاڑ لئے۔ اور اُسی پوان پہ سوار ہو کر پہر رات باقی ہو گی۔ جب یہ کیمپ میں واپس آیا۔ آہا! اس کو دیکھتے ہی سب کی جان میں جان آ گئی۔ بہادر ہنومان۔ رامچندر جی کے قدم بوس ہونا چاہتا ہی تھا کہ اُنہوں نے فوراً گلے سے لگا لیا۔ اور سوکھین نے جلدی سے بوٹی لیکر قاعدہ کے مطابق زخم پر باندھی۔ اور چند قطرے لچھمن جی کے حلق میں ٹپکائے۔ اس بوٹی کی بینظیر تاثیر سے لچھمن جی نے آنکھیں کھول دیں۔ رامچندر نے فرط انبساط سے اُسکی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اور آپ ہنومان جی کی تعریف و توصیف کر ہی رہے تھے۔ کہ لچھمن جی اُٹھکر بیٹھ گئے۔ ان کو بیٹھا دیکھکر تمام کیمپ میں خوشی کے نعرے بلند ہونے ہمارے بہادر کی شان میں شاباش اور آفرین کی صدا بلند کی۔ مہاراجہ رامچندر نے اپنے سپاہ سالاروں کو میگھناتھ کے مکر و فریب سے آگاہ کر کے آیندہ کے لئے محتاط رہنے کی تاکید کی۔ اور سب کو کچھ دیر آرام کرنے کے لئے حکم صادر فرمایا ✦

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۷) دس گھنٹے باقی رہ جاتے ہیں۔ لیکن جب ان باقی ماندہ دس گھنٹوں سے ۵۰۰ میل پر تقسیم کرتے ہیں۔ تو حاصل تقسیم ۵۰ میل فی گھنٹہ ہوتے ہیں۔ پس ناظرین آپ ہی انصاف فرمائیں کہ وہ ایسے کیا وسائل تھے۔ جن سے ہنومان نے یہ سفر طے کیا۔ جہانتک غور کیا جاتا ہے سوائے ہوائی کے اور کوئی ذریعہ نظر نہیں آتا جن کی رفتار کا ذکر ہم کر آئے ہیں۔ اگر کوئی اور ذریعہ مان بھی لیا جائے۔ تو عقل تسلیم نہیں کرتی۔ کہ ایسی تیز رفتار سواری میں انسان زندہ رہ سکے۔ مہاراجہ رامچندر کی مصیبت کی داستان اور خوں ریز لڑائی کا ذکر سُنکر بھرت جی کا خاموش رہنا دور از قیاس بات ہے۔ کہاں رامچندر جی کی جدائی میں تخت حکومت چھوڑ کر فقیرانہ طور پر گذارہ کرنے کا عہد کرتا اور کہاں ایسے کڑے وقت پر امداد کو نہ پہنچنا یہ دونوں متضاد باتیں ہیں۔ ناظرین کیا آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ بھرت جی نے ایسا کیا ہو؟ کیا اُنکی زندگی کے واقعات اور مہاراجہ رامچندر جی سے برتاؤ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ بھرت جی بے درد اور بے مروت تھے؟ نہیں! ہرگز نہیں! وہ مہاراجہ رامچندر کے اعلےٰ درجہ کے دردخواہ غمخوار اور نیز جاں نثار کرنے والے بھائی تھے۔ (باقی صفحہ ۲۱۹ پر ملاحظہ کریں)

باب - ۵۲

جنگ[1] روز ہفتم

زمین چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا　　بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

پچھلی لڑائی میں میگھناتھ کی حیلہ سازی اور دھوکا بازی نے آج مہاراجہ رامچندر کے ہر ایک سپاہ سالار کو چوکنا بنا دیا ہے۔ وہ دیکھئے! بہادر جامونت اور پلوگم کس خوبی سے شست باندھے اور دوربین لئے سامنے پہاڑ پر بیٹھے ہیں۔ تاکہ حریف کے بیجا حملے ان سے پوشیدہ نہ رہیں۔ اور اِدھر میدان میں بہادروں کو صبح سے لڑتے لڑتے دوپہر ہو آیا ہے۔ آفتاب کی شوخ کرنیں تلواروں اور نیزوں کے آبدار پھلوں پر پڑکر اِدھر اُدھر پھیل رہی ہیں۔ لیکن ان کے بڑھے ہوئے جوش اور نیچے ہوئے ہاتھ ابھی تک اس عرصہ سے چل رہے ہیں۔ کہ تھکنے کا نام ہی نہیں جانتے۔ حملہ پر حملہ ہو رہا ہے۔ انسان کا بیش قیمت خون پانی کی طرح زمین پہ بہ رہا ہے۔ جس میں بہادروں کے کٹے ہوئے سر اور تڑپتے ہوئے دھڑ لاپرواہی سے تیر رہے ہیں۔ آہ! گھوڑوں کے سخت سموں کی ٹھوکر لگنے سے سر تو اِدھر اُدھر لُڑک جاتے ہیں۔ مگر پیٹ پر پڑنے سے "پھس" کی آواز پیدا ہوتے ہی انتڑیاں باہر نکل آتی ہیں۔ ؎

ہزاروں ہی جنگی جواں یک قلم　　روانہ ہوئے سوئے مُلکِ عدم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۸) ذرا رامائن کے اجودھیا کانڈ کو ملاحظہ کیجئے۔ اور دیکھئے۔ کہ بھرت جی کن اوصاف اور کن خیالات کے مُنش تھے۔ یہ صرف ہماری کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ جو ایسے مہاتما کے جیون پہ دھبہ لگاتے ہیں۔ یہ کبھی ممکن نہ تھا۔ کہ وہ اس حال سے آگاہ ہوتے۔ اور وہاں تو پہنچتے۔ مذکورہ بالا امور پر غور کرنے سے بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہنومان جی دروناگر پر نہیں گئے۔ بلکہ وہ گند مدھنا یا گھن گرپہار تھا جو ہیوان پہاڑ کے کسی حصہ کا نام تھا۔ دیکھو بالمیکی رامائن لنکا کانڈ صفحہ ۲۹۳۔ رامائن انگریزی مصنفہ مسٹر آر گریفتھس صاحب صفحہ ۹۳۔ والم اول +

[1] یہ لڑائی دو تین روز کے بعد ہوئی ہے +

بہادر وہ مانندِ فیلانِ مست ہوئے موت کے ناگہاں پائے پست

مگر اس خوفناک نظارہ کو دیکھ کر بہادروں کے دل نہیں دہلتے۔ اور نہ وہ لڑائی بند کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ وہ دیکھئے! کیسے سینہ سپر ہو کر تیر و کمان کو چھوڑ نیزہ برچھی اور تلوار سے کام لے رہے ہیں۔ اے لو! راکش سپاہ حملہ آور ہوئی۔ اسے ہے! بہادر سپاہ سالار رسبھ جو ابھی اپنی زیر کمان فوج کا حوصلہ بڑھاتا ہوا خود تلوار سُوت کر نکونمبہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ کیسے گردنی کھاتا ہوا رہوار کی پشت سے نیچے آ رہا ہے۔ اگرچہ میگھناتھ کی خونخوار برچھی نے اس کے پہلو کو چیر کر انتڑیوں کو باہر نکال دیا ہے۔ لیکن اس کے حوصلہ کو دیکھئے۔ کس پھرتی سے اپنے آپ کو سنبھال کر کھڑا ہو گیا ہے۔ ایک ہاتھ زخم پر ہے۔ اور دوسرے سے تلوار اُٹھانا چاہتا ہے۔ مگر اس اثناء میں میگھناتھ نے ایک اور وار برچھی کا اُس کی پیشانی پر کیا۔ اور نکونمبہ نے تلوار سے اُس کا سر تن سے جُدا کر دیا۔ آہ! اس کی یہ حالت اور بازیٔ سپاہ کو مغلوب دیکھ کر ہمارے ہیرو نے اپنے جھنڈے کو حرکت دی۔ اور سنکھ اس زور سے پھونکا۔ کہ بہادروں کے دل دہل گئے۔ ہنومان یا تو ابھی کچھ فاصلہ پر دُشمن کی سپاہ پر تیر برسا رہا تھا۔ یا چشم زدن میں میگھناتھ کے دستے پر جا چمکا۔ اور ایسے تیر برسائے۔ کہ پھر حریف کے شاہزدہ ہاتھ اپنی غیر معمولی سرعت دکھا نہ سکے۔ ادھر اوس کی سپاہ کے حوصلے دوبالا ہوئے۔ اور ایسے جوش میں آئے۔ کہ حملہ آور قدم ایک قدم بھی تو آگے نہ بڑھ سکا۔ یکایک اعتدال میں فرق آیا۔ جنگی ترازو کا دوسرا پلڑا جُھکا۔ اور بازی سپاہ نے راکشوں پر حملہ کیا۔ بہادروں کے نیزے جُھک گئے۔ جھنجھناتی ہوئی تلواریں کھنچ گئیں ؎

جس صف پہ گری سیف صفائی نظر آئی تل کر جو پڑی ضرب سوائی نظر آئی
ترکیب عناصر میں جُدائی نظر آئی نے شانہ نہ بازو نہ کلائی نظر آئی

بازو پہ جو تڑپی نہ کسی دوش پہ سر تھا
پہلو پہ جو چمکی تو نہ دل تھا نہ جگر تھا

بیشمار بہادر ایک آن کی آن میں بسترِ مرگ پر لیٹ کر حسرت بھری نگاہوں سے اپنے عزیز ہمراہیوں کو دیکھنے لگے اس حالت کو محسوس کر کے میگھناتھ غیض و

غضب میں آگیا۔ مگر اکچھ وسوئی نابجھ وغیرہ سپہ سالار اس کی کمک کو آپہنچے۔ اور پرجوش لڑائی شروع ہوئی۔ آہ! ایک طرف تو خون کی سُرخی میں سورج کی کرنیں شوخیاں کر رہی ہیں۔ اور دوسری طرف تلوار اور سنا مقتولوں کی تعداد بڑھا رہی ہیں۔ ناظرین! جس جوانمردی اور مستقل مزاجی سے ہمارے بہادر نے میگھناتھ اور اُس کی سپاہ کا مقابلہ کیا۔ اس کی شہادت کے لئے سوائے اوراق رامائن اور آفتاب کے اور کوئی گواہ نہیں۔ ایسی جانفشانی کے وقت جبکہ چاروں طرف سے تلوار چل رہی ہے۔ نیزہ سے نیزہ اور سنا سے سنا بھڑ رہی ہے۔ بہادر لچھمن کا رتھوان بھی اس تیزی سے رتھ کو اسی طرف لایا۔ کہ اُن کے تیر نے تاوقتیکہ میگھناتھ کے گھوڑوں کو زخمی کر کے رتھ کا دایاں پہیہ چور چور نہ کر دیا۔ کسی کو ان کا آنا معلوم ہی نہ ہُوا۔ میگھناتھ کے گھوڑوں کو مجروح دیکھ کر اور رتھ کو ناقابل پاکر جمو مالی نے فوراً دوسرا رتھ لاکر حاضر کیا۔ جسپر وہ دیکھئے میگھناتھ سوار ہوکر لچھمن جی کے مقابلہ پر جاکر یوں کہہ رہا ہے +

"کیا کل کا برہم استر (زہر آلود تیر) بھول گئے۔ جو آج پھر میدان میں آئے ہو۔ افسوس! معلوم ہوتا ہے۔ کہ درپردہ رامچندر تمہاری موت کے درپے ہے؟ بہتر یہی ہے کہ میدان سے بھاگ جا۔ اور اپنی عزیز جان پر رحم کر۔ ورنہ آج تمہارا جان بر ہونا محال ہے"

لچھمن "کیوں بکواس کرتا ہے؟ بہادر سامنے ہوکر لڑا کرتے ہیں۔ نہ چھپکر۔ نامرد! یہ کونسی مردی تھی۔ جو تو نے کل اختیار کی۔ بس سمجھ لے کہ آج تو ہے یا یہ۔ (کمان کو ٹھنکار کر) کمان ؎

لٹا کر تجھے بسترِ مرگ پر کرونگا تیرا چاک دل اور جگر
کرینگے تری دوست سب تجھ پہ بین کہ پہنچیگا گردوں تلک شور و شین

میگھناتھ ہنس کر کچھ کہنے کو تھا۔ کہ لچھمن نے کہا "یہ بزم گاہ نہیں۔ بلکہ رزمگاہ ہے۔ زیادہ باتیں بنانے کا موقع نہیں۔ نے سنبھل جا" یہ کہا اور سنسناتا ہوا تیر کمان سے رہا کیا جس کو اُس نے اپنے تیر سے کاٹ دیا۔ اور خود برچھی لے کر آگے بڑھا! اسکو

بڑھتا دیکھ کر لچھمن جی نے اپنے رتھ کو پیچھے ہٹا لیا۔ اور پے در پے اس قدر تیر برسائے کہ اُس کو جواب دینے کی مہلت ہی نہ دی۔ ایک تیر اُس کی چھاتی پر لگا۔ جو زرہ کو کاٹ کر مضبوط ہڈیوں کو توڑتا ہوا ترازو ہو گیا۔ مگر بہادر میگھناتھ سنبھل کر برہم استر (زہر آلود تیر) رہا کیا۔ جو لچھمن جی کے تیر سے ٹکرا کر نکما ہو گیا۔ اب اس نے دوسرا تیر کمان سے چھوڑنا چاہا۔ مگر اتنے میں لچھمن جی کا دُشمن کش تیر اس کے شانے پر بیٹھا۔ اور بازو الگ جا پڑا۔ دوسرے تیر نے سر کو اڑا کر روح کو آزاد کر دیا۔ بس پھر کیا تھا تمام سپاہ میں ہل چل مچ گئی۔ بہادروں کے حوصلے جو پہلے سے پست ہو رہے تھے۔ ٹوٹ گئے۔ اور بہت سے سرداروں کی چشم دید مرگ اِن کی سراسیمگی کا باعث ہوئی تو بے اختیار بھاگنے کے بغیر کوئی اور چارہ نہ سوجھا۔ ایلو! دیکھنا راون کے سپاہی کیسی گھبراہٹ سے بھاگے جا رہے ہیں۔ اور بانری سپاہ اِن کے تعاقب میں ہے +

باب ۔ ۵۳

جنگ روز ہشتم

روتا ہے باغباں درِ گلشن میں یہ زار زار   شاید چمن سے ہوتی ہے رخصت بہار آج

راکشوں نے شکست کی رات آنکھوں میں کاٹی۔ تمام شب مشوروں اور سامانِ جنگ کے مہیا کرنے میں صرف کر دی۔ وہ بانردیپ کے بہادروں کو تو آغاز جنگ ہی میں خیرباد کہہ بیٹھے تھے۔ کیونکہ اِن کے نزدیک اِس فساد کے بانی وہی تھے۔ جو مہاراجہ امچندر کی طرف سے مقابلہ کر رہے تھے۔ لیکن جب اُن لوگوں سے جن کی طاقت پر لنکا کی راجدھانی فخر کیا کرتی تھی۔ اور اُس کا فخر کرنا بھی بجا تھا۔ کیونکہ وہ مہاراجہ راون کے باجگذار تھے۔ امداد کی درخواست کی تو ٹکا سا جواب پایا کہ "ہم لوگ نہیں آ سکتے" آہ! ایسے کڑے وقت میں اپنے باجگذاروں سے ایسا روکھا جواب سُن کر اور اہلِ بانردیپ کو منحرف دیکھ کر راون کا وہ دِل جو خویش و اقرباء کے جنگ میں کام آنے اور بیچے

شکستوں کے کھانے سے پہلے ہی پژمردہ ہو رہا تھا۔یکبارگی غیظ و غضب میں آگیا اور طرح طرح کے خیالات اُن کی سرکوبی کے لئے اِس کے دل میں پیدا ہونے لگے۔ کچھ دیر تک تو اسی سوچ میں رہا۔لیکن جب اپنی حالت پر نظر پڑی۔اور ایام گردش پر غور کیا۔تو اپنی ہی بدسلوکیاں۔غرور و نخوت کی باتیں اور نفس پرستی کی خواہشیں یہ سب مجسم صورت میں دکھائی دیں۔اور اس کے دِل کو لعنت ملامت کرنے لگیں۔

اس وقت سوائے کفِ افسوس ملنے اور سرد سانس لینے کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔لاچار رتھ پر سوار ہو کر بیشمار سپاہ ساتھ لے جس کا صحیح اندازہ یا شمار کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔میدانِ کارزار میں پُہنچا۔اور وہاں پہنچتے ہی میگھناتھ کی مقتول صورت کا فوٹو آنکھوں کے آگے پھر گیا۔دل دھڑک اور کلیجہ پھڑک کر رہگیا۔ اپنے آپ سے کہنے لگا "ہائے! میرے بہادر اور پیارے بیٹے! تجھے خاک میں سلانے والے ابھی تک زندہ ہیں۔جب تک میں اُن سے انتقام نہیں لیتا۔مجھے چین نہیں پڑتا۔اُف! تیری جوانمردی اور بہادری کی تو ہر سُو دھاک تھی۔اندر۔یم اور کوبیر تو تیری صورت سے کانپتے تھے۔تو اِن کے پنجوں میں کیونکر آگیا"۔اِسی قسم کے خیالات پیدا ہو کر اُس کے دل کو کمزور کر رہے تھے۔کہ سامنے حریف کی فوج پر نظر پڑی اور اِن کو باترتیب آراستہ پایا۔اندر۔یم کو سیر[۵۱] کو بھی اپنے مقابلہ پر حریف کی سپاہ میں دیکھا تو غیظ و غصہ کی آگ بھڑک اُٹھی۔اُن کی بےمروتی ایسے کڑے وقت میں اس کی رگوں میں خون جوش زن ہُوا۔آنکھیں مارے غصہ کے سُرخ ہو گئیں۔بدن کانپ ہی رہا تھا۔کہ آغازِ جنگ کا سنکھ سنائی دیا۔پرجوش آواز جنگی باجوں سے نکل کر کانوں میں پہنچی۔اور کمانوں کی صدا کشاکش سے میدان گونج اُٹھا۔میدان کے بہادر آگے آگے بڑھکر حملہ کرتے ہوئے دکھائی دیئے۔تو مہاراجہ راون جو بڑی بےصبری سے اِس وقت کا انتظار کر رہا تھا۔دیکھئے! اب ایک خرار

---

[۵۱] یہ لوگ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے حکمراں تھے۔جن کو زیر کر کے راون نے اپنا باجگذار بنایا ہُوا تھا۔مگر یہاں ہمارا مضمون اِن کی مفصل تشریح کی اجازت نہیں دیتا۔بالمیکی رامائن لنکا کانڈ اور مسٹر گرفتیس صاحب کی پانچویں جلد صفحہ ۲۳۲ +

دستہ فوج کا یکہ کس طرح رتھ کو اڑائے اُس کیمپ میں جا رہا ہے۔ جہاں مہاراجہ رامچندر۔ اندر یم۔ کوبیر۔ وغیرہ اپنے اپنے بہادروں کے جوہرِ شجاعت دیکھ رہے ہیں۔ اگرچہ مہاراجہ رامچندر کے بہادروں نے بھی بڑی جوانمردی سے اس کا مقابلہ کیا۔ اور رتھ کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر اس بلوان راجہ کو کوئی بھی روک نہ سکا۔ بلکہ اس کوشش میں کئی بہادر اوس کا شکار ہو گئے +

آن کی آن میں یہ حملہ آور دستہ سینکڑوں جانباز سپاہیوں کو خاک پر سُلاتا ہوا کچھ دور پہنچا۔ تو مہاراجہ رامچندر کی نگاہ اس طرف پڑ گئی۔ فوراً کمان کو سنبھال کر رتھ آگے بڑھایا۔ اور مقابل جم کر ایسے تیر برسائے۔ کہ حملہ آور حریف کے شاہزور ہاتھ اپنی سابقہ تیزی نہ دکھا سکے۔ بہادر اندر یم۔ کوبیر اور دلاور سپاہیوں نے آگے بڑھتے ہوئے دشمن کو ایک قدم بھی تو آگے بڑھنے نہ دیا۔ گویا جانبین کی قوت کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا۔ آہ! پل بھر میں صدہا جگر تیروں سے چھد گئے۔ ہزاروں دھڑ بے سر ہو گئے۔ خون کے دریا بہ گئے۔ میدان لاشوں سے پُر ہو گیا ؎

ہوا گرم ہنگامۂ کشت و خوں ہوئی خون سے یکسر زمیں لالہ گوں
ہوا بوق اور کوس کا یہ خروش کہ یکسر پریشاں ہوا صبر و ہوش
ہوا گیر ہو کر غبارِ زمیں۔ گیا تا سرِ سقفِ چرخِ بریں
دو لشکر بہم حملہ آور ہوئے ہزاروں تن اک دم میں بے سر ہوئے
بشمشیر گرز و سنانِ خدنگ رہا دیر تک گرم بازارِ جنگ

ناظرین! آج لڑائی کوئی معمولی لڑائی نہیں۔ دیکھئے راون کا ہاتھ کس سرعت سے چل کر حشر برپا کر رہا ہے۔ اور اب تمام سپاہ اسی طرف کو جھک پڑی ہے جانبین کے سپاہی ہتھیلی پر جان لئے آگے بڑھ کر وار کر رہے ہیں۔ پھٹ جانے والے گولے (بمب) اور مختلف اور عجیب آلاتِ جنگ آج میدان میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ لاشوں کے ڈھیر جا بجا پڑے ہیں۔ آہ! ایک ہی تیر کے لگنے سے مہاراجہ رامچندر کا رتھ ناقابل ہو گیا۔ مگر راجہ اندر نے فوراً دوسرا رتھ

حاضر کیا۔ جس پر اب راجہ رامچندر جی سوار ہو کر راون کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ابھی تھوڑی دور گئے تھے کہ راون نے ایک سنسناتا ہؤا تیر کمان سے رہا کیا۔ جس کو اُنہوں نے بڑی جوانمردی سے راستہ ہی میں کاٹ دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ دونوں بہادر بالمقابل جم گئے۔ اور بڑی دیر تک دونوں کے درمیان تیروں کی ردو بدل ہوتی رہی۔ کسی کا حوصلہ نہ پڑا۔ کہ اِن کے بیچ میں آکر دخل دے۔ جب تیروں سے کام نکلتا نظر نہ آیا۔ تو جوہر دار تلواریں بجلی کی طرح چمکتی ہوئی نیاموں سے نکل پڑیں۔ دیر تک بہادر انہیں سے لڑتے رہے۔ آخر ایک زخم کاری لگنے سے راون گھبرا گیا۔ اور تلوار کو پھینک برچھی پکڑ کر رامچندر جی پر حملہ کرنا چاہا۔ مگر اس اثناء میں مہاراجہ رامچندر جی کے سارتھی نے گھوڑوں کو اِس تیزی سے پیچھے ہٹا لیا۔ کہ راون کا وار خالی گیا۔ جواب میں رامچندر جی نے ایک تیر کمان سے رہا کیا۔ جو دشمن کے کلیجے کو چیرتا ہؤا پار ہو گیا۔ اور وہ رتھ سے نیچے گر پڑا ؎

طبل وُہل دبوق کو سکتہ ہؤا ڈر سے اور تاج گرا راون بدبخت کے سر سے
برچھی گری ہاتھوں سے تو ترکش گرا بر سے ساکت ہوئے مریخ و زحل فتنہ و شر سے

وہ دیکھئے! راون زمین پر تڑپ رہا ہے۔ اور باقی سپاہ جو اُسی میدان کے وسیع قطعہ میں جانب شمال نبرد آزما تھی۔ ابھی تک سرگرم کارزار ہے۔ کہ فتح کا پھریرا ہوا میں اڑنے لگا۔ مہاراجہ رامچندر جی کی جے جے کار کی صدا آسمان میں بلند ہوئی خوشی کے نعروں کی آواز ہر طرف سے آئی۔ اور حریف کی سپاہ نے ہتھیار پھینک دیئے۔ اور رامچندر جی کی پناہ مانگی ؎

خورشید و مہ دونوں نے کہا چرخ برین پر
اب کھول کے رکھ دو سپر و تیغ زمیں پر

ناظرین! راون کو زمین پر حالتِ نزع میں تڑپتے دیکھ کر بہیکھن کا خونِ محبت جوش زن ہؤا۔ جلدی سے رتھ کو دوڑا کر اُس کے بالین پر پہنچا۔ مگر افسوس! اس اثناء میں اُس کی روح قالبِ عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ اور صرصرِ اجل نے اِسکے جسم کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ اب راون ہاتھ پاؤں پھیلائے بسترِ مرگ پر پڑا ہے بدن

خون میں تر بتر ہے۔ اور موٹی ہرن کی سی آنکھیں ویسے ہی کھلی ہیں۔ جیسے کہ پہلے تھیں بھبیکھن کو بھائی کی یہ حالت دیکھتے ہی اوس کی عالمانہ گفتگو بہادرانہ تقریر اور پرُ جوش دلیری کی گذشتہ نڈر باتیں سب یاد آگئیں۔ اودھر خاندان کی تباہی خویش و اقربا کی جدائی اور اپنے تنہا رہجانے کے خیال نے اوس کے مایوس دل کی اوربھی بے رحمی سے چٹکیاں لینی شروع کیں۔ تب اُس کی آتش غم بھڑک اُٹھی۔ اور سب گیان کی باتیں اُس وقت کے لئے اِسی میں بھسم اور دھواں دھار بن کر مغز کو چڑھ گئیں اور وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا۔ جب قدرے ہوش آیا۔ تو اُٹھکر بیٹھ گیا +

اب دیکھئے! ہائے بھراتا ہائے بھراتا کہکر دونوں ہاتھ زمین سے ٹیکے راون کے چہرے پر نظر ڈال کر کیسے زار زار رو رہا ہے۔ اور بہت سے مونس سردار اس کے گرد چشم تر بیٹھے ہیں۔ ایلو! مندودری بھی یہ خبر سُنکر روتی چلاتی رتھ پر سوار آرہی ہے۔ آہ! جونہی راون کی لاش کے قریب پہنچی اور پتی (خاوند) کو بے سروسامان خون سے ترخاک کی توشک پر لیٹا دیکھا۔ تو خود رفتہ ہوکر اُس کی لاش کے قریب پہنچتے ہی گر پڑی جب ہوش میں آئی۔ تو رو کر کہنے لگی "ہائے پتی! تیری یہ حالت کیونکر ہوئی۔ تجھ سے تو اندرہ یم۔ کبیر وغیرہ ڈرتے تھے۔ آج تمہاری وہ طاقت کیا ہوئی جو اس طرح بے خبر پڑے ہو؟ ہائے! میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ تمہارے بغیر اور کون ہے۔ جو میرے مایوس دل کو تسلّی دے۔ عزیز بیٹے تھے۔ جو پہلے ہی چل بسے۔ پوتوں اور نواسوں نے بھی جواب دے دیا۔ آہ! بہادر کنبھ کرن سا دیور اسی جنگ کی نذر ہوا۔ آہ! اب میں کدھر جاؤں۔ آپ کو بہتیرا سمجھایا۔ ہرچند کوشش کی۔ کہ اس ہٹ کو جانے دو۔ لیکن افسوس! آپ نے کچھ بھی خیال نہ کیا" اس طرح کہہ رہی تھی۔ کہ مہاراجہ رامچندر اور لچھمن جی وہاں آگئے۔ اور کہنے لگے "مندودری تو خود عقلمند اور دانا ہے۔ ذرا انصاف سے کہ جو کچھ تیرے فرزندوں اور رشتہ داروں کو پیش آیا۔ اُس میں کس کا قصور ہے؟ جب تو خود زیرک معاملہ فہم اور منصف مزاج ہے۔ تو دہرم سے انصاف کر کہ تیرا خاوند جو غایت درجہ کا متکبر اور خود پسندی سے کسی کی بات نہیں سُنتا تھا حالانکہ تم نے خود بہت سمجھایا۔ اور ہم نے بہتیری کوشش کی۔ مگر اوس نے

کچھ بھی توجہ نہ کی۔ بتلا! پھر اُس کو یہ دن بھی تو آنا چاہیئے تھا یا نہیں؟
مندودری! دیکھ کرم ریکھ ٹارے نہیں ٹلتی۔ یہ کسی کا دوش نہیں۔ یہ اُنہیں کے
کرموں کا پھل ہے۔ اب تمہاری گریہ زاری بیقراری اور اضطراب سوائے اِسکے
کہ دُشمن خوش اور دوست غمگیں ہوں۔ حاصل کیا ہو گا۔ یہ دُنیا فانی ہے کسی کو
قیام نہیں۔ ہاں کوئی دس دن آگے اور کوئی پیچھے پر مرنا سب کے لئے ہے۔

مخمس

کلالِ قدرت نے دستِ قدرت سے نقشۂ دہر جب اوتارا
بقا کسی شے کو دی نہ اُس نے بنایا فانی یہ کھیل سارا
تمیز گر ہے تو سوچ ناداں کہ بس تجھے ہے کافی یہی اشارا
کہاں ہے نل اور کہاں بھگیرت کہاں سگر اور منو بچارا
یہ سب کے سب خاک کے تھے پُتلے بگاڑ ڈالا بنا بنا کر۔

پس اب مناسب یہی ہے کہ صبر و شکیبائی اختیار کرکے اِس کے مرتک سنسکار کا بندوبست کرو

باب - ۵۴

بھبیکھن کی تخت نشینی اور مہاراجہ رامچندر کی واپسی

ماتم کی کبھی فصل ہے عشرت کا کبھی دور ہے شادی و غم کا یہ مرقع جو کرو غور
آہ! دنیا عبرت کی جگہ ہے۔ کل ڈھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے بھبیکھن کی ہچکی بند
رہی تھی۔ اور راون کی مرگ سے پریشان ہو رہا تھا۔ آج اوس کے محل کے آگے
شادیانے بج رہے ہیں۔ جا بجا خوشی کے اظہار ہو رہے ہیں امرا و رؤسا نفیس

نوٹ - مذکورہ بالا جنگ میں جہاں تک ہم نے رامائن میں دیکھا ہے۔ ہمارے بہادر کا کچھ ایسا تعلق پایا نہیں جاتا۔ لیکن یہ بھی مناسب معلوم نہ ہوا۔ کہ ناظرین کو ایسے نفس پرست کے انجام سے محروم رکھا جائے ؎
عشرت کا ثمر تلخ سدا ہوتا ہے ہر قہقہہ پیغام بُکا ہوتا ہے
اس لیے مختصر طور پہ ہدیہ ناظرین کیا گیا +

پوشاکیں زیب تن کئے جوق جوق شاہی دربار کو جا رہے ہیں۔ آہا! آج کیا ہے؟ جو لنکا کے ہر فردِ بشر کا چہرہ بشاش ہے۔ خوشی کے ترانوں کی آواز شاہی دربار سے آ رہی ہے۔ ناظرین! آپ حیران کیوں ہو گئے؟ وہ دیکھئے! لچھمن جی ببھیکھن کو راج تلک دینے کے لئے جا رہے ہیں۔ ایں! اتنی جلدی؟ کل تو ببھیکھن رو رو کر بے حال ہو رہا تھا۔ اور آج اس قدر خوشی منائی جا رہی ہے۔ افسوس! مگر جناب! افسوس کس بات کا؟ زمانہ مطلبی ہے۔ دنیا بے وفا ہے۔ کسی کا ساتھ نہیں دیتی۔ اوروں کو چھوڑ اگر ہم اپنے ہی جسم پر نظر ڈالیں۔ اور سوچیں۔ تو یہ بھی بے وفا اور دشمنوں کا گھر نظر آئیگا۔ اور دشمن بھی کیسے؟ دین دنیا دونوں کے بگاڑنے والے۔ وہ کون؟ کرم اندریاں! جن کے غالب آنے سے ناجائز خواہشیں ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہیں اور ہم اُس وقت جائز اور ناجائز میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اور اُن کی لذتوں اور حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے چوری۔ یاری۔ دغا۔ مکر۔ فریب اِن سب کے مرید بن جاتے ہیں۔ آخر جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ عاقبت خراب اور دنیا کی نظر سے گر جاتے ہیں۔ دور کیوں جاتے ہو۔ ذرا راون کو کیوں نہ دیکھ لو؟ باوجود چاروں وید اور چھ شاستروں کے جاتنے اور بڑی بھاری سلطنت کا حکمران ہونے کے بھی ایک ظالم کام کے مغلوب ہونے سے دنیا کی نظروں سے کیسا گر گیا بجائے اِس کے کہ ہم اُس کے دماغ کی تعریف کرتے۔ یا برہمنوں کے خاندان کا فخر سمجھتے۔ آج اُس اعلےٰ دماغ رکھنے والے سر کو گدھے کے سر سے تشبیہ دیتے ہیں بلکہ اُس کی رعیت کو بھی اُوسی کی بدولت راکش اور حیوانوں جیسے سینگدار سمجھتے ہیں۔

اسلئے انسان کو چاہیئے کہ بیرونی دشمنوں اور بد صحبتوں کو چھوڑ کر پہلے اپنے ہی اندرونی دشمنوں کو مغلوب کرے۔ پرماتما پر بھروسہ رکھے۔ اور اوسی کے دیئے پر صابر رہے۔ یہ جاہ و حشمت کرّ و فر سب بے بنیاد ہے۔ دیکھئے! کل راون کا ڈنکا بج رہا تھا۔ آج ببھیکھن کی تاجپوشی کا جشن منایا جا رہا ہے۔ وہ لو تاجپوشی بھی ہو گئی لچھمن جی راج تلک دیکر اور ببھیکھن نذرانے لے کر مہاراجہ رامچندر کے پاس جا رہا ہے ۔

اوہو! شاید ہمارے ناظرین کے خیالات سیتاجی کے درشنوں کے لئے ابھی تک آسوک باٹکا میں بھٹک رہے ہیں۔ نہیں صاحب وہ وہاں نہیں ہیں۔ اُن کو تو ہمارا بہادر جرنیل رات کو ہی بڑی دھوم دھام کے ساتھ رتھ میں بٹھلا کر لے آیا تھا۔ چنانچہ وہ دیکھئے مہاراجہ رامچندر کی بائیں جانب دہرم کی مورت سوشیلتا اور پتی برت دھرم کی زندہ مثال مہارانی جانکی جی براجمان ہیں۔ آہا! جونہی ہبیکھن نے بیش بہا جواہرات کے بے شمار تھال مہاراجہ رامچندر کی نذر کئے۔ انہوں نے صرف ایک دفعہ نظر اُٹھا کر دیکھا۔ اور بعد میں ہبیکھن سے کہا کہ یہ ہمارے درکار نہیں۔ اِن سب کو اِن (سپاہ کی طرف اشارہ کرکے) لوگوں میں تقسیم کر دو۔ جس کی ہبیکھن نے فورًا تعمیل کی۔ جب عطیہ بہادروں میں تقسیم ہو چکا۔ تو مہاراجہ رامچندر نے ہر ایک سپہ سالار کولا کر بڑی عزت و توقیر کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کر کے رخصت کیا۔ اور خود اجودھیا واپس جانے کی ببیکھن سے اجازت مانگی +

ببیکھن ۔ مہاراج! شہر میں چل کر دو چار روز قیام کیجئے۔ تمام لنکا باسی آپ کے درشن کے ابھلاشی ہیں +

رامچندر ۔ ہم کو شہر میں جانے میں کچھ عذر نہ ہوتا۔ لیکن ہم اپنے عہد کو توڑ نہیں سکتے کیونکہ آج چودھویں سال کا آخری دن ہے اور نہ کل کا ٹھیرنا ہی گوارا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ بھرت جی بڑی بے صبری سے انتظار کرتے ہونگے۔ اگر ایک دن بھی بن باس کی مدت سے بڑھ گیا۔ تو نہ معلوم اُن کے دل میں کیا کیا خیال گذریں۔ ماتا کوشلیا کیا کچھ نہ کر بیٹھیں۔ مناسب یہی ہے کہ اب آپ رخصت کیجئے میں آپ کا مشکور ہونگا +

ببیکھن (ہاتھ جوڑ کر) آپ چلنے کا فکر نہ کیجئے۔ پشپ بوان ایسا تیز رفتار ہے کہ صرف ایک ہی دن میں آپ کو اجودھیا پہنچا دے گا۔ اور میں خود آپ کے ساتھ اجودھیا جاؤں گا +

مہاراجہ رامچندر ۔ جو کچھ آپ نے فرمایا درست ہے۔ لیکن ہم کسی طرح اب ٹھیر نہیں سکتے۔ اگر کچھ ہرج واقعہ نہ ہو تو پشپ بوان منگوا دیجئے! اور خود چلنے کی تیاری کیجئے! +

ببھیکھن:۔ بہت اچھا"

تھوڑی دیر میں **پشپ بوان** آگیا۔ جس میں مہاراجہ **رامچندر۔ سیتاجی۔ ببھیکھن۔ سگریو۔ نل۔ نیل۔ انگد**۔ اور ہمارے ناول کا ہیرو سوار ہو گئے۔ اور باقی سامان اور بانر لوگ جنکا تعلق زیادہ تھا۔ دوسرے بوانوں پر بیٹھ گئے۔ جب سوار ہو چکے۔ تو ہندوستان کے زمانہ قدیم کا باد رفتار بوان اِس تیزی سے چلا۔ جس کو نسبت دینے کے لئے آج ہماری سمجھ میں سوائے مایوسی کے کچھ نہیں آتا۔ مہاراجہ **رامچندر سیتاجی** کو ہر ایک شہر وغیرہ جو راستہ میں آتا ہے۔ اوس کی کیفیت تبلاتے ہوئے جا رہے ہیں۔ جونہی **کسکندا** دور سے نظر پڑی۔ رامچندر جی نے **سیتاجی** سے کہا یہ وہ دیکھو کسکندا کے محل نظر آ رہے ہیں۔ اور یہی جگہ ہے۔ جہاں ہماری اور **سگریو** کی مترتا ہوئی۔ اور بالی مارا گیا تھا +

سیتاجی:۔ مہاراج! کیا ہی اچھا ہو! اگر آپ روما۔ تارا وغیرہ بانروں کی استریوں[1] کو جن کو آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور وہ اس وقت **کسکندا** میں موجود بھی ہیں اپنے ساتھ اجودھیا میں لے چلیں۔ تاکہ میں اُن سے بات چیت کا لابھ اُٹھاؤں"

یہ سنتے ہی مہاراجہ **رامچندر** نے **سگریو** کی طرف دیکھا۔ اور اُس نے بھی **سیتاجی** کی تائید کی۔ جونہی بوان کسکندا کے قریب پہنچا زمین پر اوتارا گیا۔ اور فی الفور **سگریو** جا کر سب استریوں کو لے آیا۔ اور وہاں سے چل کر **بھاردواج رشی** کے مکان پر پہنچے۔ چونکہ سال کی یہ آخری رات تھی۔ اس لئے **رامچندر جی** نے یہی مناسب سمجھا۔ کہ **ہنومان جی** کو **بھرت جی** کے پاس بھیجا جائے۔ تاکہ اُن کا غم غلط ہو۔ اور وہ تشویش میں نہ رہیں۔ اور خود وہیں شب باش ہونے کا ارادہ کیا +

---

[1] کیوں صاحب! اب بھی آپ کو ہنومان۔ سگریو وغیرہ کے انسان ہونے میں شک ہے۔ اگر ہے تو تبلائیے۔ سیتاجی کو بیچاری بندریوں سے کیا بہ وجن اور وہ اُن سے بات چیت کر کے کیا لابھ اُٹھا سکتی تھیں؟ ناظرین یہ سب غلط فہمی ہے۔ جس کی تشریح ہم حصہ اول میں کر آئے ہیں (دیکھو بالمیکی رامائن صفحہ ۱۴۰۔ لنکا کانڈ سرگ ۱۵۵) +

باب۔ ۵۵
نندی گرام

دونوں وقت مل رہے ہیں۔ روز روشن رخصت ہو رہا ہے۔ یا یوں سمجھئے آفتاب اپنی روشنی کی گٹھڑی باندھکر مغرب کو جا رہا ہے۔ اور سندھیا دیوی کی آمد آمد کا وقت بہت ہی قریب ہے۔ وہ لوگ جن کو اس روح افزا وقت کی کچھ قدر ہے اور وید مقدس کی ہدایات اُن کے دلوں پر نقش ہیں۔ وہ اس بیش بہا وقت کو اپنی زندگی کی گھڑیوں میں غنیمت جان کر ابھی سے ہاتھ میں پانی کا لوٹا اور بغل میں آسن دبائے آبادی سے باہر جا رہے ہیں۔ اور بعض گرہستی (عیالدار) جو دن بھر دنیادی کاروبار میں مصروف تھے۔ اور اُن کو وقت ہی اس قدر فرصت نہیں دیتا۔ جو وہ کھلے میدان میں جاکر سندھیا کا فرض ادا کر سکیں۔ اس وقت وہ بھی اسی جستجو میں ہیں۔ کہ گھر میں کہیں ایکانت استھان ملے۔ تو اپنے فرائض مذہبی کو ادا کریں۔ ایسے وقت میں ہمارا خیال جہاں پہنچتا ہے۔ وہ اجودھیا کے قریب ہی نندی گرام ایک مقام ہے۔ جس کے شمال رو ایک مختصر سا مکان ہے۔ اور اُس کے آگے چند خوشنما درخت لہرا رہے ہیں۔ اس مکان کے برآمدے میں ایک سادھو دراز قد سانولا رنگ۔ سر پر جٹا جوٹ۔ جس کے چہرہ سے اس وقت پژمردگی ٹپک رہی ہے بیٹھا ہوا سندھیا کر رہا ہے۔ اور جل کا لوٹا سامنے رکھا ہے۔ کچھ دیر تک تو آنکھیں بند کئے ہوئے ایشور جانے کس خیال میں بیٹھا رہا۔ بعد میں یوں کہنا شروع کیا۔ "اے پرماتمن آپ ہی کرپا اور دیا کرکے رامچندر جی کے ہردیہ کو پریرن کریں۔ کہ بھرت نردوس ہے۔ اب جلد اُس کو درشن دیں۔ اودن کا کٹھن تھا کہ چودہ سال سے اوپر نت ایک دن بھی ہم باہر نہ ٹھیریں گے۔ اور یدی کوشل رہی تو ایک دن پہلے تم کو آنے کی سماچار دیں گے۔ ہائے! اسکھد اٹک دن وہ آج کا ہی تھا۔ جس پر میرے جیون کا نربھر تھا۔ اور جس کے آنے کی آشا لگ

رہی تھی۔ آہ! اِسی چندرمکھی دن کو میرے نین چکور کے سمان ترس رہے تھے۔ نہ معلوم رامچندر کا دِل میری طرف سے کیوں کٹھور ہو گیا۔ یا کوئی اور کارن ہے جو ابتک کوئی سماچار نہیں آیا۔ ہائے! اس میں ضرور کچھ نہ کچھ بھید ہے" یہ کہا۔ اور گردن جھکا کر ایشور جانے کس خیال میں محو ہو گیا۔ ناظرین! جسکو ہم سادھو سمجھے ہوئے تھے۔ وہ دراصل بھرت ہے۔ جو رامچندر جی کے انتظار میں دیکھئے! کیسا بیقرار ہو رہا ہے۔ کیا آپ یقین کر سکتے ہیں۔ کہ اگر بھرت۔ رامچندر جی کی مُصیبت کی داستان سُنتا تو خاموش رہسکتا۔ اور اُن کی امداد کو نہ پہنچتا؟ نہیں ہرگز نہیں فوراً جس طرح ہوتا۔ اپنے آپ کو وہاں پہنچاتا۔ افسوس! ہماری کم فہمی نے بھرت کی بے نظیر زندگی پر دھبہ لگا دیا۔ آہ! ایک اعلےٰ تمثیل کو ردی حالت میں بدل دیا۔

جونہی بھرت جی نے سر اوپر اُٹھایا ہنومان جی کو جو کچھ دیر سے اُن کی باتیں سن رہے تھے۔ اپنے پاؤں پر پایا۔ جلدی سے اون کا سر اٹھا کر بولے "بھائی آپ کہاں سے آئے ہیں۔ اور مجھ سے کیا کام ہے؟

ہنومان "مہاراج رامچندر کا سیوک ہوں۔ اور اُن کے آنے کی سماچار لایا ہوں کہ کل صبح ہی وہ بخیریت تمام یہاں پہنچ جائینگے۔"

آہا! اس خبر کو سنتے ہی بھرت جی کا چہرہ مارے خوشی کے سُرخ ہو گیا۔ کلیجہ ہاتھوں اچھلنے لگا۔ کچھ دیر تو بڑی حیرت انگیز نگاہوں سے ہنومان جی کو دیکھتے رہے بعد میں کہنے لگے۔ کیا رامچندر جی کل صبح ضرور آئینگے! اور وہ آج کہاں ہیں؟

ہنومان "مہاراج وہ بھبیکھن۔ سگریو۔ انگد وغیرہ بانروں سمیت آج رات بھاردواج رشی کے مکان پر رہیں گے۔ اور کل طلوع آفتاب کے بعد یہاں پہنچ جائیں گے"

بھرت (فرط مسرت سے) کیا سچ مچ کل صبح ہی آ جائیں گے۔ اور آج بھاردواج کے مکان پر ٹھیرے ہیں"

ہنومان "جی ہاں"

یہ سُنتے ہی بھرت جی نے جو سب سے پہلے کام کیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ اُسی وقت

شتروگھن کو طلب کیا۔ رنواس میں خبر بھیجی۔ اور شہر میں خوشی منانے اور شادیانے بجانے کا حکم صادر فرمایا۔ بعد ازاں ہنومان سے بولا "آپ فرمائیے! ببھیکھن۔ انگد۔ سگریو کون ہیں۔ اور رامچندر جی سے ان کا کیا تعلق ہے؟

ہنومان بھرت جی کو مہاراجہ رامچندر کی داستانِ مصیبت سنا ہی رہا تھا۔ کہ کوشلیا سومترا۔ کیکئی۔ مہاراجہ دسرت کی تینوں رانیاں آگئیں۔ آہ! ذرا کوشلیا کو تو دیکھئے! کیسی بے حال ہو رہی ہے۔ چہرہ زرد پڑ گیا ہے۔ بدن میں خون نام کو دکھائی نہیں دیتا اُف! رتھ سے اُتر کر یہاں تک آنے کی طاقت نہیں۔ اسے ہے! دیکھئے! سومترا کیسے سہارا دیئے لا رہی ہے۔ آہ! جونہی دروازہ پر پہنچی۔ کسی نے کہدیا "یہ شخص جو بھرت جی کے سامنے بیٹھا ہے۔ جس کو رامچندر جی نے بھیجا ہے۔ سیتا جی کے گم ہونے کی خبر سنا رہا ہے۔ آہ! گم ہونے کا لفظ سنتے ہی بدن میں سناٹا سا پڑ گیا۔ اور آنکھوں کے آگے اندھیر چھا گیا۔ اور بے بس ہو کر گر پڑی۔ کوشلیا کو گرتے دیکھ کر اب سب لوگ اسے تسلی دیکر اٹھا رہے ہیں۔ ہنومان نے جو ابھی تک بھرت جی کی طرف منہ کئے بیٹھے تھے۔ جلدی سے آکر کہا "ماتا یہ تو میں اون کی گذری ہوئی داستان سنا رہا ہوں۔ وہ تو اب ایشور کی کرپا سے بخیریت تمام تینوں بھاردواج رشی کے مکان پر ہیں۔ اور کل صبح آپ کے پاس آجائینگے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں +

کوشلیا "کیا یہ سچ ہے جو تم کہ رہے ہو؟ یا صرف میری تسکین کی باتیں ہیں"

ہنومان "ماتا جی جو کچھ میں نے کہا درست ہے یقین رکھیں"

کوشلیا "تو پھر وہ کیا بات تھی۔ جو تم سیتا کے گم ہونے کی نسبت کہہ رہے ہو؟"

ہنومان نے پھر از سرِ نو رامچندر کی سرگذشت سنانی شروع کی۔ اور انہی باتوں میں صبح ہو گئی۔ اس عرصہ میں مہاراجہ رامچندر جی کی آمد آمد کی خبر تمام قرب و جوار میں پھیل گئی۔ وہ دیکھئے! ابھی سے لوگ جوق جوق آنے شروع ہو گئے ہیں۔ طلوعِ آفتاب تک اس قدر بھیڑ بھاڑ ہو گئی جس کا اندازہ کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ ناظرین ذرا خیال تو فرماویں۔

کہ جب کسی کا عزیز رشتہ دار دو چار روز کے سفر کے بعد واپس آتا ہے۔ تو کس قدر خوشی ہوتی ہے۔ یہ اجودھیا نریس (راجہ) کا لڑکا جس نے محض باپ کا قول پورا کرنے کی غرض سے چودہ سال کا بن باس اختیار کیا تھا۔ اور جنگل میں صدہا تکلیفیں اٹھائیں راون جیسے مشہور و معروف راجہ پر کامیابی حاصل کرکے واپس آیا ہے کیا یہ سب باتیں معمولی خوشی کی ہیں؟ نہیں ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ایسی خوشی کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ جو آج ان لوگوں کو ہو رہی ہے۔ دیکھو چاروں طرف خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں پلٹنیں صف بستہ کھڑی ہیں۔ نندی گرام کا وہ وسیع میدان جو اس کے جنوب میں واقعہ ہے۔ آدمیوں سے پر ہے۔ اور ہر ایک کی نگاہیں آنکھوں سے نکل نکل کر آسمان کی طرف جا رہی ہیں ایلوا بازو تن گئے۔ انگلیاں سیدھی ہو گئیں۔ شاید بوان دکھائی دیا ہے۔ آہا۔ آہا! یہی بیشک درست ہے۔ وہ دیکھئے! اب تو بوان اچھی طرح نظر آتا ہے اور ان لوگوں کے قدم بھی بے بس ہو کر آگے کو بڑھ رہے ہیں۔ جونہی بوان زمین پر پہنچا۔ مہاراجہ رامچندر جی نے جلدی سے اتر کر بھرت جی کو آغوش میں لے لیا دونوں بھائیوں کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو ٹپک پڑے۔ اور پھر شتر دھن سے ملے۔ بعد ازاں کیکئی کے قدم بوس ہو کر سمترا کے پاؤں پر جھکے۔ اور اب کوشلیا کا دامن مراد بھر رہے ہیں۔ اسی طرح لچھمن جی بھی اپنی دُر افشانی سے سب کو خوش کر رہے ہیں۔ آہا! سیتا جی کو دیکھئے! کس خوشی سے سب سے مل رہی ہے۔ ارکانِ دولت و روسائے شہر ان سب پھولوں کی برکھا کرکے خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ غرض دیر تک نندی گرام کے اس میدان کو خوشی نصیب رہی۔ بعد میں سب رتھوں۔ بہلوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اجودھیا کو آئے۔ دو تین روز تک متواتر شادیانے بجتے اور گھر گھر منگلا چار ہوتا رہا۔ آخر بششٹ جی نے ایک روز مقرر کرکے مہاراجہ رامچندر کو راج تلک دیا۔ اور بعد ازاں ہنومان۔ ببھیکھن۔ سگریو۔ انگد وغیرہ سب کو اس ملک کے بیش بہا تحائف دیکر وداع کرنے لگے۔ تو سیتا جی نے اپنی منوہر بانی سے سب کا دھنباد کیا۔ اور

اپنے گلے سے بیش قیمت جواہرات کی مالا ہنومان جی کو عطا فرماکر انہیں چلنے کی اجازت دی - چنانچہ وہ دیکھئے! یہ سب پشپ بوان پر سوار ہو کر اپنے وطن کو جا رہے ہیں *

باب - ۵۶

رتن پور

چمن میں آمد بہار کی - ہے گلوں سے جوبن ٹپک رہا ہے
چہک رہے ہیں ہزاروں بلبل تمام گلشن مہک رہا ہے

شام کا وقت ہے - رات کی تاریکی دم بدم بڑھ رہی ہے - اور مصنوعی روشنی گھر گھر ہو رہی ہے - ایسے وقت میں ہمارا خیال جہاں پہنچتا ہے - وہ رتن پور کے راجہ پون کا عالیشان دالان ہے - جسے ہمارے ناظرین نے حصہ اوّل میں دیکھا ہوگا - کہ ڈولی آنے کے وقت استریوں سے پُر تھا - آج اوس میں اِس وقت سندھیا اوپاسنا سے نشچنت ہو راجہ پون ایک جڑاؤ چوکی پر بیٹھا ہے - اور اوس کے سامنے انجنا دیوی فرش پر متفکر صورت بنائے گاؤ تکیہ کا سہارا لئے بیٹھی ہے - اور اسی دالان کی رو دیوار میں ایک دروازہ نظر آتا ہے - جس میں سے ایک استری کی دلکش آواز ہمارے کان میں آ رہی ہے - اگرچہ یہ آواز کسی جان پہچان کی معلوم ہوتی ہے - لیکن اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی - کہ کس کی ہے - ہاں کبھی کبھی پدم راگا کی آواز کا شک پڑتا ہے - چونکہ دروازہ پر پردہ پڑا ہوا ہے اسلئے نہ تو ہم دیکھ ہی سکتے ہیں - اور نہ کچھ اچھی طرح سمجھ میں آتا ہے کہ کیا گفتگو ہو رہی ہے - لیکن ہاں اتنا ضرور ہے - کہ گفتگو کا سلسلہ نصیحت آمیز ہے - جس کے سننے کے اشتیاق میں انجنا دیوی کے ملال کا حال معلوم کرنے کے بغیر جو غالباً ہنومان جی کی جدائی کا نتیجہ ہے - ہم نے اپنے خیال کو اس کمرہ میں پہنچا دیا - آہا! بیشک ہمارا خیال درست نکلا - دیکھئے! پدم راگا نت کرم

سمجھ صِفت پاکر منوہر لتا۔ اندرمنی اور روہنی وغیرہ کو جو اس وقت اس کے پاس بیٹھی ہیں۔ کہ رہی ہے "پیاری سکھی! دل کو ہمیشہ حسد۔ بغض۔ کینہ۔ عداوت اور نفاق وغیرہ سے صاف رکھنا چاہئے۔ کیونکہ روحانی و اخلاقی کمالات حاصل کرنے کے لئے دل کی صفائی عمدہ وسیلہ ہے۔ دل کو آئینہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اگر آئینہ صاف ہو تو اس میں جو کچھ دیکھیں نظر آتا ہے۔ اگر اُس پر ذرا بھی کسی قسم کا زنگ و غبار ہو۔ تو صاف کئے بغیر کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ ایسا ہی حال سکھی دل کا ہے۔ یہ دل ہی ہے۔ جو نیک و بد میں تمیز کرتا ہے۔ اور اس میں جو ارادہ یا منصوبہ قائم کیا جائے۔ قائم ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ نیکی پر مبنی ہو یا بدی پر۔ غرض جس طرف دوڑاؤ دوڑنے لگتا ہے۔ اس لئے پیاری عمر کی گھڑیوں کو غنیمت جانکر اسے نیکیوں کی طرف لگائیے۔ اور بُری باتوں سے بچا اور گندم نما جو فروش آدمی کی صحبت سے ہمیشہ بچیے۔ کیونکہ وہ ظاہر میں کچھ ہوتا ہے۔ اور باطن میں کچھ +

ناظرین! پدم راگا کی گفتگو کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔ کہ دالان میں سے ہمارے ناول کے ہیرو کی آواز اِس کمرے میں پہنچی۔ بس پھر کیا تھا۔ وہیں سب کی سب دالان میں آ گئیں۔ اور دیکھا کہ ہنومان۔ انجنا دیوی کے پاس فرش پر بیٹھے ہیں۔ اور وہ کہ رہی ہے کہ "بیٹا! اتنا بھی تو دل کڑا نہ کرنا چاہئے۔ کہ چھ مہینے تک گھر کی خبر ہی نہ لینا۔ تم تو یہاں سے چند روز کے لئے گئے تھے۔ کہ سگریو اور بالی کا فیصلہ کرا کے جلد آ جاؤں گا +

ہنومان "ماتا جی! کیا کہوں پہلے تو بالی سے جھگڑا ہوتا رہا۔ خیر مہاراجہ رامچندر جی کی مدد سے وہ ظالم تو نیست و نابود ہوا۔ مگر مہاراجہ رامچندر جی کی داستان جو غالباً تم نے سنی ہوگی۔ کیا اُس سے کم دردناک تھی؟ تم انصاف کرو۔ ایسے موقعہ پر مجھ کو پہلو تہی کرنا چاہئے تھا؟

انجنا دیوی "نہیں بیٹا ہرگز نہیں! یہ زندگی چند روزہ ہے۔ اِس میں جو وقت اُپکار میں گذر جائے وہی اچھا ہے۔ خصوصاً پردیسی کی امداد کرنا سب کاموں سے

افضل ہے۔ بشرطیکہ وہ راستی پر ہو"
پون (بات کاٹ کر) "راون کو کیا ہو گیا تھا۔ جو ایسا سٹری ہو گیا۔ اور تھوڑی سی بات کے واسطے اپنا سربنس ناس کرا لیا؟"
ہنومان :- "مہاراج ہم لوگوں نے بہتیری کوشش کی۔ ہر چند سمجھایا۔ علاوہ اسکے مہاراجہ رامچندر جی کی اخیر تک یہی کوشش رہی۔ کہ وہ **سیتا جی** کو لاکر اپنی ناشائستہ حرکت کی تلافی کرے تو وہ معاف کر دیں۔ مگر افسوس اُس ناعاقبت اندیش کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ آج صفحۂ ہستی پر بجز نام کے اون کا اور کوئی نشان نہیں"
پون :- "ہا ہا! ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ جب بڑے بڑے راجے مہاراجے اس کے آگے سر جھکاتے تھے۔ اور وہ بڑی نخوت اور تکبر کی نگاہ سے اُنہیں دیکھتا تھا افسوس! جب سے اس ظالم کام نے اُسکے دل میں اپنا مسکن بنایا۔ تب سے عروج نے زوال کی صورت اختیار کی۔ اور دن بدن اُس کے جاہ و جلال میں فرق پڑتا چلا گیا"
ناظرین! جب تک صبح کی سفیدی نمودار نہ ہوئی۔ تب تک اِن لوگوں کی گفتگو کا سلسلہ بھی ختم نہ ہوا +

باب-۵۶

تمام ملکوں سے سبقت لے گیا

اب وہ زمانہ ہے۔ کہ ہنومان جی کی بہادری اور جوانمردی کا چرچا گھر گھر ہو رہا ہے اُن کی خوش خلقی اور نیک سیرتی کا شہرہ تمام بانردیپ میں پھیل گیا ہے۔ اگرچہ **پون** جی نے بہت کوشش کی۔ اور ہر چند چاہا۔ کہ عنانِ حکومت اُن کے ہاتھ میں دیجائے۔ لیکن اس بہادر نے اپنی جادو بھری تقریر سے **پون** کو اِس بات پر راضی کر لیا۔ کہ یہ آزادانہ زندگی بسر کرے۔ اور ایک خاص

جگہ کا پابند نہ رہے۔ ناظرین! بانردیپ کے ملک کا کوئی ایسا حصّہ نہ ہوگا۔ جہاں اس بہادر کے رعب کا سکّہ نہ جما ہو۔ کیا طاقت جو کسی بے گناہ پر ظلم کر سکے۔ یا کسی غریب کو بیوجہ ستائے ؎

تھے رلبے جہاں راجے فرماں پذیر غلامی کے مشتاق برنا و پیر
ہوا ملک سارے میں امن و اماں جسے دیکھئے خرّم و شاد ماں
کوئی شخص شاکی ستم کا نہیں کہیں ملک میں نام غم کا نہیں

اگر ذرا بھی کسی شخص کے دل میں ناجائز حرکت یا فعل کا خیال ہوا۔ فوراً راون کی تباہی کا فوٹو آنکھوں کے آگے پھر گیا۔ بدن کانپ اُٹھا۔ دل گھبرا گیا۔ اور خود ہی اوس خیال کی تردید اُس کے دِل میں پیدا ہوئی ؎

نکل آئینگے خار جس جا ہے گل نہ ہووے گا بُلبل کا یہ شور و غل
بسینگے گلستاں میں آ آکے بوم طمانچے لگائے گی بادِ سموم
پھروگے اوڑاتے ہوئے خاک دھول نہ ہونگے میسر یہ گلشن کے پھول

غرض ہمارے ناول کے ہیرو کے عہد میں بانردیپ کا مُلک تمام جنوبی ملکوں سے سبقت لے گیا۔ اور امن و اماں سے زندگی بسر کرنے لگا ؎

وہ بے شبہ ہے رشکِ خلدِ بریں کہ جنّت کو بھی اس سے نسبت نہیں
وہاں کا سا جوبن وہاں کا سا جوگ وہاں کے سی خلقت وہاں کے سے لوگ
محبت میں اُلفت میں آداب میں سنے اور نہ دیکھے کبھی خواب میں

ناظرین! جنوبی ہند کا تو یہ حال تھا۔ اور شمالی ہند میں مہاراجہ رامچندر کے نام کا ڈنکہ بج رہا تھا۔ غرض اِس وقت ہندوستان کی بہتری اور خوش نصیبی کا آفتاب مناسب بلندی تک پہنچکر چمک رہا تھا۔ ویدا اور شاستروں کی مریادا گھر گھر میں رائج تھی۔ کِس کے خیال میں تھا۔ کہ ایک وہ بھی زمانہ بھارت کے نصیب میں ہوگا۔ جبکہ اِس وقت کی اقبال مندی۔ جوانمردی اور بہادری کو سُنکر غیر ممالک اور غیر قومیں حسد سے انہیں فرضی داستانیں قرار دینگی۔ اور بھارت باشی دہرم کو آدہرم اور آدہرم کو دہرم مانیں گے۔ ناظرین دیکھئے! یہ وہی خوش نصیبی

کا زمانہ تھا۔ کہ جس میں باغِ دنیا کے مالی کو بھی اِس ملک میں ایسے ایسے پودے لگانے منظور ہوئے۔ جن کے پھولوں کی خوشبو سے آج لاکھوں برس گذر جانے پر بھارت مہک رہا ہے۔ اور پھولوں کا خیال کرنے سے ہی نسیم سحری کی طرح روح کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ اس وقت ہم کو جن پھولوں سے مطلب ہے۔ وہ ہمارے پرانے رشی منی و شوربیر اور مہاتما لوگ ہیں۔ جنہوں نے ہماری رہنمائی کے لئے ایک سے ایک بڑھکر کام کیا۔ اور خود نمونہ بنکر دکھایا۔ تو پیارے بھائیو! ہمارے قلم کی طاقت سے یہ بعید ہے۔ کہ ہم اون پھولوں کی مرجھائی ہوئی صورت آپ کو پورے طور پر دکھانے کی کوشش کریں اور نہ ہی ہم اس بات کے قائل ہیں۔ کہ وہ قانونِ قدرت کی دست اندازی سے باہر تھے۔ نہیں! ہرگز نہیں! وہ بھی اسی طرح پابند تھے۔ جیسے ہم اور آپ۔ ہاں! اگر کچھ فرق ہے تو یہ کہ ہم خود غرض۔ خود پسند۔ اور لالچی ہیں۔ اور وہ اِن باتوں سے مبرا تھے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ آج لاکھوں برس گذرنے پر بھی بھارت باشیوں کو اُن کے نام سے اپنے خویش و اقرباء سے بھی بڑھکر محبت ہے۔ اُن کے کارنامے پڑھنے سے خون جوش زن ہو جاتا ہے۔ تو بتلائیے یہ داس کیونکر اُن کی نزع کی حالت کی تصویر کھینچ سکتا ہے۔ جن کی پوتر آتمائیں ابتک ہمارے مردہ دلوں کو تسکین دلاتی ہیں۔ کہ بھارت ورش سب ملکوں پر فضیلت رکھتا تھا اور رکھ سکتا ہے۔ اگر ہم اون رشی اور منیوں کے پیچھے پیرو بنیں۔ اون شوربیروں کے کرتوئوں پر عمل کریں۔ چنانچہ دیکھئے! ہمارے ناول کا بہادر ہنومان[1] اگرچہ اس وقت عمر رسیدہ معلوم ہوتا ہے۔ تاہم اس کے جاہ و جلال اور نورانی چہرے میں کچھ بھی تبدیلی واقعہ نہیں ہوئی۔ وہ اُسی طرح کندن کیطرح

---

[1] شاید بعض ناظرین اعتراض کریں۔ کہ ہم نے ہنومان جی کی سنتان کا ذکر نہیں کیا۔ ان کی اولاد بیشک تھی۔ مگر اس کی تشریح کے لئے اور بھی وقت کی ضرورت ہے۔ اور چونکہ وہ ایسی مشہور و معروف نہیں۔ اس لئے ہم نے بھی اُس کے خاص ذکر سے پہلوتہی کی اور ناظرین کا وقت لینا مناسب نہ سمجھا +

دمک رہا ہے۔ دیکھئے کس طرح چھاتی تانے بوڑھے سپاہ سالار دومند سر سے کھڑا کھڑا مسکراتا ہوا باتیں کر رہا ہے۔ ایک ہاتھ سے گرانبار گرز کو جنبش دے رہا ہے۔ دوسرے سے مونچھوں کو تاؤ دئے جاتا ہے۔ جس کو دیکھ کر ہمارا حوصلہ بھی نہیں پڑتا۔ کہ دخل در معقولات کے مصداق بنیں۔ اس لئے دور سے ہی پرنام کرتے ہوئے اجازت حاصل کرتے ہیں۔ اور اپنے معزز ناظرین سے باداب خواستگار ہیں۔ کہ اگر کوئی غلطی اس ناچیز تصنیف میں ان کی نظر پڑے تو داس کو اس سے آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں۔ تاکہ تیسرے اڈیشن میں تصحیح کر دی جائے +

خاتمہ

پیارے ناظرین! داس نے زجہانتک اس کی ناقص عقل نے یاوری کی۔ یا گوہر نگار مہاتما بالمیک جی کی مقدس تصنیف نے مدد دی ہے) ہنومان جی کی سوانح عمری اور جنگ لنکا کی تصویر کھینچکر آپ لوگوں کے پیش کی۔ اب انصاف آپ کے ہاتھ ہے۔ یا تو موجودہ مروجہ رامائن کے غلط کرنے کا الزام عائد کیجئے۔ یا یہ سمجھ لیجئے! کہ ایک پریمی داس نے ایک قدیمی غبار آلودہ لعل

کو صاف کر کے آپ کے مبارک ہاتھوں تک پہنچایا

جس سے مراد ہنومان جی کا

جیون چرتر

ہے

آپ کا نیاز مند

ٹھاکر سکھرام داس چوہان

مورخہ ۱۴ - دسمبر ۱۹۰۰ء